فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته، فلم تكلمه حتى توفيت
(صحيح البخاري - حديث رقم ٤٢٤٠)

فاطمہؑ، ابو بکر پر غضب ناک ہو گئیں اور ترک ملاقات کر لیا اور وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی

إثبات مظلومیت فاطمۃ الزہراءؑ

حضرت زہراؑ کی مظلومانہ شہادت و فدک پر اعتراضات کے مدلل و مسکت جوابات



تالیف
حسین قربان دامنابی

ترجمہ تحقیق و اضافہ
سید شہباز اصفہانی

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner



اثباتِ مظلومیت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

مؤلف	حسین قربان دامنابی
فارسی عنوان	اثباتِ مظلومیت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
اردو عنوان	اثباتِ مظلومیت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
اردو ترجمہ	سید شہباز اصفہانی
نظر ثانی	سید سبطین علی نقوی امروہوی
سرورق	ابو عبداللہ
اشاعت	دسمبر 2023ء
طبع	اول
تعداد	600
زیر اہتمام	دار الصدیقہ سلام اللہ علیہا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اسٹاکسٹ:

Haadi Online Store

غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

0301-5225548-0312-1460207-0305-4387399

گھر بیٹھے دینی کتب حاصل کرنے کیلئے ہم سے رابطہ کریں۔ ہمارے ہاں نہج البلاغہ، صحیفہ کاملہ، تحفۃ العوام، مفاتیح الجنان، تفاسیر، احادیث، قرآن مجید، دعا و زیارات، مقتل و مصائب کی کتاب دستیاب ہیں۔

www.haadionlinestore.com

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

فہرست

عرض ناشر ---------- 15

مقدمہ مؤلف ---------- 17

مقدمۃ الکتاب ---------- 19

ابتدائی کلمات ---------- 23

پہلا باب: حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مقام و منزلت ---------- 25

1۔ فاطمہ الزہراء کو جنتی خواتین کی سردار ---------- 27

2۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا جنت کی چار برترین خواتین میں سے --- ---------- 28

3۔ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- 29

4۔ فاطمہ الزہراء کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ---------- 29

5۔ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونا ---------- 30

6۔ حضرت عائشہ کا اعتراف ---------- 30

دوسرا باب: حقائق میں تحریف اور خیانت ---------- 34

تیسرا باب: فدک کا غصب کرنا ---------- 47

پہلی بحث: فدک خالصتاً پیغمبر گرامی کی ملکیت تھا ---------- 49

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

بحث کا دوسرا حصہ ---------- 51
دوسرا مرحلہ ---------- 61
تیسری بحث: حضرت زہراؑ کا فدک بطور ارث مطالبہ کرنا ---------- 64
رسول ﷺ کا فدک کے غصب ہونے کی پیشگوئی کرنا ---------- 70
فدک کا معاملہ ایک الگ زاویہ سے ---------- 71

چوتھا باب: عمر بن خطاب کی سیرت میں خواتین کے ساتھ تند و تلخ رویہ کے چند نمونے ---------- 80

پہلا مورد: عمر کا اپنی بہن کو مارنا ---------- 82
دوسرا مورد: عمر نے پیغمبرؐ کی موجودگی میں سوگوار خواتین کو مارا ---------- 83
تیسرا مورد: عمر بن خطاب کا ابوبکر کی بہن اور عائشہ کے گھر میں جمع دیگر خواتین کو مارنا ---------- 84
چوتھا مورد: عمر نے ام المومنین کے گھر میں جمع ہونے والی خواتین کو مارا ---------- 85
پانچواں مورد: عمر نے اپنی بیوی کو نصف شب مارا ---------- 86
چھٹا مورد: عمر بن خطاب کنیزوں کو حجاب کرنے کی وجہ سے مارتے تھے ---------- 87
ساتواں مورد: عمر کے ڈر سے بچہ کا سقط ہونا ---------- 88
آٹھواں مورد: عمر کے خوف سے ایک عورت کا لباس نجس ہونا ---------- 89

پانچواں باب: دختر پیغمبر ﷺ کے گھر پر ہجوم ---------- 91

عمر کا سیاسی مخالفین سے برتاؤ ---------- 93
ہجوم کے واقعہ کا آغاز ---------- 95
اس واقعہ کا وقت و کیفیت ---------- 95
گھر جلانے کی دھمکی ---------- 97
دوسری روایت ---------- 108
حضرت محسن کا سقط ہونا ---------- 138
حضرت محسن کا ہجوم کے واقعہ میں سقط ہونا ---------- 141

انتساب

علم و عمل کا پیکر، میدانِ خطابت کے ہراول دستے کے سوار، اخلاص کا مجسمہ، دوستی کا نمونہ، راہِ اہل بیت علیہم السلام کے مسافر، فصاحت و بلاغت کا موّاج سمندر، زینتِ منبر، رونقِ محافل، نقیبِ پیغامِ خانوادۂ نبوت، عاشق رسالت، حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم، علمی معرکے میں دلائل کی مضبوط چٹان، حاجتمندوں کی ضروریات پوری کرنے میں اپنے جدِ امجد علی ابن ابی طالبؑ کے نقشِ قدم پر گامزن، تلمیذِ مکتب آلِ محمد ﷺ، **حجۃ الاسلام والمسلمین سید سفیر سجاد شیرازی مرحوم** اس کتاب کے انتساب کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ انہی کی تحریک سے یہ کتاب مرتب ہوئی۔ اس کی ہر ہر سطر میں ان کی یادیں تشویق و ترغیب کا باعث رہیں اور آنسوؤں نے اپنی ساری دعائیں انہی کے نام کیں۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۴۔چوتھا سوال ---------- 339
۵۔پانچواں سوال ---------- 340
۶۔چھٹا سوال ---------- 341
۷۔ساتواں سوال ---------- 343
۸۔آٹھواں سوال ---------- 346
۹۔نواں سوال ---------- 347
۱۰۔دسواں سوال ---------- 348
ایک اور اعتراض کا جواب ---------- 350

لمحہ فکریہ

فاطمہ سلام اللہ علیہا جھوٹ نہیں بولتیں

ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب میں صحیح السند روایت نقل کرتے ہیں:

جناب عائشہ فرماتی ہیں: میں نے فاطمہ (س) کے والد (رسول اللہؐ) کے سوا کسی کو فاطمہ (س) سے زیادہ سچا نہیں دیکھا۔

حضرت فاطمہؑ و حضرت عائشہ کے درمیان کوئی معاملہ تھا جس پر حضرت عائشہ نے کہا: "یارسول اللہؐ! فاطمہ سے پوچھ لیجیے! وہ جھوٹ نہیں بولتیں۔"

[المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ: حافظ ابن حجر عسقلانی، ج16، ص177]

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

چھٹا باب: چند اہم اعتراضات کے جوابات ---------- 151
پہلا اعتراض ---------- 153
جواب ---------- 154
دوسرا اعتراض ---------- 155
جواب ---------- 156
تیسرا اعتراض ---------- 157
جواب ---------- 158
چوتھا اعتراض ---------- 160
جواب ---------- 160
پانچواں اعتراض ---------- 168
جواب ---------- 168
چھٹا اعتراض ---------- 176
جواب ---------- 176
ساتواں اعتراض ---------- 187
جواب ---------- 187

تحقیق واضافات/195

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضب ناک ہونا اور زہری کا ادراج ---------- 197
مسئلہ کی وضاحت ---------- 197
ادراج کا مطلب ---------- 199
اعتراض ---------- 200
ہمارا جواب ---------- 200
پہلی دلیل: اکثر متون حدیث میں لفظ قال کا ذکر نہ ہونا ---------- 201

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

کیا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا حضرت ابوبکر و عمر کو بد دعا کرنا سنداً صحیح ہے؟ ---------- 214
سوال ---------- 214
مختصر جواب ---------- 214
مفصل جواب ---------- 215
حضرت فاطمہؑ کے غسل و کفن میں جناب ابوبکر کی بیوی کا شریک ہونا اور ابوبکر کا جنازہ میں نہ ہونا۔ 225
امیر المومنینؑ کا حضرت عمر سے کراہت رکھنا ---------- 228
مخالفین کے شبہات کا متن ---------- 229
شبہات کی تحلیل اور تحقیق ---------- 232
دوسرا شبہہ: لفظ کراہت کا مفہوم: لغت اور استعمال عرب کے اعتبار سے ---------- 233
3: تیسرا شبہہ: امیر المومنینؑ کی جناب ابوبکر سے بیعت اور ان سے محبت کا دعویٰ -------- 242
چوتھا شبہہ: حضرت امام علیؑ کا فقط ایک مومن فقیہ ہونا ---------- 243
پانچواں شبہہ: حضرت امام علیؑ کی خلفاء کی مدح کرنا ---------- 244
کیا شیعہ کتب میں درج ہے کہ انبیاء وراثت نہیں رکھتے؟ ---------- 245
خلیفہ دوم کی جناب زہراء سلام اللہ علیہا کا گھر جلانے کی دھمکی دینا اور خلیفہ اول کا نماز جنازہ پڑھانا حقیقت یا افسانہ؟ ---------- 248
جناب ابوبکر کا جسد حضرت زہراؑ پر نماز پڑھانا: حقیقت یا افسانہ؟ ---------- 278
امام علیؑ کا ابوجہل کی بیٹی کے لئے خواستگاری کرنا ---------- 289
کتاب سلیم بن قیس الہلالی پر مختصر کلام ---------- 316
مولا علیؑ نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک واپس کیوں نہیں لیا؟ ---------- 330
علمائے اہلسنت و باشعور عوام اہلسنت سے ہمارے چند سوالات ---------- 335
1۔ پہلا سوال ---------- 335
۲۔ دوسرا سوال ---------- 337
۳۔ تیسرا سوال ---------- 337

عرض ناشر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن سے محبت کا حکم دیا اور جن کی ولایت کے بغیر تمام اعمال رائیگاں ہیں وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی ذوات مطہرات ہیں۔ مگر دنیا کی سب سے مظلوم ہستیاں بھی یہی ہیں جو کسی کافر یا مشرک کے نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ظلم کا نشانہ بنی۔ امت میں ان پر سب سے زیادہ ظلم ان لوگوں نے کیے جنہوں نے رسول خداﷺ کی وصیت اپنے کانوں سے سنی اور مقام اہل بیت علیہم السلام کو رسالت مآبﷺ کی زبانی سماعت کیا۔ مگر اتمام حجت کے باوجود بھی ان لوگوں نے اہل بیت علیہم السلام کو قتل کیا اور حرمت آل اطہار علیہم السلام کا ذرا پاس نہ رکھا۔ مظلومیت کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور اہل بیت علیہم السلام کے قاتلین وظالمین کو آج بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ انہیں مقتدیٰ و پیشوا بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

ایسے میں غیرت ایمانی و اسلامی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا کا تقاضہ یہ ہے کہ آل محمد علیہم السلام پہ ظلم کرنے والوں کو بے نقاب کیا جائے خواہ ان کا تعلق کسی بھی دور سے کیوں نہ ہو اور حق آل اطہار کو واضح و روشن کیا جائے تاکہ تمام غیر شیعہ حضرات پر اتمام حجت ہو سکے۔

اسی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے ادارہ دار الصدیقہ علیہا السلام کا قیام عمل میں آیا اور آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ کتاب ادارہ کی دوسری پیش کش ہے۔ یہ کتاب سیدہ کونین علیہا السلام کی مظلومیت اور سانحہ شہادت کے متعلق کیے جانے والے بھونڈے اور بے تکے اعتراضات کا علمی و تحقیقی رد ہے جس کو ایک ایرانی محقق جناب قربان دامنابی حفظہ اللہ نے تحریر فرمایا اور برادر عزیز سید شہباز اصفہانی نے اس کے ترجمہ اور اضافات کی ذمہ داری نبھائی ہے۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

کتاب دو حصوں میں مشتمل ہے پہلے حصہ میں کتاب کا ترجمہ ہے نیز کچھ مقامات پر مترجم کی جانب سے بعض حواشی لگائے گئے ہیں۔

دوسرا حصہ سید شہباز اصفہانی صاحب کی تحقیقات پر مشتمل ہے اور ان شبہات کا رد ہے جو آج کل سوشل میڈیا پر اٹھائے جاتے ہیں۔

ہم اس علمی امانت کو مومنین کے سکون قلب اور مخالفین پر اتمام حجت کی خاطر پیش کر رہے ہیں خدا تعالی اس پر آشوب دور میں ادارہ کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمایا۔

خادم شیعان اہل بیت علیہم السلام

اراکین ادارہ داز الصدیقہ

پہلا حصہ

ترجمہ

سید شہباز اصفہانی

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

مقدمہ مؤلف

اب یہ امانت پلٹا لی گئی، گروی رکھی ہوئی چیز واپس لے لی گئی، لیکن میرا غم نہ ختم ہونے والا اور میری راتیں بے خواب رہیں گی، یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لیے بھی اسی گھر کو منتخب کرے جس میں آپؑ جلوہ گر ہیں۔

وہ وقت آگیا کہ آپؑ کی بیٹی آپؑ کو بتائیں کہ کس طرح آپؑ کی امت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لیے ایکا کر لیا۔ آپؑ ان سے تمام احوال دریافت کریں، یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں، حالانکہ آپؑ کو گزرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اور نہ آپؑ کے تذکروں سے زبانیں تھکی تھیں۔(1)

یہ دل سوز الفاظ امیرالمومنینؑ نے اس وقت ادا کیے جب آپ نے جگر گوشہ رسولؐ کو سپرد خاک کیا۔ وہ مظلومۂ عالم جس کا حق غصب کیا گیا، جس کے گھر کی حرمت پائمال کی گئی، جس کا فرزند سقط ہوگیا، اور جسے حملہ آوروں نے اس قدر زدوکوب کیا کہ وہ زخم لیے کچھ ہی عرصے میں دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

---

(1) الکافی ج 1، ص 458-459: فَلَقَد استُرجِعَتِ الوَدیعَةُ، وَ أُخِذَتِ الزَّهیدَةُ. أما خزني فسَرمَدٌ، وَ أما لَیلي فَمُسَهَّدٌ إلی أن یَختارَ الله لي دارَكَ الَّتي أنتَ بِها مُقیمٌ. وَ سَتُنَبِّئُكَ ابنَتُكَ بِتَضافُرِ أُمَّتِكَ عَلی هَضمِها فَأَحفِها السؤالَ وَ استَخبِرها الحالَ. هذا وَ لَم یَطُلِ العَهدُ وَ لَم یَخلُ مِنكَ الذِّكرُ۔

نیز بزرگ اہلسنت عالم دین محمد متولی شعراوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: تفسیر الشعراوی ج 19، ص 11831، متکب شاملہ/ ونذکر هنا ان الامام علیا رضی الله عنه حینما ذهب لیدفن فاطمه بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، رضی الله عنها وقف عند قبر رسول الله وقال۔ هذاوستخبرک ابنتک عن حال امتک وتضافرها علیٰ هضمها۔ فاصغها السوال، واستخبرها الحال، هذا ولم یخل منک الذکر۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

مظلومیت حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تلخ سانحہ کا شیعہ سنی عقائد سے گہرا تعلق ہے، کہ اگر کوئی امت کے افتراق اور مختلف فرقوں کے ظہور کے اسباب تک رسائی حاصل کرنے کے لیے تحقیق کرے، بلا شبہ سقیفہ تک جا پہنچے گا۔ جس کا سب سے نمایاں باب مظلومیت دختر رسول اللہ ﷺ ہے۔ در حقیقت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہی وہ سرخ لکیر اور فرقان ہیں جو حق کو باطل سے جدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کی شخصیت فرق و مذاہب کی کلامی ابحاث میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

اس کتاب کی ابتداء میں اہلسنت کی معتبر روایات سے جگر گوشۂ رسول ﷺ کے مقام و فضیلت کو ثابت کیا ہے جبکہ دیگر ابواب میں حقیر نے قاعدہ الزام[1] کے تحت اہلسنت کی معتبر روایات و مستند علماء کے اقوال سے مظلومیت سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا، غصبِ فدک، اور سیدہ علیہا السلام کے گھر پہ حملہ کو ثابت کیا ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے لئے آیت اللہ سید علی حسینی میلانی کی کتاب **"مظلومیت برترین بانو"** اور ولی عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ویب سائٹ کے مقالات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ سعی و کوشش سیدہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی خوشنودی کا سبب بنے گی۔

حسین قربانی دامنابی

(1) اہلسنت عالم ابن حزم اندلسی (متوفی 548ھ) لکھتے ہیں: شیعوں کے خلاف ہمارا اپنی ہی روایات سے احتجاج کرنا جنہیں وہ قبول نہیں کرتے، اسی طرح انکا ہم پر اپنی کتب سے روایات کو پیش کرنا جو ہمارے لیے حجت نہیں، اہمیت نہیں رکھتا۔ بلکہ فریقین کے لیے لازم ہے ان مطالب سے دلیل قائم کریں جن کی تصدیق فریق مخالف کرتا ہو۔ "الفصل فی الملل ج 4، ص78/ لا معنی لا حتجاجنا علیهم بروایاتنا فهم لا یصدقونا ولا معنی لاحتجاجهم علینا بروایاتهم فنحن لا نصدقها وإنما یجب أن یحتج الخصوم بعضهم علی بعض بما یصدقه الذی یقام علیه الحجة به.

مقدمۃ الکتاب

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی ابی القاسم المصطفی محمد و آله الطیبین الطاهرین و لعنة اللہ علی اعدائهم اجمعین.

خداوند متعال قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿قالَ اللهُ هذا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهارُ خالِدِينَ فِيها أَبَداً رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[1]

اللہ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی، ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں وہ تا ابد رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَ أَثابَهُمْ فَتْحاً قَرِيباً﴾[2]

بے شک اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے، پس جو ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو معلوم ہو گیا، لہٰذا اللہ نے ان پر سکون نازل کیا اور انہیں قریبی فتح عنایت فرمائی۔

(1) المائدۃ: 119

(2) الفتح: 18

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

﴿لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ يُوادُّونَ مَنْ حَادَّ اللهَ وَ رَسُولَهُ وَ لَوْ كانُوا آباءَهُمْ أَوْ أَبْناءَهُمْ أَوْ إِخْوانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمانَ وَ أَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهارُ خالِدِينَ فِيها رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ أُولئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[1]

آپ کبھی ایسے افراد نہیں پائیں گے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے (بھی) ہوں لیکن اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت بھی رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے اور اس نے اپنی طرف سے ایک روح سے ان کی تائید فرمائی ہے اور وہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں، آگاہ ہو جاؤ! اللہ کی جماعت ہی یقیناً کامیاب ہونے والی ہے۔

مذکورہ آیات نیز قرآن کی دیگر کئی آیات میں رضوان و رضایت خدا کا بیان ہوا ہے۔ خدا کیسے ناراض یا کیسے راضی ہوتا ہے؟ اس کی جانب قرآن کے حقیقی مفسر و عدلِ قرآن، امام جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالی جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے لیے کچھ اولیاء خلق فرمائے ہیں، جو ناراض بھی ہوتے ہیں اور خوشنود بھی، وہ مخلوق ہیں (خالق نہیں) اور ان کا ایک تدبیر کرنے والا (خدا) ہے۔ خدا نے ان کی رضا کو اپنی رضا اور ان کی ناراضگی کو اپنی ناراضگی قرار دیا ہے، کیونکہ اس نے انہیں اپنی جانب دعوت دینے والا اور رہنما قرار دیا ہے؛ اس وجہ سے ایسا ہوا کہ [ان کی خوشنودی خدا کی خوشنودی اور ان کی ناراضگی اس کی ناراضگی بن گئی]۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ حالات و کیفیات خدا پر بھی ویسے ہی طاری ہوتی ہیں جیسے اس کی مخلوقات پر ہوتی ہیں، لہٰذا اس کے وہی معنی ہیں جو بیان کیے گئے ہیں۔ نیز خدا (حدیثِ قدسی میں) ارشاد فرماتا ہے: "جس نے میرے کسی ولی کی اہانت کی، درحقیقت اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا ہے اور مجھے جنگ کی دعوت دی ہے۔" ایسے ہی

(1) المجادلہ: 22

(قرآن میں) ارشاد فرماتا ہے: "جس کسی نے رسول کی اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی۔" (نساء:80) نیز فرمایا: "جو تیری بیعت کر رہے ہیں دراصل وہ خدا کی بیعت کر رہے ہیں۔" (فتح:10)..... یہی حال رضا اور غضبِ الٰہی کا بھی ہے اور اس جیسی دیگر اشیاء کا بھی...[1]

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

ان اللہ یغضب لغضبك و یرضی لرضاك۔

اے فاطمہ! بے شک اللہ تیرے غضب ناک ہونے سے غضب ناک اور تیرے راضی ہونے سے راضی ہوتا ہے۔[2]

ان آیات و روایات کا نتیجہ یہ رہا کہ خدا کی رضایت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جس سے اس کے اولیاء راضی ہوں۔ اس کے اولیاء میں سب سے افضل و اکمل رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہیں، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اپنی حدیث میں پیمانہ و معیارِ رضایت خدا جناب فاطمہ علیہا السلام کو بتاتے ہیں، پس جس سے جناب فاطمہ علیہا السلام راضی ہیں اس سے خدا راضی ہے اور جس نے آپ کو غضب ناک کیا ہے اس نے خدا اور رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو غضب ناک کیا ہے:

فاطمة بضعة منی، فمن اغضبها اغضبنی۔

فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے غضب ناک کیا اس نے مجھے غضب ناک کیا۔[3]

(1) معانی الاخبار: شیخ صدوق: باب معنی رضا عزوجل و سخطہ، حدیث 2.

(2) (المعجم الکبیر طبرانی: ج1، ص108، حدیث 182 طبع مکتبۃ ابن تیمیہ، قاہرہ) مذکورہ طباعت کے محقق حمدی عبد المجید السلفی لکھتے ہیں: "اس کتاب کے اصلی حاشیے میں موجود ہے، (یعنی خود طبرانی نے لکھا ہے): یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، متعدد طریق سے علیؑ سے نقل ہوئی ہے، حارث نے اسے علیؑ سے مرسلاً نقل کیا ہے اور یہ حدیث بہترین چیز ہے جسے میں نے دیکھا ہے اور یہ اسناد وہ صحیح ترین اسناد ہیں جنہیں میں نے پڑھا ہے۔" حاکم نیشاپوری نے بھی اسے مستدرک میں امام علیؑ سے نقل کیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے: "یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے نقل نہیں کیا۔" (مستدرک: ج3، ص167)۔ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ (اتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من اطراف العشيرة: ج11، ص345)۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (ج9، ص203) میں اس حدیث کے بارے میں "رواه الطبرانی و اسناده حسن" کہا ہے۔ صالحی شامی اس کی سند کے بارے کہتا ہے: "روی الطبرانی باسناد حسن"۔ (سبل الہدی و الرشاد: ج11، ص73)۔ سیوطی الشعور الباسمۃ فی مناقب السیدۃ فاطمۃؑ (ص73) میں اس کی سند کے بارے میں کہتا ہے: "و اخرج الطبرانی بسند حسن"۔

(3) صحیح بخاری: ج3، ص 1361.

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کو غضب ناک کرے اس نے انہیں اذیت دی ہے اور جو انہیں اذیت دے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے:

﴿وَ الَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (1)

اور جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَ رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ (2)

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے، اور اللہ نے ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مذکورہ آیات و روایات سے کتابِ ہذا کی افادیت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو رضوانِ الٰہی کا طلبگار نہ ہو؟ کون ہے جو خود کو مشقت میں ڈال کر اللہ کی رضایت حاصل کرنے کی سعی نہ کرتا ہو؟ کون ہے جسے "رضوان اللہ اکبر" کی منزل نہ چاہیے ہو؟ پس اگر ہر متدین شخص اسی چیز کی تلاش میں ہے، اہلِ معرفت پر رضائے رب تک پہنچنے کی راہ کی نشاندہی نیز اس کے موانع کھول کر بیان کرنا واجبِ شرعی و عقلی ہے۔

رضائے رب تک رسائی ان اولیاء کی محبت و پیروی کے بغیر ممکن نہیں جن کی رضا کو اس نے اپنی رضا قرار دیا ہے۔ نیز محبت و پیروی اسی وقت ممکن ہے جب اولیائے الٰہی کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کیا جائے۔ زیر نظر کتاب آپ کو مرکزِ رضائے رب بننے والے اولیائے الٰہی نیز ان کی دشمنی اختیار کرتے ہوئے غضب الٰہی کا شکار ہونے والے افراد کا بخوبی تعارف کرواتی ہے۔ تاکہ اما شاکرا و اما کفورا کی راہیں روشن اور حجت تمام ہو جائے اور یوں جو راہِ رحمن و اولیائے رحمن کا انتخاب کرے وہ قابلِ مدح و ستائش و ثواب قرار پائے اور جو راہِ شیطان و اولیائے شیطان کو چنے وہ قابلِ ذم و عذاب ٹھہرے۔

سید سبطین علی نقوی امروہوی

23 نومبر 2023، قم المقدس

(1) توبہ: 61

(2) احزاب: 57

ابتدائی کلمات

سنہ 2013ء میں کتاب "النصوص، اہلسنت منابع سے امام علیؑ کی ولایت پہ پانچ سو دلیلیں" اور خلافت و امامت کے موضوع پر اہلسنت منابع کی متعدد کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ روایات کی سندی بحث کو اہمیت نہیں دی گئی، جبکہ گزشتہ چند دہائیوں میں شیخ البانی جیسے محققین کے ظہور کے بعد انکی تضعیف سے صحاح ستہ کی روایات بھی محفوظ نہیں رہیں۔ اس لیے عملی طور کتب کو اپڈیٹ کیا جانا چاہیے۔

دوسرا خلا جسے پر کرنے کی ضرورت تھی یہ ہے کہ عوام کے لیے غیر عربی کتب کے عربی متن نہ ہونے کے سبب ان کے ماخذ تک رسائی بے حد مشکل تھی اس لیے ناچیز نے ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو اس تشنگی کو دور کر سکے۔ اس سلسلے میں روایات کی اسانید کی جانچ پڑتال کے لیے چند اہم امور انجام دیے گئے۔

1۔ روایات کی سند و استدلال کے متعلق محققین و علمائے اہلسنت کے آراء کی جمع آوری۔

2۔ جوامع الکلم کے احکام اور اسناد کے متعلق کی جانے والی تحقیق کے حوالہ جات (1)

(1) یہ فہرست 350 محققین و علمائے اہلسنت نے تیس سال کے عرصے میں مرتب کی۔ جس میں رواۃ حدیث کی درجہ بندی، احوال، انکے اساتذہ و شاگردان، اسناد کی تحقیق اور انکا حکم وغیرہ جمع کیا گیا ہے۔ اسے قطر کے محکمۂ اوقاف اور اسلام ویب کی ویب سائیٹ جو وہابیوں کی مرکزی ویب سائیٹ ہے نے جاری کیا۔ http://gp.islamweb.net/8080

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

3۔ روایت کے تمام طرق کو نقل کرنا، اس قاعدے کے پیش نظر کہ متعدد طرق سند کی تقویت کا سبب بنتے ہیں۔[1]

4۔ اختلافی موضوعات میں دقت و مکمل رجالی تحقیق کرنا۔

نیز مصادر تک رسائی کے لئے درج ذیل امور انجام دیئے۔

1۔ اسناد کو اہلسنت کے مرتب کردہ معتبر سوفٹ ویئر جامع الکبیر پر منطبق کیا۔

2۔ جن مقامات پر ہماری مورد استدلال کتاب جامع الکبیر میں موجود نہیں تھی وہاں اسناد کو مکتبہ شاملہ کی رسمی ویب سائیٹ سے منطبق کیا گیا ہے۔

3۔ وہ موارد جہاں ہماری مورد نظر کتاب الجامع الکبیر اور مکتبہ شاملہ دونوں میں موجود نہیں تھی وہاں اسناد کو پی ڈی ایف کے نسخوں پر منطبق کیا گیا ہے تاکہ قارئین باآسانی اسناد کی صحت کی تحقیق کر سکیں۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ موجودہ کتاب درحقیقت اس تحقیقی مواد کی (متعدد جلدوں میں سے) ایک جلد کے برابر ہے جو ہم نے جمع کیا ہے۔

آخر میں ان تمام افراد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں مدد کی، خصوصاً موسسۂ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، آیت اللہ سید محمد حسینی قزوینی، اساتذہ کرام حجت الاسلام محمد جواد ابوالقاسمی اور سید محمد یزدانی کا، جن کی شاگردی میں کئی سال کسب علم کیا۔

(1) ابن تیمیہ لکھتا ہے: متعدد طرق میں بعض احادیث بعض دیگر کی تقویت کا باعث بنتی ہیں یہاں تک کہ اس حدیث کی وثاقت کا یقین حاصل ہوجائے چاہے ان کے راویان فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہوں۔ تعدد الطرق وكثرتها يقوى بعضها بعضًا حتىٰ قد يحصل العلم بها ولو كان الناقلون فجارا فساقا۔ کتب ورسائل وفتاویٰ شیخ السلام ابن تیمیہ۔ ج18، ص26۔ نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام نووی شرح مہذب میں کہتے ہیں کہ ایسی روایت جو مختلف اسناد سے نقل ہوئی ہوں چاہے اسکے روات ضعیف ہی کیوں نا ہوں، قابل احتجاج ہے۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ صحابہ سے جو مختلف اسناد کے ساتھ روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے بعض، بعض دیگر کی تقویت کا باعث بنتی ہیں اگرچہ ان میں سے ہر ایک حدیث ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ "و قال النووي في (شرح المهذب): إن الحديث إذا روى من طرق ومفرداتها ضعاف يحتج به، على أنا نقول: قد شهد لمذهبنا عدة أحاديث من الصحابة بطرق مختلفة كثيرة يقوى بعضها بعضا، وإن كان كل واحد ضعيفا. عمدة القاري ج، 3 ص 307

پہلا باب

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مقام و منزلت

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

Composed by Ali Aown Raza

دختر پیغمبر ﷺ کے فضائل و مناقب پہ مشتمل بے شمار ایسی روایات جو سیدہ طاہرہ ؑ کی عظمت اور ان کی تمام عالم کی خواتین پر برتری پر دلالت کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوئی ہیں، اور شیعہ سنی دونوں مکاتب فکر کے افراد نے ان روایات کو جمع کر کے کتب تحریر کی ہیں۔ ان فضائل میں سورہ کوثر و سورہ انسان، آیت مباہلہ [1]، آیت تطہیر [2]، آیت مودت [3]، حدیث ثقلین [4]، حدیث سفینہ [5] و امان [6] قابل ذکر ہیں۔ البتہ چونکہ اس کتاب کا موضوع سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب نہیں اس لیے ہم اختصار کے ساتھ اہلسنت کی چند معتبر روایات کو نقل کر رہے ہیں تاکہ جگر گوشۂ رسولؐ کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا جا سکے اور دنیا جان لے کہ کس کا حق غصب ہوا۔۔ اور کس کے گھر پہ حملہ کیا گیا۔۔۔!

1۔ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا جنتی خواتین کی سردار

اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

"فاطمہ سلام اللہ علیہا اس حال میں تشریف لائیں کہ انکی چال ہو بہو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھی، رسول اللہ ﷺ نے انکا استقبال کیا اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر انکے کان میں کچھ فرمایا جسے سن کر

---

(1) آل عمران: 61

(2) احزاب: 33

(3) شوری: 23

(4) إِنِّی تَارِکٌ فِیکُمْ أَمْرَینِ إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا: کِتَابَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ أَهْلَ بَیتِی عِتْرَتِی

(5) إِنَّمَا مَثَلُ أَهْلِ بَیتِی فِیکُمْ کَمَثَلِ سَفِینَةِ نُوحٍ، مَنْ دَخَلَهَا نَجَی، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

(6) النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّمَاءِ وَ أَهْلُ بَیتِی أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

فاطمہ سلام اللہ علیہا گریہ کرنے لگیں۔ میں نے گریہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ انکے کان میں کچھ فرمایا جسے سن کر فاطمہ سلام اللہ علیہا ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا آج سے پہلے کبھی غم و شادمانی کو اس طرح باہم نہیں دیکھا، پس رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کے متعلق استفسار کیا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشا نہیں کرونگی۔ رحلت پیغمبر ﷺ کے بعد میں نے دوبارہ اس متعلق سوال کیا۔ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اہلبیت میں آپؑ وہ پہلی ہستی ہیں جو مجھ سے ملحق ہونگی، یہ سن کر میں رونے لگی، پھر فرمایا کیا آپؑ اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ آپ جنتی خواتین کی سردار ہیں؟ یہ سن کر میں مسکرادی۔[1]

بخاری ایک اور جگہ روایت کرتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔[2]

2۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا جنت کی چار برترین خواتین میں سے

"جنت کی چار افضل خواتین: خدیجہؑ بنت خویلد، فاطمہؑ دختر پیغمبر ﷺ، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون ہیں۔"[3]

(1)صحيح البخاري ج 3، ص 1326، ح 3426، عن عائشة رضي الله عنها قالت أقبلت فاطمة تمشي كأن مشيتها مشي النبي صلى الله عليه وسلم فقال النبي صلى الله عليه وسلم مرحبا بابنتي ثم أجلسها عن يمينه أو عن شماله ثم أسر إليها حديثا فبكت فقلت لها لم تبكين ثم أسر إليها حديثا فضحكت فقلت ما رأيت كاليوم فرحا أقرب من حزن فسألتها عما قال فقالت ما كنت لأفشي سر رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى قبض النبي صلى الله عليه وسلم فسألتها فقالت أسر إلي إن جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة وإنه عارضني العام مرتين وال أراه إال حضر أجلي وإنك أول أهل بيتي لحاقا بي فبكيت فقال أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المؤمنين فضحكت لذلك

(2)صحيح البخاري ج 3، ص 1360، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنقبة فاطمةعليها السالم بنت النبي صلى الله عليه وسلم وقال النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة سيدة نساء أهل الجنة

(3)سلسلة االحاديث الصحيحة، ج 4، ص 13، ح 1580،مكتبہ شاملہ: أفضل نساء أهل الجنة خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و مريم بنت عمران و آسية بنت مزاحم امرأة فرعون

محمد ناصر الدین البانی نے اس روایت کو صحیح احادیث میں شمار کیا۔

3۔ جگر گوشۂ رسول ﷺ

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات کے مطابق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ ﷺ کے وجود کا حصہ ہیں۔ صحیح بخاری میں درج ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے وجود کا حصہ ہیں، پس جس نے بھی انہیں غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔[1]

صحیح مسلم میں درج ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں، جس نے بھی انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔[2]

4۔ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خوشنودی خدا کی خوشنودی

امام طبرانی اور حاکم نیشاپوری روایت نقل کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: خداوند آپ کے غضب سے غضبناک اور آپ کی رضا سے راضی ہوتا ہے۔[3]

اس روایت کو حاکم نیشاپوری[4] زرقانی[1] اور حمدی سلفی[2] (محقق کتاب طبرانی) نے درست مانا ہے۔ نیز سیوطی[3] اور ہیثمی[4] نے حسن درجے کی روایات میں شامل کیا ہے۔

(1)صحيح البخاري ج 3،ص 1374-ح 3556- أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فاطمة بضعة مني فمن أغضبها أغضبني

(2)صحيح مسلم ج4، ص 1903، ح 2449- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما فاطمة بضعة مني يؤذيني ما آذاها

(3)قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لفاطمة رضي الله عنها أن الله يغضب لغضبك ويرضى لرضاك

(4)المستدرك على الصحيحين ج3، ص 167-ح 4730- قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

5۔ روز قیامت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہونا

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کی جو خود اسکے اور شمس الدین ذہبی کے نزدیک درست ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دختر نیک اختر سے ملاقات کے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے فاطمہؑ! آپ میں اور یہ جو سو رہے ہیں (یعنی علیؑ) اور حسنؑ و حسینؑ جنت میں ایک ہی مقام پر ہونگے۔[5]

6۔ حضرت عائشہ کا اعتراف

دلچسپ بات یہ ہے فضائل حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا پہ مشتمل اہلسنت منابع میں موجود معتبر روایات حضرت عائشہ سے مروی ہیں جن میں سے بطور نمونہ چند روایات درج ذیل ہیں۔

1۔ رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنا

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ جس کو شمس الدین ذہبی نے بھی صحیح قرار دیا ہے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

(1)شرح الزرقاني على المواہب اللدنية، ج4،ص 331- مكتبہ شاملہ / قال الزرقانی: أخرجہ الطبراني في الأوسط بسند صحيح على شرط الشيخين

(2)المعجم الكبير ج 1، ص 108- ح 182- پی ڈی ایف/ قال حمدی السلفی : ھذا حدیث صحیح الإسناد

(3)النثور الباسمة، ص 55، مكتبہ شاملہ / قال السيوطی: أخرج الطبرانی بسند حسن

(4)مجمع الزوائد ج 9، ص 203- قال الهيثمی: رواہ الطبراني وإسناده حسن

(5)المستدرك على الصحيحين ج 3، ص 147، ح 4664، ثنا أبو سعيد الخدري رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على فاطمة رضي الله عنها فقال أني وإياك وهذا النائم يعني عليا وهما يعني الحسن والحسين لفي مكان واحد يوم القيامة هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه

میں نے گفتار و رفتار میں فاطمہؑ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے کسی کو مشابہ نہیں پایا، وہؑ جب بھی تشریف لاتیں آپؐ کھڑے ہوجاتے، انکے ہاتھوں کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنے پہلو میں بٹھاتے۔[1]

2۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عمرو بن دینار حضرت عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

فاطمہ سلام اللہ علیہا سب سے افضل ہیں سوائے اپنے والد رسول اللہ ﷺ کے۔ اس روایت کو طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الاوسط میں نقل کیا اور اسکی سند کو بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق درست قرار دیا ہے۔[2]

3۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے سچی۔

حاکم نیشاپوری اپنی سند سے جس کو شمس الدین ذہبی نے بھی صحیح قرار دیا ہے حضرت عائشہ سے روایت نقل کرتا ہے کہ: یحیٰ بن عباد اپنے والد (عباد) سے نقل کرتا ہے کہ جب عائشہ کے سامنے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے کہا: میں نے فاطمہؑ سے زیادہ کسی کو سچا نہیں پایا سوائے انکے والد کے۔[3]

(1)المستدرک على الصحيحين ج3، ص 167، ح 4732- عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها أنها قالت ما رأيت أحدا كان أشبه كلاما وحديثا من فاطمة برسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت إذا دخلت عليه رحب بها وقام إليها فأخذ بيدها فقبلها وأجلسها في مجلسه هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

(2)الصابہ في تمييز الصحابہ ج 8، ص 55، ح 11583- عن عمرو بن دينار قالت عائشة ما رأيت قط أحدا أفضل من فاطمة غير أبيها أخرجه الطبراني في ترجمة إبراهيم بن هاشم من المعجم الوسط وسنده صحيح على شرط الشيخين إلى عمر

(3)المستدرك على الصحيحين ج 3، ص 175، ح 4756- قال الذهبي: على شرط مسلم / عن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها أنها كانت إذا ذكرت فاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم قالت ما رأيت أحدا كان أصدق لهجة منها إل أن يكون الذي ولدها هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

دوسرا باب

حقائق میں تحریف وخیانت

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

بلاشبہ اس سانحہ کے اثرات ہمیں بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں کہ جسکی وجہ بغض وکینہ کے سبب کتب میں کی جانے والی واضح تحریفات اور خیانتیں ہیں۔ خلفا کی جانب سے تدوین حدیث پر عائد کی گئی سخت پابندیوں کے باعث کسی کے اندر حدیث لکھنے کی جرأت نہ تھی نیز یہ کام حکومت کی سرپرستی میں انجام پاتا تھا۔

ان حالات میں اگر کسی کے پاس روایات ہوتیں تب بھی وہ انہیں نقل کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس مسودہ کی صورت میں احادیث کا مجموعہ ہوتا تو اسے اس سے ضبط کرکے نابود کر دیا جاتا یا پھر صاحب کتاب خود اس کتاب کو مخفی رکھتا تاکہ کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہو۔[1]

احادیث کی تدوین پر ممانعت کا یہ سلسلہ خلفاء کے دور سے عمر بن عبدالعزیز (99ھ) کے دور تک جاری رہا۔

ہم چند ایسے موارد ذکر کرتے ہیں جس سے قارئین کے لیے یہ موضوع واضح و روشن ہو جائے گا۔

شمس الدین ذہبی: بہتر ہے کہ مطاعن صحابہ کی روایات کو مخفی یا نابود کر دیا جائے۔

شمس الدین ذہبی جو مایہ ناز علماء اہل سنت میں سے ہے، راقم ہے:

میں کہتا ہوں: جب واضح ہو جائے کہ ہمارے بزرگان کا کلام ہوا پرستی و تعصب پر مبنی ہے، تو ضروری ہے کہ اسکی پرواہ نہ کی جائے بلکہ ایسی روایات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے انہیں بیان نہیں کرنا چاہیے، جیسا کہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو معاملات اور جنگیں رہیں، (خدا ان سب سے راضی ہو) ان سے روگردانی کی جائے کہ اب بھی بعض جلدوں اور کتب میں ان کے اثرات مذکور ہیں البتہ زیادہ تر منقطع وضعیف ہیں اور بعض چیزیں جھوٹ پر مبنی ہیں۔

---

(1) کتاب مظلومیت برترین بانو، اثر آیت اللہ سید علی حسینی میلانی

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

بس جو ہمارے اور علماء کے پاس ہے یہی کچھ ہے، اس لیے بہتر و مناسب یہی ہے کہ ایسی چیزوں کو مخفی رکھا جائے بلکہ سرے سے نابود کر دیا جائے تاکہ لوگوں کے دل صحابہ کی نسبت صاف رہیں اور صحابہ کی محبت میں اضافہ ہو نیز ایسی چیزوں کی پردہ پوشی کرنا تمام لوگوں اور علماء پر واجب ہے۔

کسی منصف مزاج ہوائے نفس سے عاری عالم کو بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ان مطالب کا خلوت میں مطالعہ کرے مگر اس شرط کیساتھ کہ ان لوگوں کے لیے استغفار کرے جیساکہ خداوند متعال نے ہمیں سکھایا ہے۔[1]

اسلام ویب سائٹ کا فتوی

اسلام ویب نے جو وہابیت کے فتاویٰ کی مرکزی سائٹ ہے اس موضوع کی واقعیت پر تصریح کرتے ہوئے کچھ علمائے اہل سنت کے کلام کو ذکر کیا ہے۔

صحابہ کے زمانہ میں جو بھی ان کے مابین جنگیں اور تنازعات رہے وہ انکے اجتہاد کی بنا پر تھا اور ہم پر واجب ہے ہم انکے اختلافات پر سخن گوئی کرنے سے باز رہتے ہوئے اپنے دلوں پر انکی محبت کو مسلط رکھیں اور ان کی مدح سرائی کریں نیز ان میں سے کسی پر اعتراض نہ کریں، اور جیساکہ ہم ان کی فضیلت کو جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں وہ سب معصوم نہ تھے لہذا جو بھی ان سے خطائیں سرزد ہوئیں وہ ان کا اجتہاد تھا اور قابل بخشش ہے ان شاءاللہ۔۔۔[2]

---

(1)سير أعلام النبلاء ج 10 ص 92 قلت كلام الأقران إذا تبرهن لنا أنه بهوى وعصبية لا يلتفت إليه بل يطوى ولا يروى كما تقرر عن الكف عن كثير مما شجر بين الصحابة وقتالهم رضي الله عنهم أجمعين وما زال يمر بنا ذلك في الدواوين والكتب والأجزاء ولكن أكثر ذلك منقطع وضعيف وبعضه كذب وهذا فيما بأيدينا وبين علمائنا فينبغي طيه وإخفاؤه بل إعدامه لتصفو القلوب وتتوفر على حب الصحابة والترضي عنهم وكتمان ذلك متعين عن العامة وآحاد العلماء وقد يرخص في مطالعة ذلك خلوة للعالم المنصف العري من الهوى بشرط أن يستغفر لهم كما علمنا الله تعالى

(2)رقم الفتوى: 214609 الأربعاء 17 رمضان 1434 - 24-7-2013 فإن ما وقع في عهد الصحابة من القتال كان باجتهاد منهم، والواجب علينا أن نكف عما شجر بينهم، وأن نعتقد قلوبنا على محبتهم، ونطلق السنتنا بالثناء عليهم وعدم تنقص أحد منهم، مع معرفة الفضل للفاضل، مع

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس کے بعد سائٹ نے 'ابن زید قیروانی، امام نووی، ابن تیمیہ اور قرطبی وغیرہ کے کلام سے استناد کیا ہے۔

ابن العربی: جو صحابہ کے درمیان اختلافات کو نقل کرے یا تو وہ کوئی جاہل مفکر ہے یا بدعتی و حیلہ گر ہے۔

محمد بن عبداللہ ابوبکر بن العربی (متوفی 543ھ) بیان کرتے ہیں:

جاہل مفکر اور مکار و بدعت گزار شخص معاشرہ کی سخت و ناگوار ترین چیزوں میں سے ایک ہے۔ جیسا کہ ابن قتیبہ دینوری کہ جس نے اپنی کتاب الامامۃ و السیاسۃ میں (اگر اسکی کتاب کے تمام مطالب کی نسبت اس کی جانب درست ہو) صحابہ کے متعلق (پردہ پوشی) کی رسم کا پاس نہیں رکھا اور صحابہ کرام کے متعلق ایسی چیزوں کو نقل کیا ہے جن کو بیان کرنا جائز نہ تھا۔[1]

ابن حجر ہیثمی: مشاجرات صحابہ کے بیان سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

ابن حجر بیان کرتے ہیں:

جو کچھ ہم نے بیان کیا اس بنا پر مشاجرات صحابہ کے متعلق گفتگو سے ممانعت کا معنی سمجھ جانا چاہیے، کہ مشاجرات صحابہ پر گفتگو سے پرہیز کرنا واجب ہے بالخصوص جب عوام کے اندر (انہیں سننے کا) میلان پایا جاتا ہو۔ بعض محدثین جنہوں نے اس حوالے سے کتب لکھی ہیں جن میں سے ایک ابن قتیبہ دینوری ہیں باوجود اسکے کہ قضاوت کے عہدہ کے سزاوار تھے (اپنی کتاب الامامہ السیاسہ) میں مشاجرات صحابہ پر مبنی مطالب کو نقل کر گئے، جو کہ نہیں کرنا

القطع بأنهم كانوا غير معصومين، ولكن ما يقع منهم من الخطأ هو باجتهاد مغفور - إن شاء الله

(1) العواصم من القواصم ج 1 ص 261-262 ومن اشد شيء على الناس جاهل عاقل أو مبتدع محتال فأما الجاهل فهو ابن قتيبة فلم يبق ولم يذر للصحابة رسما في كتاب الامامة والسياسة ان صح عنه جميع ما فيه وكالمبرد في كتابه الأدبي... واما المبتدع المحتال فالمسعودي فإنه بها يأتي منه متاخمة الالحاد فيما روى من ذلك ... ويذكر عنه مالا يجوز نقله

چاہیے تھا یا کم از کم اہل سنت قواعد کے مطابق ان مطالب کی وضاحت کرتے تاکہ پڑھنے والا جاہل و اہل بدعت نہ رہے۔[1]

ابن صلاح: مشاجراتِ صحابہ کو بیان کرنا کتاب کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

ابن صلاح لکھتا ہے:

جیسا کہ ہم صحابہ کرام کی معرفت رکھتے ہیں (کہ خدا ان سب سے راضی ہو) اور یہ ایک اہم و وسیع علم ہے جس پر لکھی جانے والی بہت سی کتب میں سے ایک مفید اور عمدہ کتاب ابن عبد البر کی 'الاستیعاب' ہے ماسوا اس اعتراض کے کہ کتاب میں نقل کردہ زیادہ تر مطالب مشاجرات صحابہ پر مشتمل ہیں۔[2]

معلمی یمانی: اگر روایت مذہب اہل سنت کے مخالف ہو تو علماء اس میں تحریف کر دیتے ہیں۔

معلمی یمانی (جسے ذہبی نے اپنے ہم عصر افراد میں ذکر کیا ہے) بیان کرتے ہیں:

اگر کوئی علمائے مذاہب (علماء اہل سنت) کے حالات میں غور و فکر کرے تو تحقیق کے بعد اس پر آشکار ہو جائے گا کہ ان علماء میں سے اکثریت کی حالت اصبغ سے بھی بدتر ہے، یہ لوگ ظاہر حدیث کو قبول کرنے اور صحیحین کی عظمت کے قائل ہیں، حتیٰ کہ ہمارے معاصرین میں سے متعدد افراد کا یہ کہنا ہے کہ وہ حدیث جو صحیحین یا اس کے جیسی کسی دوسری کتاب میں نقل

(1) تطهير الجنان و اللسان، ص 151 پی ڈی ایف / وقد علمت مما قدمته في معنى الإمساك عن ذلك، أن عدم الإمساك ابتا أن يكون واجباً لا سيما مع ولوع العوام به، ومع تأليف صدرت من بعض المحدثين كابن قتيبة مع جلالته القاضية بانه كان ينبغي له أن لا يذكر تلك الظواهر، فإن أبى إلا ذكرها فليبين جريانها على قواعد أهل السنة، حتى لا يتمسك مبتدع أو جاهل بها.

(2) مقدمة ابن الصلاح ج 1 ص 291 النوع التاسع والثلاثون: معرفة الصحابة رضي الله عنهم أجمعين : هذا علم كبير قد الف الناس فيه كتبا كثيرة ومن احلاها وأكثرها فوائد كتاب الاستيعاب لابن عبد البر لولا ما شانه به من إيراده كثيرا مما شجر بين الصحابة

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ہوئی ہو تو اس کی صحت قطعی و حتمی ہے، لیکن جب ان کے لیے کوئی ایسی حدیث لائی جائے جو .

ان کے مذہب کے مخالف ہو تو یہ لوگ اس میں بہت بری طرح تحریف کر دیتے ہیں۔[1]

سلام بن ابی مطیع کے توسط سے مطاعن صحابہ پر مشتمل روایات کو آگ لگانا:

درج ذیل عبارت نہایت اہمیت کی حامل ہے (قارئین کرام غور فرمائیں)

ابوبکر خلال (متوفی 311ھ) اپنی کتاب السنہ میں اس روایت کو نقل کرتے ہیں جبکہ کتاب کے محقق ڈاکٹر عطیہ الزہرانی نے اس روایت کی سند کی تصحیح کی ہے۔

ابو عبداللہ احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: سلام بن ابی مطیع نے ابو عوانہ کی کتاب کہ جس میں) مطاعن (صحابہ کا ذکر تھا، کو لیا اور اس میں موجود اعمش کی روایات کو آگ لگا دی۔[2]

احمد بن حنبل کا مطاعن صحابہ کی روایات کو آگ لگانے کا حکم

ابوبکر خلال نے اس حوالے سے چند روایات کو نقل کیا ہے جنہیں اس کتاب کے محقق نے صحیح قرار دیا ہے۔

پہلی روایت

احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: سلام بن ابی مطیع ایوب و آدم صالحی کے معتمد علیہ اصحاب میں سے تھا۔ ابو عوانہ نے پیغمبر ﷺ کے اصحاب کے عیوب پر ایک کتاب لکھی جو افتاد و مصیبت پر مبنی تھی۔ پس

(1) التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل، ج1، ص 419 بی ڈی ایف / ومن تأمل حال كثير من علماء المذاهب رأى أن كثيراً منهم قد تكون حالهم عند التحقيق شراً من حال أصبغ وذلك أنهم يظهرون التدين بقبول الحديث وتعظيم (الصحيحين) ويزيد بعضهم حتى من أهل عصرنا هذا فيقول: إن الحديث إذا كان في (الصحيحين) أو أحدهما فهو مقطوع بصحته، فإذا جاءوا إلى حديث مخالف لمذهبهم حرفوه أقبح تحريف

(2)- السنة للخلال ج 3 ص 509 ح 818 أخبرني موسى بن حمدون قال ثنا حنبل قال سمعت أبا عبدالله يقول كان سلام بن أبي مطيع أخذ كتاب أبي عوانة الذي فيه ذكر أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فأحرق أحاديث الأعمش تلك إسناده صحيح

سلام بن مطیع آیا اور کہا: اے ابو عوانہ یہ کتاب مجھے دے دو، لہذا میں نے کتاب اس کے حوالے کی جس کے بعد سلام نے اس کتاب کو آگ لگا دی۔[1]

دوسری روایت

ابوبکر مروذی کہتا ہے کہ میں نے احمد ابن حنبل سے کہا: صاحبان احادیث میں سے ایک شخص سے میں نے ایک کتاب بطور امانت لی ہے جس میں ایسی احادیث درج ہیں جو درست نہیں۔۔ آپ کی نظر میں کیا میں اس میں تحریف کروں یا اسے پارہ پارہ کر دوں؟ (عربی متن میں 'احرقہ' آگ لگانے کے معنی میں ہے)

احمد نے کہا: ہاں۔۔

سلام بن مطیع نے ابو عوانہ سے کتاب لی جس میں اصحاب کی بداعمالیاں درج تھیں پس سلام نے کتاب کو آگ لگا دی۔ مروزی کہتا ہے: میں نے احمد سے کہا اس کتاب کو آگ لگا دوں۔۔؟

احمد نے کہا: جی ہاں[2]

تیسری روایت

فضل بن زیاد کہتا ہے: میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل سے سنا کہ ایک مرد نے انہیں کتاب دی جس میں اصحاب کے قبیح اعمال درج تھے۔۔ پس جب احمد بن حنبل نے اس کا مطالعہ کیا تو کہا: کوئی پست انسان ہی ان روایات کو جمع کرے گا۔

(1) السنة للخلال ج 3 ص 510 ح 820 وأخبرنا عبدالله بن أحمد قال سمعت أبي يقول سلام بن أبي مطيع من الثقات من أصحاب أيوب وكان رجلا صالحا حدثنا عنه عبدالرحمن بن مهدي ثم قال أبي كان أبو عوانة وضع كتابا فيه معايب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وفيه بلايا فجاء إليه سلام بن أبي مطيع فقال يا أبا عوانة أعطني ذلك الكتاب فأعطاه فأخذه سلام فأحرقه إسناده صحيح

(2) السنة للخلال ج 3 ص 510 ح 821 أخبرنا أبو بكر المروذي قال قلت لأبي عبدالله عبد الله استعرت من صاحب حديث كتابا يعني فيه الأحاديث الرديئة ترى أن أحرقه أو أخرقه قال نعم لقد استعار سلام بن أبي مطيع من أبي عوانة كتابا فيه هذه الأحاديث فأحرق سلام الكتاب قلت فأحرقه قال نعم إسناده صحيح

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

نیز احمد بن حنبل کہتا ہے: مجھ تک سلام بن مطیع سے خبر پہنچی ہے کہ وہ ابو عوانہ کے پاس گیا اور اس کتاب کو اس سے بطور امانت لیا جس میں اعمش کی روایات تھیں، جو اس نے ابو عوانہ کو دی تھیں، میں نے اسے آگ لگا دی۔ جس پر ایک شخص نے احمد سے کہا: امید کرتا ہوں یہ چیز اس کے لیے کسی گناہ کا سبب نہ بنے ان شاء اللہ۔

احمد بن حنبل نے کہا: نہیں بلکہ یہ چیز اسکے لیے باعث اجر و ثواب ہے۔

اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔[1]

عبد الرزاق بن ہمام کی مطاعن صحابہ کی روایات نہ لکھی گئیں:

ابن عدی اپنی کتاب الکامل فی الضعفا کے آخری حصہ میں عبد الرزاق صنعانی (اسماعیل بخاری کے استاد) کے احوال میں لکھتے ہیں:

صنعانی کے پاس روایات کا کثیر ذخیرہ تھا، علمائے اسلام اور مسلمانوں کے قابل اعتماد پیشواؤں نے تدوین احادیث کے لیے اس کی طرف سفر کیا لیکن خوف کے باعث اس سے روایات نقل نہیں کیں۔ نیز انکو تشیع کی طرف نسبت دی اور چونکہ اس نے فضائل کی روایات نقل کی ہیں لہذا کوئی ثقہ راوی انکی منقولات سے موافق نہ تھا اور یہ سب سے اہم دلیل ہے کہ اس کی روایات کو نقل نہ کیا جائے۔

اگرچہ اس نے دوسروں کے عیوب و نقائص پر مشتمل روایات بھی نقل کی ہیں جنہیں میں نے یہاں ذکر نہیں کیا لیکن میں امید کرتا ہوں ان کی صداقت کے متعلق شک نہ کیا جائے گا۔ ان کے متعلق جو بات مشہور ہے وہ یہ کہ اہل بیت کے فضائل اور صحابہ کے عیوب پہ مشتمل روایات نقل کرتے ہیں۔[1]

(1) السنة للخلال ج 3 ص 511 ح 822 أخبرنا الحسن بن عبدالوهاب قال ثنا الفضل بن زياد قال سمعت أبا عبدالله ودفع إليه رجل كتابا فيه أحاديث مجتمعة ما ينكر في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحوه فنظر فيه ثم قال ما يجمع هذه إلا رجل سوء وسمعت أبا عبدالله يقول بلغني عن سلام بن أبي مطيع أنه جاء إلى أبي عوانة فاستعار منه كتابا كان عنده فيه بلايا مما رواه الأعمش فدفعه إلى أبي عوانة فذهب سلام به فأحرقه فقال رجل لأبي عبدالله أرجو أن لا يضره ذاك شيئا إن شاء الله فقال أبو عبدالله يضره بل يؤجر عليه إن شاء الله إسناده صحيح

معاویہ کے عیوب پر مبنی روایات جو اہل سنت علماء نے ضائع کر دیں

ملاحظہ کریں محدثین اہل سنت کی مطاعن پر مشتمل روایات کے متعلق پالیسی:

ابن حجر، راوی ابراہیم بن حکم بن ظہیر کوفی کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

ابو حاتم کہتے ہیں: وہ کذاب ہے کیونکہ معاویہ کے عیبوں پر مشتمل روایات نقل کرتا تھا اور جو روایات اس نے لکھیں ہم نے انہیں پھاڑ دیا۔[2]

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ جب اہل سنت محدثین کا معاویہ کے مطاعن پر مشتمل روایات کیساتھ یہ رویہ رہا ہے تو شیخین کے مظالم بالخصوص سیدہ کونین سلام اللہ علیہا کے حق میں انہوں نے جو جنایتیں روا رکھیں، ان روایات کو کیونکر باقی رہنے دیا گیا ہوگا؟

مطاعن شیخین پر اہل سنت عالم دین کی کتاب

ابن عدی، حافظ عبد الرحمن بن یوسف بن خراش کے شرح حال میں لکھتے ہیں:

میں نے عبدان سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: خراش نے شیخین کے عیوب و مطاعن پر دو جلدی کتاب لکھی اور بندار کے حوالے کی، نیز دو ہزار درہم کے عوض اسے کتاب سے نقل کرنے کی اجازت دی۔[3]

پس یہ دو جلدی کتاب کہاں ہے؟

ابن عدی مزید لکھتے ہیں: میں سمجھتا ہوں ابن خراش جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا۔[1]

(1) الكامل في ضعفاء الرجال ج 5 ص 315 ولعبد الرزاق بن همام أصناف وحديث كثير وقد رحل اليه ثقات المسلمين وأئمتهم وكتبوا عنه ولم يروا بحديثه بأسا إلا أنهم نسبوه إلى التشيع وقد روى أحاديث في الفضائل مما لا يوافقه عليها أحد من الثقات فهذا أعظم ما رموه به من روايته لهذه الأحاديث ولما رواه في مثالب غيرهم مما لم أذكره في كتابي هذا وأما في باب الصدق فأرجو انه لا بأس به إلا أنه قد سبق منه أحاديث في فضائل أهل البيت ومثالب آخرين مناكير

(2) لسان الميزان ج 1 ص 49 رقم 113 وقال أبو حاتم كذاب روى في مثالب معاوية فمزقنا ما كتبنا عنه

(3) الكامل في ضعفاء الرجال ج 4 ص 321 سمعت عبدان يقول وحمل بن خراش إلى بندار عندنا جزأين صنفهما في مثالب الشيخين فأجازه بألفي درهم

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ابن خراش شیعہ تھا کیونکہ اہل سنت علماء نے اسکا شمار علمائے جرح و تعدیل کی فہرست میں کیا ہے نیز وہ راوی کے مقبول و مطرود ہونے میں اس کے قول پہ اعتماد کرتے ہیں۔

ابن خراش عبد اللہ بن شقیق کے احوال میں لکھتے ہیں، جسے جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں درج کیا ہے:

عبد اللہ شقیق قابل اعتماد شخص تھا اور عثمانی ہونے کی بنا پر علیؑ کی نسبت بغض و کینہ رکھتا تھا۔[2]

ثقہ راوی جو شیخین پر مطاعن والی روایات کو نقل کرنے کی وجہ سے مطرود ٹھہرا

حسین بن حسن اشقر، ابن حجر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

احمد بن حنبل اس سے احادیث نقل کرتے اور کہتے تھے میری نگاہ میں وہ کذاب نہیں ہے۔

احمد بن حنبل سے کہا گیا: اشقر ابوبکر و عمر کے خلاف روایات نقل کرتا ہے اور ان کے عیوب پر ایک باب قائم کیا ہے۔

احمد بن حنبل نے جب یہ سنا تو کہا: پس وہ اس قابل نہیں کے اس سے روایات کو نقل کیا جائے۔[3]

ذرا سوچئے!

دو دو جلدی کتاب اور وہ باب جو ابوبکر و عمر کے مطاعن پر مبنی تھا کہاں گیا؟

کیوں ان روایات میں سے ہم تک کچھ نہ پہنچ سکا؟

(1)الكامل في ضعفاء الرجال ج 4 ص 321 فأما الحديث فأرجو أنه لا يتعمد الكذب

(2)تهذيب الكمال ج 15 ص 91 رقم 3333 وقال ابن خراش : كان ثقة، وكان عثمانيا، يبغض عليا.

(3)تهذيب التهذيب ج 2 ص 291 رقم 596 وذكره العقيلي في الضعفاء وأورد عن أحمد بن محمد بن هانئ قال قلت لأبي عبد الله يعني بن حنبل تحدث عن حسين الأشقر قال لم يكن عندي ممن يكذب وذكر عنه التشيع فقال له العباس بن عبد العظيم أنه يحدث في أبي بكر وعمر وقلت أنا يا أبا عبد الله أنه صنف بابا في معائبهما فقال ليس هذا بأهل أن يحدث عنه

کیوں جب احمد بن حنبل کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشقر شیخین کے متعلق ایسی روایات نقل کرتا ہے اس کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے اور اچانک اشقر جو اسکی نگاہ میں سچا تھا، غیر قابل اعتماد ہو جاتا ہے اور اس قابل نہیں رہتا کہ اس سے روایات نقل کی جائیں؟

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

تیسرا باب

فدک کا غصب کرنا

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک فدک کا غصب ہونا ہے۔ یہ دختر رسول ﷺ کی ملکیت میں تھا۔ فدک کے معاملہ میں ہمارا موقف واضح ہے کہ خلیفہ اول نے سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نہیں بلکہ پیغمبر گرامیؐ کی تکذیب کی ہے۔ اور یہی سب سے بڑی مصیبت ہے۔

فدک کا مسئلہ صرف مال و زمین کے غصب ہونے تک محدود نہیں بلکہ یہ دختر پیامبر ﷺ پر ظلم، ان کے حق کو غصب کرنے اور سیدہ کی بے احترامی کا مسئلہ تھا۔

ہم اس واقعہ کو چند ابواب میں تقسیم کرتے ہیں۔

1. فدک پیامبر گرامیؐ کی ذاتی ملکیت تھا۔
2. رسول اللہ نے اپنی حیات میں ہی فدک سیدہؑ کو بخش دیا تھا۔
3. حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فدک اپنے والد سے بطور ارث پایا۔
4. رسول اللہ ﷺ کی فدک کے غصب ہونے پر پیشینگوئی۔
5. واقعہ فدک ایک اور زاویہ نگاہ سے۔

پہلی بحث: فدک خالصتاً پیغمبر گرامیؐ کی ملکیت تھا

سورہ حشر کی آیت نمبر 6 کے مطابق جو غنائم بغیر جنگ کے حاصل ہوں وہ پیغمبر گرامیؐ کی ملکیت میں آ جاتے ہیں۔

﴿وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔﴾

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

جو چیز بھی خدا نے اپنے رسول کو ان (یہودیوں) سے بخشی ہے وہ چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لیے تم نے کوئی زحمت نہیں کی نہ گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ لیکن خداوند اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کر دے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔[1]

اہل سنت بھی اس مطلب پر متفق ہیں اور کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں رکھتے۔

اس لیے ہم چند اقوال نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

قاسم بن سلام و ابن زنجویہ

ابو عبید کہتا ہے: سب سے پہلی چیز جسے اموال کے ذکر میں ہم شروع کرتے ہیں وہ مال ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

پہلی وہ چیز جو خدا نے اپنے رسولوں کو مشرکین سے دلوائی اور انہیں بخش دی اس کے لیے مسلمانوں کو گھوڑے دوڑانے کی ضرورت نہ پڑی، وہ بنی نضیر کا مال فدک ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے اموال و زمینوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مصالحت کی اور مسلمانوں نے بغیر کسی جنگی زحمت کے ان چیزوں کو حاصل کیا۔[2]

(1)حشر: 6

(2)الأموال ج 1 ص 14 ؛ الأموال لابن زنجويه ج 1 ص 14 قال أبو عبيد أول ما نبدأ به من ذكر الأموال ما كان منها لرسول الله خالصا دون الناس وذلك ثلاثة أموال أولها ما أفاء الله على رسوله من المشركين مما لم يوجف المسلمون عليه بخيل ولا ركاب وهي فدك وأموال بني النضير فإنهم صالحوا رسول الله على أموالهم وأرضيهم بلا قتال كان منهم ولا سفر تجشمه المسلمون إليهم

محمد بن جریر طبری

خیبر وہ جگہ ہے جو بغیر کسی خون خرابہ کے مسلمانوں کو حاصل ہوئی اور فدک خالصتاً رسول اللہ ﷺ کی ملکیت قرار پایا۔ کیونکہ مسلمانوں نے خیبر کے حصول کے لیے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔[1]

ابو بکر بیہقی[2] و شمس الدین ذہبی[3] نے بھی اسی بات کا اقرار کیا ہے۔

بحث کا دوسرا حصہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی فدک حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو ہبہ (بخش) کر دیا تھا جب آیت ﴿فَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾[4] نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فدک جناب سیدہ کو بخش دیا تھا۔

پہلی سند

عطیہ عوفی ابو سعید خدری سے نقل کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہؑ کو بلایا اور فدک آپ کو عطا کر دیا۔[5]

(1)تاريخ الطبري ج 2 ص 138 فكانت خيبر فيئا للمسلمين وكانت فدك خالصة لرسول الله لأنهم لم يجلبوا عليها بخيل ولا ركاب

(2)دلائل النبوة ج 4 ص 226 فكانت أموال خيبر فيأ بين المسلمين وكانت فدك خالصة لرسول الله لأنهم لم يجلبوا عليها بخيل ولا ركاب

(3)تاريخ الإسلام ج 2 ص 422 فكانت أموال خيبر فيئا بين المسلمين، وكانت فدك خالصة لرسول الله صلى الله عليه وسلم لأن المسلمين لم يجلبوا عليها بخيل ولا ركاب

(4)اسراء: 26

(5)مسند أبي يعلى ج 2 ص 334 ح 1075 و ج 2 ص 534 ح 1409 قرأت على الحسين بن يزيد الطحان هذا الحديث فقال هو ما قرأت على سعيد بن خثيم عن فضيل عن عطية عن أبي سعيد قال لما نزلت هذه الآية (وآت ذا القربى حقه) الإسراء دعا النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة وأعطاها فدك

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس روایت کو ابو یعلی موصلی (متوفی 307ھ) نے بھی نقل کیا ہے اور جوامع الکلم سافٹ ویئر کے مطابق اس روایت کے تمام راوی (صدوق حسن الحدیث) ہیں[1] سوائے عطیہ عوفی کے جس کی توثیق پر چند گذارشات پیش خدمت ہیں۔

عطیہ عوفی کی توثیق

20 سے زائد علمائے اہل سنت نے عطیہ کی توثیق کی ہے۔

۱۔ یحییٰ بن سعید القطان (متوفی 198ھ)

یحیی بن قطان کہتا ہے: (أبو الوداك أحب الی من عطیه) یعنی ابو وداک میرے نزدیک عطیہ سے زیادہ محبوب ہے۔[2]

یہ جملہ حقیقت میں دو ثقہ افراد کے درمیان مقارنت پر دلالت کرتا ہے جس میں صفت تفضیلی حب ہے۔ یعنی ابو الوداک میرے نزدیک محبوب تر (ثقہ تر) ہے عطیہ کی نسبت جسکا معنی یہ ہوگا کہ میں عطیہ سے بھی محبت رکھتا ہوں یعنی اسے ثقہ سمجھتا ہوں لیکن ابو الوداک سے محبت زیادہ ہے یعنی اسے زیادہ ثقہ سمجھتا ہوں۔

۲۔ محمد بن سعید الزہری (متوفی 230ھ)

محمد بن سعید الزہری کہتے ہیں: ان شاءاللہ عطیہ ثقہ ہے اور اس کی احادیث درست ہیں لیکن ایک گروہ ہے جو اسکی احادیث سے احتجاج نہیں کرتا۔[3]

۳۔ یحییٰ بن معین (متوفی 233ھ)

(1) روایت کی تحقیق: الحُسَيْن بن يزيد بن يحيى الطَّحَّان الأنصاريُّ الكُوفيُّ: حسن الحديث. تحرير تقريب التهذيب، ج 1 ص 295 رقم 1361 / سعيدُ بن خُثَيْم الهلالي: صدوق حسن الحديث. تحرير تقريب التهذيب، ج 2 ص 26 رقم 2295 / فضيل بن مرزوقٍ الأغَرُّ: صدوق حسن الحديث. تحرير تقريب التهذيب، ج 3 ص 163-164 رقم 5437

(2) التاريخ الكبير ج 2 ص 243 رقم 2332

(3) الطبقات الكبرى ج 6 ص 304 عطية بن سعد بن جنادة العوفي ... وكان ثقة إن شاء الله وله أحاديث صالحة ومن الناس من لا يحتج به

یحییٰ بن معین سے کہا گیا کہ عطیہ کی روایت کیسی ہے؟ کہا صالح و ٹھیک ہے۔[1] اور ایک مقام پر اسے (لیس به باس) کے عنوان سے بیان کیا ہے یعنی کوئی حرج نہیں۔[2]

۴۔ ابو الحسن عجلی (متوفی 261ھ)

عطیہ عوفی اہل کوفہ و ثقہ تابعین میں سے ہے لیکن حدیث میں قوی نہیں ہے۔[3]

۵۔ ابو عیسی ترمذی (متوفی 279ھ)

ترمذی عطیہ کی احادیث کو حسن جانتے ہیں۔[4]

۶۔ ابو بکر البزار (متوفی 292ھ)

ابو بکر بزار کہتا ہے: عطیہ کا شمار شیعوں میں ہوتا ہے البتہ لوگوں میں سے بزرگان نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔[5]

۷۔ ابن جریر طبری (متوفی 310ھ)

ابن جریر طبری کہتے ہیں: ان لوگوں میں سے ایک عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی ہے اس نے کافی تعداد میں روایات نقل کی ہیں اور ان شاءاللہ ثقہ ہے۔[6]

ترمذی کہتے ہیں: عطیہ ابن عمر سے پیغمبرؐ کی احادیث نقل کرتا ہے۔

(1) تاريخ ابن معين (رواية الدوري) ج 3 ص 500 رقم 2446

(2) تاريخ أسماء الثقات ج 1 ص 172 رقم 1023 عطية العوفي ليس به باس قاله يحيى

(3) معرفة الثقات ج 2 ص 140 رقم 1255 عطية العوفي كوفي تابعي ثقة وليس بالقوي

(4) سنن الترمذي ج 3 ص 617 ح 1329، ج 4 ص 471 ح 2174 و... ا عن عطية عن أبي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ... قال أبو عيسى حديث أبي سعيد حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه

(5) تهذيب التهذيب ج 7 ص 201 رقم 414 قال أبو بكر البزار كان يعده في التشيع روى عنه جلة الناس

(6) المنتخب من ذيل المذيل ج 1 ص 128 منهم عطية بن سعد بن جنادة العوفي ... وكان كثير الحديث ثقة إن شاء الله

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

محمد (طبری) سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا شریک عطیہ سے عطیہ ابن عمر سے۔ اور عطیہ کی حدیث ابو سعید سے نقل کرنا میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔[1]

۸۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ (متوفی 311ھ)

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عطیہ سے احادیث نقل کی ہیں۔[2]

۹۔ ابو علی الطوسی (متوفی 312ھ)

عطیہ ابو سعید خدری سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتا ہے، اور کہا کہ ابو سعید سے اسکی حدیث حسن و صحیح ہے۔[3]

۱۰۔ ابن ابی حاتم الرازی (متوفی 327ھ)

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں خود پہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ فقط معتبر روایات کو نقل کرے گا اور عطیہ کی روایات کی ایک تعداد ابو سعید خدری کے طریق سے نقل کی ہیں۔[4]

۱۱۔ ابن شاہین (متوفی 387ھ)

ابن شاہین نے یحیی بن معین کی جرح و تعدیل میں اس کے کلام (عطیہ کے متعلق کوئی حرج نہیں) پر اعتماد کیا اور اسکا نام اپنی کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔[5]

(1) علل الترمذي ج 1 ص 313 عن عطية عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم. سألت محمدا عن هذا الحديث فقال هكذا يقول شريك عطية عن ابن عمر . وحديث عطية عن أبي سعيد عندي أصح

(2) صحيح ابن خزيمة ج 3 ص 159 ح 1817 أنا أبو طاهر نا أبو بكر ثنا عبد الله بن الحكم بن أبي زياد القطواني نا معاوية يعني بن هشام ثنا شيبان عن فراس عن عطية عن أبي سعيد عن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال إذا تطهر الرجل فأحسن الطهور ثم أتى الجمعة فلم يلغ ولم يجهل حتى ينصرف الإمام كانت كفارة لما بينها وبين الجمعة

(3) مختصر الأحكام ج 3 ص 257-258 عن عطية عن أبي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم... ويقال حديث أبي سعيد حسن صحيح

(4) تفسير ابن أبي حاتم ج 5 ص 1427 ح 8141* ص 1949 ح 8725 و ...

(5) تاريخ أسماء الثقات ج 1 ص 172 رقم 1023 عطية العوفي ليس به بأس قاله يحيى

۱۲۔ حاکم نیشاپوری

حاکم نیشاپوریؒ نے عطیہ عوفی سے چند احادیث اپنی صحیح میں نقل کی ہیں۔[1] لیکن کسی ایک کی بھی تصحیح نہیں کی کیونکہ شروط شیخین کے مطابق نہ تھیں جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے۔[2]

۱۳۔ محمد بن طاہر المقدسی (متوفی 507ھ)

محمد بن طاہر المقدسی نے عطیہ کی چند احادیث ابو سعید خدری کے طریق سے نقل کی ہیں اور سب کی اسناد پر اشکال کیا ہے لیکن اعتراضات کی نسبت عطیہ کی طرف نہیں دی۔۔[3]

۱۴۔ حسین بن مسعود بغوی (516ھ)

حسین بن مسعود بغوی نے عطیہ کی احادیث کو حسن مانا ہے۔[4]

۱۵۔ ابن القطان الفاسی (متوفی 628ھ)

ابن القطان الفاسی نے بھی عطیہ کو حسن الحدیث جانا ہے، اسے فقط عطیہ نے روایت کیا ہے کہ جس کی تضعیف ہوئی ہے اس کے بارے ابن معین کا صالح ہونے کا قول ہے پس اس لیے اسکی حدیث حسن ہے۔[5]

۱۶۔ عبد الکریم المنذری (متوفی 656ھ)

منذری نے بھی عطیہ کی روایات کو حسن جانا ہے۔[6]

(1) المستدرك على الصحيحين ج 2 ص 270 ح 2974 و ج 3 ص 290 ح 3047 و ج 3 ص 291 ح 3048 و 3049 و ج 3 ص 642 ح 6356

(2) المستدرك على الصحيحين ج 2 ص 3044 ح 3046 عن عطية العوفي عن أبي سعيد وليس من شرط هذا الكتاب

(3) تخريج الحفاظ ج 1 ص 235 ح 100 و ص 237 ح 103 و ص 256 ح 153 و ص 294-295 ح 236 و ص 341 ح 358 و ...

(4) شرح السنة ج 10 ص 65 ح 2672 و ج 14 ص 99-100 ح 3892 و ج 15 ص 102-103 ح 4298 عن عطية عن أبي سعيد قال : قال رسول الله ... هذا حديث حسن

(5) بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام ج 4 ص 363 وهو إنما يرويه عطية العوفي، وهو يضعف، وقال فيه ابن معين : صالح . فالحديث به حسن

(6) الترغيب والترهيب ج 2 ص 30 ح 1375 رواه البزار من رواية عطية عن أبي سعيد وهو إسناد حسن وله شواهد كثير

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۱۷۔ زین الدین عراقی (متوفی 806ھ)

زین الدین عراقی کے مطابق عطیہ کی روایات حسن ہیں۔[1]

۱۸۔ ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں عطیہ عوفی سچا مگر بہت خطا کار اور شیعہ مدلس تھا، سال 111ھ میں فوت ہوا بخاری نے اپنی صحیح کے علاوہ، نیز ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔[2]

سیوطی کہتا ہے: ابن حجر کے مطابق عطیہ کا ضعف اسکے شیعہ و مدلس ہونے کے باعث ہے وگرنہ بذات خود وہ سچا ہے۔[3]

نیز حافظ ابن حجر نے عطیہ کی روایات کی تحسین بھی کی ہے۔

۱۹۔ ملا علی قاری حنفی (متوفی 1014ھ)

ملا علی قاری حنفی اپنی سند کو عطیہ عوفی سے نقل کرتے ہیں نیز انہیں بزرگ تابعین میں سے جانتے ہیں۔[4]

۲۰۔ محمد بن حسن المصری

محمد بن حسن المصری نے ابونعیم اصفہانی کی تالیف 'مسانید فراس' پر اپنی تحقیق میں ابوسعید سے نقل کی گئی عطیہ کی روایات کی تصحیح کی ہے۔[5]

---

(1)المغني عن حمل الأسفار ج 1 ص 289 ح 1100 حديث (اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا إليك.) الحديث (1 / 326) ابن ماجه من حديث أبي سعيد الخدري بإسناد حسن

(2)تقريب التهذيب ج 1 ص 393 رقم 4616 عطية بن سعد بن جنادة بضم الجيم بعدها نون خفيفة العوفي الجدلي بفتح الجيم والمهملة الكوفي أبو الحسن صدوق يخطىء كثيرا وكان شيعيا مدلسا من الثالثة مات سنة إحدى عشرة بخ د ت ق

(3)تحفة الأبرار بنكت الأذكار للسيوطي ج1 ص 44 قال الحافظ : ضعف عطية إنما جاء من قبيل التشييع ومن قبيل التدليس وهو في نفسه صدوق

(4)شرح مسند أبي حنيفة ج 1 ص 292 ذكر إسناده عن عطية بن سعد العوفي، وهو من أجلاء التابعين

(5)مسانيد فراس المكتب ج 1 ص 95 ح 30، ص 98 ح 31، ص 101 ح 32 و... حدثنا عبدالله بن جعفر حدثنا يونس بن حبيب حدثنا أبو داود حدثنا شيبان عن فراس المكتب عن عطية عن

۲۱۔ بدر بن عبداللہ البدر

بدر بن عبداللہ البدر نے بھی ابوبکر القطیعی (متوفی 368ھ) کی کتاب پر اپنی تحقیق میں عطیہ کی ابو سعید خدری سے نقل شدہ روایات کی تصحیح کی ہے۔[1]

۲۲۔ ڈاکٹر عطیہ الزہرانی

ڈاکٹر عطیہ الزہرانی کے مطابق بھی عطیہ کی روایات حسن درجہ رکھتی ہیں۔[2]

۲۳۔ ڈاکٹر نجم عبدالرحمن خلف

ڈاکٹر نجم عبدالرحمن خلف جو مدینہ منورہ کے اساتید میں سے ہیں، انہوں نے کتاب "ابن ابی الدنیا" (متوفی 281) میں عطیہ کی ابو سعید سے روایت کو قوی و حسن جانا ہے۔[3]

۲۴۔ ڈاکٹر شیخ محمود سعید ممدوح

ڈاکٹر شیخ محمود سعید ممدوح نے عطیہ کی توثیق پر مفصل رسالہ بنام (القول المستوفی فی توثیق عطیہ عوفی) تحریر کیا ہے۔

أبي سعيد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال تحل الصدقة للغني إذا كان في سبيل الله صحيح بدون زيادة ابن السبيل

(1)جزء الألف دينار ج 1 ص 288 ح 189 و ج 1 ص 441 ح 295 عن عطية عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال (إن أهل الدرجات ...) صحيح

(2)السنة للخلال ج 2 ص 313 ح 376 أخبرنا محمد بن إسماعيل الأحمسي قال ثنا إسباط قال ثنا عمرو بن قيس عن عطية عن أبي سعيد قال الأحمسي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن أهل الدرجات العلى يراهم من أسفل منهم كما يرى الكوكب الطالع في الأفق من آفاق السماء وإن أبا بكر وعمر منهما وانعما إسناده حسن

(3)العيال ج 1 ص 379-380 ح 214 و 215 ... عن البهي مولى آل الزبير قال دخل علينا عبد الله بن الزبير ...إسناد ضعيف لأن فيه علي بن عابس ويزيد بن أبي زياد وهما ضعيفان والبهي لم أعرفه وله شواهد قوية أخرجها المصنف في هذا الباب / حدثنا محمد بن عمران بن محمد بن أبي ليلى حدثنا أبي حدثني ابن أبي ليلى عن عطية عن أبي سعيد قال جاء صبي قد سماه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ساجد فركب على ظهره فأمسكه بيده ثم قام وهو على ظهره ثم ركع ثم أرسله فذهب . إسناد حسن بمجموع طرقه

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

عطیہ پر اہل سنت علماء کی جرح کا جائزہ[1]

اہل سنت کے زعم کے مطابق عطیہ کی تضعیف پر بیان کی گئی واحد اور قوی ترین دلیل اسکی تدلیس ہے، جسکا قصہ کچھ یوں ہے کہ بعض نے محمد بن سائب الکلبی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: عطیہ عوفی نے میری کنیت ابو سعید رکھی اور اپنی احادیث میں نقل کی، جس سے لوگوں نے گمان کیا کہ وہ 'ابو سعید خدری' سے نقل کر رہا ہے۔

سیوطی لکھتے ہیں:

> عطیہ کی تضعیف کی گئی ہے، اس نے ابو سعید سے روایات کو سنا پھر ان کی وفات کے بعد محمد بن السائب کلبی کی شاگردی میں رہا اور اسکی کنیت ابو سعید رکھی جس سے لوگوں کو ابو سعید خدری کا گمان ہوا۔[2]

بیانِ حقیقت چند نکات کے قالب میں:

پہلا نکتہ: اس ماجرہ کا واحد نقل کرنے والا خود کلبی ہے جو متہم بالکذب ہے یعنی جھوٹا انسان ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی (متوفی 795ھ) اس نکتہ کو بیان کرتے ہیں:

کلبی کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اگر یہ داستان ٹھیک ہو تو اسکا تقاضا یہ ہے ابو سعید سے فقط تفسیر سے مربوط چیزیں نقل ہوں انہی پر توقف کیا جائے۔ البتہ مرفوع احادیث جو ابو سعید سے روایت کرتا ہے (احادیث نبوی) ان میں ابو سعید خدری مراد ہے اور بعض روایات میں نسبت کی تصریح بھی کرتا ہے۔[3]

---

(1) استفادہ از «جواهر الكلام فى معرفة الإمامة والإمام - جلد سوّم» تالیف آیت الله سید علی میلانی

(2) اللآلىء المصنوعة ج 1 ص 20 وعطية ضعفوه وكان سمع من الخدري ثم جالس الكلبي فصار يكنيه أبا سعيد فيظن الخدري

(3) شرح علل الترمذي ج 2 ص 823 ... ولكن الكلبي لا يعتمد على ما يرويه . وأن صحت هذه الحكاية عن عطية فإنما يقتضي التوقف فيما يحكيه عن أبي سعيد من التفسير خاصة . فأما الأحاديث المرفوعة التي يرويها عن أبي سعيد، فإنما يريد أبا سعيد الخدري، ويصرح في بعضها بنسبته

دوسرا نکتہ: عطیہ عوفی نے 111 ہجری میں رحلت فرمائی جبکہ سائب کلبی کی (وفات 146ھ) ہے۔

یہ موضوع عطیہ کی سائب بن کلبی سے منقولہ چیزوں کو واضح کر دیتا ہے۔

اگرچہ عطیہ عوفی کا تقدم کلبی پر اس پر تدلیس کی تہمت کو دور کرنے کے لیے کافی نہیں لیکن محققین کے لیے ایک فکر کو ایجاد کرتا ہے۔

تیسرا نکتہ: اگر ہم اس بات کو قبول کر لیں کہ عطیہ، کلبی سے ابو سعید کنیت سے روایات کرتا ہے تو مسلماً یہ کہنا چاہیے کہ تقیہ کی وجہ سے ایسا ہوا۔ کیونکہ کلبی کی انساب کتاب لکھنے کے بعد وہ مطرود ٹھہرا اور کرفیوسی کیفیت اس کو درپیش رہی اس وجہ سے علما ایک طرف تو اس کی روایات پر اعتماد کرتے، اس سے احادیث نقل کرتے تھے اور اس کی حقانیت و وثاقت پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اور دوسری طرف اسکے متہم بہ تشیع ہونے کی وجہ سے اسکا نام لینے کی جرأت نہیں کرتے تھے اس لیے ان کے پاس اس کی روایات کو مخفی طور پر نقل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

اہل سنت علما کہتے ہیں:

> محمد بن سائب کلبی صاحب تفسیر اور تفسیر میں عبداللہ بن سبا کے پیشواؤں میں سے تھا۔ اور سفیان ثوری، محمد بن اسحاق، کلبی سے روایات نقل کرتے ہیں اور اسے اس کی کنیت سے ذکر کرتے ہیں (حدثنا ابوالنصر) تاکہ پہچانا نہ جائے۔[1]

---

(1) طبقات المفسرين للداودي ج 1 ص 17-18 ؛ وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان ج ص 310 محمد بن السائب بن بشر وقيل مبشر بن عمرو أبو النضر الكلبي الكوفي صاحب التفسير وكان إماما في التفسير وكان من أصحاب عبد الله بن سبأ وروى عنه سفيان الثوري ومحمد بن إسحاق وكانا يقولان حدثنا أبو النضر محمد حتى لا يعرف

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

مسلم طور پر سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق اہل سنت علما کے نزدیک بزرگ علماء میں شمار ہوتے ہیں اور کوئی انہیں کلبی کے نام کو مخفی رکھنے پر تدلیس سے متہم نہیں کرتا اگر عطیہ نے ایسا کوئی کام کیا ہو تو اسے بھی تدلیس سے متہم نہیں کرنا چاہیے۔۔

چوتھا نکتہ: جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ اہل سنت علماء نے کلبی کی تفسیری احادیث کو دیگر احادیث کے برخلاف معتبر جانا ہے۔

ابو احمد بن عدی کہتا ہے: کلبی ان احادیث کے علاوہ جو ذکر کیں، معتبر احادیث بھی رکھتا ہے بالخصوص ابی صالح سے جو تفسیر میں معروف ہے اور طولانی ترین تفسیر رکھتا ہے اور اس کے بعد تفسیر مقاتل بن سلیمان ہے مگر یہ کہ کلبی مقاتل میں برتری رکھتا ہے وہ اس لیے کہ جو چیزیں مذہب مقاتل کے انحرافی ہونے کے بارے میں کہی گئی ہیں۔ سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، ہشیم وغیرہ جیسے قابل اعتماد افراد نے کلبی سے احادیث نقل کی ہیں اور تفسیر میں اس کی روایات پر راضی ہوئے ہیں۔۔[1] لہذا بالفرض اگر کلبی کا دعویٰ صحیح ہو اور اس سخن کی نسبت اس تک درست ہو تب بھی روایت مربوط ہے تفسیر سے لہذا معتبر جانی جائے گی۔

دوسری سند

حاکم حسکانی سند کے ساتھ حضرت علیؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ فرمایا:

جب یہ آیت ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾ نازل ہوئی، رسول خداﷺ نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک عطا کیا۔[2]

(1)تهذيب الكمال ج 25 ص 251-252 رقم 5234 وقال أبو أحمد بن عدي : وللكلبي غير ما ذكرت من الحديث، أحاديث صالحة وخاصة عن أبي صالح، وهو معروف بالتفسير، وليس لاحد تفسير أطول منه، ولاأشبع منه، وبعده مقاتل ابن سليمان، إلا أن الكلبي يفضل على مقاتل لما قيل في مقاتل من المذاهب الرديئة . وحدث عنه ابن عيينة، وحماد بن سلمة، وهشيم، وغيرهم من ثقات الناس ورضوه في التفسير

(2)شواهد التنزيل ج 1 ص 341 ح 473 pdf حدثني أبو الحسن الفارسي قال: حدثنا الحسين بن محمد الماسرجسي قال: حدثنا جعفر بن سهل ببغداد، قال: حدثنا المنذر بن محمد القابوسي قال: حدثنا أبي قال: حدثنا عمي عن أبيه، عن أبان بن تغلب: عن جعفر بن محمد، عن أبيه،

تیسری سند

ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے جب آیت ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ﴾ نازل ہوئی، پیامبرﷺ نے فدک حضرت فاطمہؑ کو بخش دیا۔۔[1]

افسوس کے ساتھ مردویہ کی کتاب ہم تک نہ پہنچی اور اس روایت کی سند بھی۔۔البتہ سیوطی کے پاس موجود تھی لیکن اس نے اس روایت کی سند کے بارے میں کوئی کلام نہ کیا البتہ اس نے ابن مردویہ سے منقولہ روایات بالخصوص اعتقادی روایات پر اظہار نظر کیا ہے جس سے یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ ابن مردویہ کی سند معتبر ہے۔

دوسرا مرحلہ

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے ابتدائی صورت میں فدک کا بطور ہبہ و ہدیہ مطالبہ کیا اور امیر المومنینؑ و ام ایمن کنیز رسول اللہﷺ و رباح رسولؐ کے غلام کو بطور گواہ پیش کیا۔

پہلی سند

احمد بن یحییٰ بلاذری روایت کرتا ہے کہ:

مالک ابن جعونہ اپنے والد سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا: فاطمہؑ نے ابوبکر سے فرمایا: رسول خداﷺ نے فدک میرے لیے قرار دیا پس اسے مجھے واپس کر دو اس پر حضرت علیؑ کی گواہی پیش کی۔ ابوبکر نے دو گواہوں کا مطالبہ کیا تو ام ایمن نے گواہی دی ابوبکر نے کہا: اے رسول کی بیٹی! آپ جانتی ہیں کہ گواہی دو مردوں کی قبول ہوتی ہے یا ایک مرد و دو عورتیں گواہی دیں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا یہ سننے کے بعد وہاں سے واپس آگئیں۔[2]

عن علي بن الحسين عن أبيه عن علي قال: لما نزلت: (وآت ذا القربى حقه) دعا رسول الله فاطمة - عليها السلام - فأعطاها فدكا

(1)الدر المنثور ج 5 ص 274 وأخرج ابن مردويه عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : لما نزلت (وآت ذا القربى حقه) أقطع رسول الله فاطمة فدكا

(2)فتوح البلدان ج 1 ص 44 وحدثنا عبد الله بن ميمون المكتب قال أخبرنا الفضيل بن عياض عن مالك بن جعونة عن أبيه قال قالت فاطمة لأبي بكر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل لي

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

دوسری سند

بلاذری ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتا ہے:

جعفر بن محمد نے کہا فاطمہؑ نے ابوبکر سے فرمایا: فدک مجھے واپس کر دو کیونکہ رسول خدا نے اسے مجھے بخش دیا تھا۔ ابوبکر نے آپ سے گواہ طلب کیے حضرت فاطمہؑ نے ام ایمن و رباح جو رسول اللہ ﷺ کا غلام تھا۔ بطور گواہ پیش کیے اور انہوں نے فدک کے سیدہ کو عطا کرنے پر گواہی پیش کی اس وقت ابوبکر نے کہا: گواہی قبول نہیں ہوتی مگر ایک مرد اور دو عورتوں کی۔ (1)

تیسری سند

محب الدین طبری لکھتا ہے:

عبد اللہ بن ابوبکر بن عمرو بن حزم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا: فدک مجھے واپس کر دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مجھے بخشا تھا۔ ابوبکر نے کہا اے دختر رسول ﷺ آپ سچ فرما رہی ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ اسے فقراء و مساکین اور مسافروں میں تقسیم کرتے تھے اس کے بعد آپ کو اس میں سے حصہ دیتے تھے۔ (2)

فدك فأعطني إياه وشهد لها علي بن أبي طالب فسألها شاهدا آخر فشهدت لها أم أيمن فقال قد علمت يا بنت رسول الله أنه لا تجوز إلا شهادة رجلين أو رجل و امرأتين فانصرفت

(1) فتوح البلدان ج 1 ص 44 وحدثني روح الكرابيسي قال حدثنا زيد بن الحباب قال أخبرنا خالد بن طهمان عن رجل حسبه روح جعفر بن محمد أن فاطمة رضي الله عنها قالت لأبي بكر الصديق رضي الله عنه اعطني فدك فقد جعلها رسول الله صلى الله عليه وسلم لي فسألها البينة فجاءت بأم أيمن ورباح مولى النبي صلى الله عليه وسلم فشهدا لها بذلك فقال إن هذا الأمر لا تجوز فيه إلا شهادة رجل وامرأتين

(2) الرياض النضرة ج 2 ص 126 وعن عبد الله بن أبي بكر بن عمرو بن حزم عن أبيه قال جاءت فاطمة إلى أبي بكر فقالت اعطني فدك فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهبها لي قال صدقت يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقسمها فيعطي الفقراء والمساكين وابن السبيل بعد ان يعطيكم منها

چوتھی سند

احمد بن یحییٰ بلاذری ایک اور سند کے ساتھ نقل کرتا ہے:

موسی بن عقبہ کہتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ جب ابوبکر کی بیعت کے لیے تشریف لائیں اور اس سے کہا ام ایمن و رباح میری طرف سے گواہی دینگے کہ رسول خدا ﷺ نے فدک مجھے بخشا تھا۔ ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم خدا نے آپ کے والد کے علاوہ کسی اور کو جو مجھے زیادہ محبوب ہو پیدا نہیں کیا۔ میں چاہتا تھا کہ جس دن آپ کی رحلت ہو قیامت برپا ہو جائے اگر عائشہ فقیر ہو جائے یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ آپ فقیر ہو جائیں۔ کیا آپ یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ میں سرخ و سیاہ پوست لوگوں کو عطا کروں لیکن آپ کے حق میں ظلم سے کام لوں درحالانکہ آپ رسول اللہ ﷺ کی دختر ہیں یہ مال مسلمانوں کے لیے ہے آپ کے والد اس مال کو راہ خدا میں سوار لوگوں کے (یعنی جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے تھے) لیے خرچ کرتے تھے۔

فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ہرگز تم سے کلام نہیں کرونگی۔ ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم میں آپ سے ناراض نہیں ہوں گا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم تم پر نفرین کرونگی۔ ابوبکر نے کہا: میں آپ کے لیے دعا کرونگا۔ (1)

پانچویں سند

فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا: ام ایمن میری طرف سے گواہی دے گی کہ رسول خدا نے فدک مجھے عطا کر دیا تھا۔

ابوبکر نے کہا: اے دختر رسولؐ! خدا کی قسم میری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ محبوب خدا نے کسی اور کو پیدا نہیں کیا میں نے چاہا کہ آپ کے والد کی وفات کے دن آسمان زمین پر آگرتا۔ خدا کی قسم عائشہ کا

(1) أنساب الأشراف ج 3 ص 316 المدائني عن سعيد بن خالد مولى خزاعة عن موسى بن عقبة قال: دخلت فاطمة على أبي بكر حين بويع فقالت: إن أم أيمن، ورباح يشهدان لي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاني فدك فقال: والله ما خلق الله أحب إلي من أبيك، لوددت أن القيامة قامت يوم مات، ولئن تفتقر عائشة أحب إلي من أن تفتقري، أفتريني أعطي الأسود والأحمر حقوقهم وأظلمك وأنت ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، إن هذا المال إنما كان للمسلمين فحمل منه أبوك الراجل وينفقه في السبيل، فأنا أليه بما وليه أبوك، قالت: والله لا أكلمك قال: والله لا أهجرك. قالت والله لأدعون الله عليك، قال: لأدعون الله لك

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

فقیر ہونا مجھے آپ کے فقیر ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ خدا کی قسم کیا آپ یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ میں سرخ و سیاہ پوست (جلد) لوگوں کو عطا کروں لیکن آپ کے حق میں ظلم سے کام لوں درحالانکہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی دختر ہیں۔ یہ فدک کا مال رسول خدا ﷺ کا نہ تھا، بلکہ مسلمانوں کے اموال میں سے تھا جو لوگ آپ کے لیے لاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اسے راہ خدا میں انفاق کرتے تھے جب آپؐ نے وفات پائی تو میں اس مال کا متولی بنا بالکل ویسے ہی جیسے رسول اللہ اس کے متولی تھے۔۔

فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم تم سے ہرگز کلام نہیں کرونگی۔ ابوبکر نے کہا: میں آپ سے ناراض نہ ہوں گا۔ فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میں تم پر نفرین کروں گی۔ ابوبکر نے کہا: میں آپ کے لیے دعا کروں گا۔ اور جب حضرت فاطمہؑ کا آخری وقت آیا آپ نے وصیت کی کہ ابوبکر میرے جنازہ میں شریک نہ ہو، پس آپ کو رات میں دفن کیا گیا اور عباس بن عبد المطلب نے آپ پر نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی وفات کے درمیان 72 راتوں کا فاصلہ تھا۔[1]

تیسری بحث: حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا فدک بطور ارث طلب کرنا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے فدک کو بطور ہدیہ وہبہ کے دعویٰ کو رد کر دیا گیا تو آپ نے اپنے مطالبہ کو میراث کے عنوان سے پیش کیا جس پر شروع میں تو ابوبکر نے اعتراف کیا کہ اہل بیت، پیغمبر گرامیؐ سے میراث پاتے ہیں ابوطفیل بیان کرتا ہے:

(1) شرح نهج البلاغة ج 16 ص 125-126 قال أبو بكر : وروى هشام بن محمد، قال : قالت فاطمة لأبي بكر : إن أم أيمن تشهد لي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاني فدك، فقال لها : يا ابنة رسول الله، والله ما خلق الله أحب الي من رسول الله صلى الله عليه وسلم أبيك، ولوددت أن السماء وقعت على الأرض يوم مات أبوك، والله لأن تفتقر عائشة أحب إلي من أن تفتقري، أتراني أعطي الأحمر والأبيض حقه وأظلمك حقك، وأنت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم إن هذا المال لم يكن للنبي صلى الله عليه وسلم، وإنما كان مالاً من أموال المسلمين يحمل النبي به الرجال، وينفقه في سبيل الله، فلما توفي رسول الله وليته كما كان يليه . قالت : والله لا كلمتك أبدا قال :والله لا هجرتك أبدا، قالت : والله لأدعون الله عليك، قال : والله لأدعون الله لك، فلما حضرتها الوفاة أوصت ألا يصلي عليها، فدفنت ليلا، وصلى عليها عباس بن عبد المطلب، وكان بين وفاتها ووفاة أبيها اثنتان وسبعون ليلة

حضرت فاطمہؑ رسول اللہ کی وفات کے بعد ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا: آیا تو رسول اللہ ﷺ کا وارث ہے یا ان کا خاندان؟

ابوبکر نے کہا: میں نہیں بلکہ ان کا خاندان ان کا وارث ہے۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: پس رسول اللہ ﷺ کا سہم (حصہ) کدھر ہے؟

ابوبکر نے کہا: خدا اگر اپنے رسول ﷺ کو کوئی چیز دیتا ہے اور اس کے بعد ان کی روح قبض ہو جائے تو اس حصہ کو جو ان کے بعد تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اسے دے دیا جاتا ہے اور میری نظر اس متعلق یہ تھی کہ اس کو مسلمانوں کو پلٹا دوں، حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے سنی جانے والی چیزوں کو تم بہتر جانتے ہو۔[1]

احمد محمد شاکر ضیا مقدسی[2] و عبد الملک دہیش[3] اس روایت کی سند کو ٹھیک قرار دیتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ذہبی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: اس روایت کو احمد نے اپنی مسند میں نقل کیا اور منکر ہے اور ناپسند ترین چیز جو اس روایت میں ہے وہ ابوبکر کا یہ کہنا کہ رسول اللہ کا خانوادہ میراث پاتا ہے۔[4]

(1)حدثنا عبد الله قال حدثني أبي قال ثنا عبد الله بن محمد بن أبي شيبة قال عبد الله وسمعته من عبد الله بن أبي شيبة قال ثنا محمد بن فضيل عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل قال لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلت فاطمة إلى أبي بكر أنت ورثت رسول الله صلى الله عليه وسلم أم أهله قال فقال لا بل أهله قالت فأين سهم رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فقال أبو بكر إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الله عز وجل إذا أطعم نبيا طعمة ثم قبضه جعله للذي يقوم من بعده فرأيت أن أرده على المسلمين فقالت فأنت وما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم

(2)مسند أحمد بن حنبل ج 1 ص 171-172 ح 14 بی دی اف/ قال الشاكر: إسناده صحيح

(3)الأحاديث المختارة ج 1 ص 129-130 ح 42 و 43 قال عبد الملك دهيش: إسناده صحيح

(4)تاريخ الإسلام ج 3 ص 23 رواه أحمد في مسنده، وهو منكر، وأنكر ما فيه قوله : لا، بل أهله

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ابوبکر نے اس حدیث کو (ہم انبیاء ارث نہیں چھوڑتے بلکہ جو چیز بھی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتی ہے) رسول اللہ کی طرف نسبت دی جبکہ قرآن کہتا ہے (سلیمان نے دؤاد سے میراث پائی۔[1]

اور ایک اور جگہ حضرت زکریاؑ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے آیا کہ زکریاؑ نے عرض کی (پروردگار! مجھے فرزند عنایت فرما تاکہ وہ مجھ سے اور آل یعقوبؑ سے ارث پائے)[2]

اور فرمایا (کتاب اللہ کی رو سے رشتے دار آپس میں مومنین اور مہاجرین سے زیادہ حقدار ہیں)[3]

اور فرمایا (اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ہدایت فرماتا ہے، ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔)[4]

اور فرمایا: تمہارے لیے یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ کچھ مال چھوڑے جا رہا ہو تو اسے چاہیے کہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے مناسب طور پر وصیت کرے، متقی لوگوں پر یہ ایک حق ہے۔[5]

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے ابوبکر کی پیش کردہ روایت کو جھوٹا ثابت کیا۔ اور کئی بار فدک واپس لینے کا اقدام کیا۔

بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں:

عروہ بن زبیر کہتا ہے کہ عائشہ نے اسے خبر دی:

فاطمہؑ بنت محمدؐ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر سے درخواست کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ماترک سے ان کی میراث کو تقسیم کیا جائے۔

(1) نمل: 16

(2) مریم: 6

(3) احزاب: 6

(4) نساء: 11

(5) بقرہ: 180

ابوبکر نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: ہم پیغمبر کچھ بھی ارث نہیں چھوڑتے جو بھی چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہے، اس کے بعد فاطمہؑ غضبناک ہوئیں، اور ابوبکر سے ناراض ہوگئیں، یہ ناراضگی برقرار رہی یہاں تک کہ فاطمہؑ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں، فاطمہؑ رسول اللہ کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، راوی کہتا ہے: فاطمہؑ مسلسل ابوبکر سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی رہیں جو رسول اللہ کا ترکہ خیبر، فدک اور مدینہ کے صدقات پر مشتمل تھا، لیکن ابوبکر نے ان کی یہ درخواست قبول نہ کی۔[1]

فدک کا مطالبہ عباس بن عبد المطلب کے ہمراہ

بخاری اپنی صحیح میں عائشہ سے روایت کرتا ہے:

فاطمہؑ اور عباس ابوبکر کے پاس آئے اور دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا نیز فدک کی زمین اور خیبر سے اپنا حصہ طلب کیا۔

ابوبکر نے ان سے کہا: میں نے رسول اللہ سے سن رکھا ہے:

ہم پیغمبر کوئی ترکہ نہیں چھوڑتے جو بھی چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

آل محمدؐ اس مال سے استفادہ کرتے ہیں۔

ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کو جو کام انجام دیتے ہوئے دیکھا اسے نہیں چھوڑوں گا اور اسی کو انجام دیتا رہوں گا۔

(1) صحيح البخاري ج 3 ص 1126 ح 2926 و صحيح مسلم ج 3 ص 1381 ح 1759 عن بن شهاب قال أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أخبرته أن فاطمة عليها السلام ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت أبا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت أبا بكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر قالت وكانت فاطمة تسأل أبا بكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فأبى أبو بكر عليها ذلك

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

عائشہ کہتی ہیں: فاطمہؑ نے ان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور ابوبکر سے تادمِ مرگ کلام نہ کیا یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔[1]

فدک کا مطالبہ علیؑ کے ہمراہ اور قرآن کی آیات سے استدلال

فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئیں اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔ عباس بن عبد المطلب آئے اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا اور علیؑ ان کے ہمراہ تشریف لائے۔ (اس وقت) ابوبکر نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: ہم کچھ ارث نہیں چھوڑتے جو بھی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ جس چیز پر پیغمبر ﷺ عمل کرتے تھے میں بھی اسی پر عمل کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا (سلیمانؑ داؤدؑ سے ارث پاتا ہے) اور زکریاؑ نے فرمایا (مجھے جانشین عطا کر جو مجھ سے اور آل یعقوبؑ سے ارث پائے)۔

ابوبکر نے کہا: زکریاؑ ایسے ہی تھے اور خدا کی قسم آپ جانتے ہیں وہی جو میں جانتا ہوں علیؑ نے فرمایا: یہ خدا کی کتاب کا کلام تھا پھر اس کے بعد وہ خاموش ہوگئے اور واپس پلٹ آئے۔[2]

(1)صحيح البخاري ج 6 ص 2474 ح 6346 عن عائشة أن فاطمة والعباس عليهما السلام أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضيهما من فدك وسهمهما من خيبر فقال لهما أبو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال قال أبو بكر والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيه إلا صنعته قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه حتى ماتت

(2)الطبقات الكبرى ج 2 ص 315 أخبرنا محمد بن عمر حدثني هشام بن سعد عن عباس بن عبد الله بن معبد عن جعفر قال جاءت فاطمة إلى أبي بكر تطلب ميراثها وجاء العباس بن عبد المطلب يطلب ميراثه وجاء معهما علي فقال أبو بكر قال رسول الله لا نورث ما تركنا صدقة وما كان النبي يعول فعلي فقال علي ورث سليمان داود وقال زكريا يرثني ويرث من آل يعقوب قال أبو بكر هو هكذا وأنت والله تعلم مثلنا أعلم فقال علي هذا كتاب الله ينطق فسكتوا وانصرفوا

حضرت علیؑ و عباس کا فدک کا مطالبہ کرنا اور ابوبکر و عمر کو جھوٹا جاننا

مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتا ہے کہ عمر بن خطاب نے اپنی خلافت کے ایام میں ایک روز علیؑ و عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی ابوبکر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں اس کے بعد تم دو لوگ (علیؑ و عباس رسول اللہ کے چچا) آئے تاکہ عباس تم اپنے بھتیجے اور علی تم اپنی زوجہ کی میراث کا مطالبہ کرو۔ ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ہم انبیاء ارث نہیں چھوڑتے جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ پس تم دونوں کے نزدیک ابوبکر جھوٹا، گناہگار، پیمان شکن اور خائن تھا۔ اور خدا جانتا ہے کہ وہ سچ بول رہا تھا، پس ابوبکر کی وفات کے بعد میں رسول اللہ ﷺ و ابوبکر کا ولی ہوں، لیکن تمہارے نزدیک میں بھی جھوٹا، گنہگار، پیمان شکن اور خائن ہوں۔ خدا جانتا ہے میں سچا، درست کام انجام دینے والا اور ہدایت کرنے والا اور حق کا تابع ہوں۔[1]

لطف کی بات یہ ہے کہ بخاری اس حدیث کو مکمل لانے سے خوفزدہ تھا اور (کاذبا آثما غادرا خائنا) والی عبارت کی جگہ کذا و کذا کے الفاظ لکھے۔[2]

(1)صحيح مسلم ج 3 ص 1378 ح 1757 ثم نشد عباسا وعليا بمثل ما نشد به القوم أتعلمان ذلك قالا نعم قال فلما توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أبو بكر أنا ولي رسول الله صلى الله عليه وسلم فجئتما تطلب ميراثك من بن أخيك ويطلب هذا ميراث امرأته من أبيها فقال أبو بكر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نورث ما تركنا صدقة فرأيتماه كاذبا آثما غادرا خائنا والله يعلم إنه لصادق بار راشد تابع للحق ثم توفي أبو بكر وأنا ولي رسول الله صلى الله عليه وسلم وولي أبي بكر فرأيتماني كاذبا آثما غادرا خائنا والله يعلم إني لصادق بار راشد تابع للحق فوليتها

(2)صحيح البخاري ج 5 ص 2049 ح 5043 ثم توفى الله نبيه صلى الله عليه وسلم فقال أبو بكر أنا ولي رسول الله فقبضها أبو بكر يعمل فيها بما عمل به فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنتما حينئذ وأقبل على علي وعباس تزعمان أن أبا بكر كذا وكذا والله يعلم أنه فيها صادق بار راشد تابع للحق ثم توفى الله أبا بكر فقلت أنا ولي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر فقبضتها سنتين أعمل فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر ثم جئتماني وكلمتكما واحدة وأمركما جميع

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ایک گروہ اس روایت کے یہ معنی قبول کرنے سے گریز کرتا ہے اس لیے ہم ابوبکر ابن عربی کی زبانی اس روایت کے معنی بیان کیے دیتے ہیں:

عمر کا کہنا کہ وہ دونوں (علیؑ و عباس) ابوبکر کو ظالم، خائن، حیلہ گر اور خیانت کار سمجھتے تھے اور بالکل یہی اعتقاد انکا عمر کے بارے میں بھی تھا، تو یہ روایت ان کے اختلاف کا پتہ دیتی ہے کہ ان کے درمیان احکام میں اختلاف پایا جاتا تھا جس کی وجہ سے ہر ایک کی رائے مختلف تھی۔۔[1]

رسول ﷺ کا فدک کے غصب ہونے کی پیشگوئی کرنا

اہل سنت کی نقل کے مطابق صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد والے حاکمان کی خصومیات میں سے مال فی کا غصب کرنا بیان فرمایا تھا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اباذر! کس حال میں ہو جبکہ میرے بعد ایسے حاکم آئیں گے جو فی (وہ مال جو بغیر جنگ کے حاصل ہو) کو اپنے لیے رکھ لیں گے۔

میں نے کہا: قسم اس خدا کی جس نے حق کو بھیجا، اپنی تلوار اٹھا کر ان کے خلاف برسرپیکار ہوں گا یہاں تک کہ مارا جاؤں اور آپ سے ملحق ہو جاؤں۔

فرمایا: آیا اس سے بہتر چیز تمہیں نہ بتاؤں؟ صبر کرنا تاکہ مجھے دیکھ سکو۔[2]

اس روایت کو اس کے علاوہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں لکھا ہے اور اسکے محقق حمزہ احمد الزین نے سند کی صحت کا حکم لگایا ہے۔[3]

(1) العواصم من القواصم ج 1 ص 203 وأما قول عمر انهما اعتقدا أن أبا بكر ظالم خائن غادر وكذلك اعتقدا فيه فإنما ذلك خبر عن الاختلاف في نازلة وقعت من الاحكام راى فيها هذا رايا ورأى فيها أولئك رأيا

(2) سنن أبي داود ج 4 ص 241 ح 4759 عن أبي ذر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا أبا ذر كيف أنت عند ولاة يستأثرون عليك بهذا الفيء قال والذي بعثك بالحق أضع سيفي على عاتقي فاضرب به حتى ألحقك قال أفلا أدلك على خير لك من ذلك تصبر حتى تلقاني

(3) مسند أحمد، ج 16 ص 22-23 ح 21450 و 21451 قال حمزه احمد الزين: إسناده صحيح

واحد اشکال جو ایک گروہ اس روایت کی سند پر کرتا ہے وہ خالد بن وہبان کا مجہول ہونا ہے جبکہ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے[1] نیز حاکم نے اس سے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے اور تلویحاً اس کی توثیق کی ہے۔[2]

جناب ابوذر عثمان کی خلافت میں جلاوطنی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔

فدک کا معاملہ ایک الگ زاویہ سے

گذشتہ مباحث میں یہ چیز واضح ہوئی کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فدک کو پہلے ہدیہ کے عنوان سے طلب کیا اور اس پر چند گواہ بھی پیش کیے لیکن ابوبکر نے گواہوں کو کافی نہ جانتے ہوئے قبول نہ کیا۔ لہذا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے مطالبہ کے عنوان کو تبدیل کیا اور بطور میراث طلب کیا جس پر ابوبکر نے ایک حدیث پیش کی جس پر سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور تادم وفات ناراض رہیں۔۔

اب ہم اس بحث کو دیگر زاویوں سے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ یہ موضوع مزید واضح ہو۔

اول

جابر بن عبداللہ کے دعویٰ کو ابوبکر نے قبول کیا اور گواہ بھی طلب نہ کیے۔

بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتا ہے:

جابر بن عبداللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر بحرین کا مال آئے تو فلاں مبلغ تجھے بخش دوں گا پس رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بحرین کے غنائم آگئے۔

ابوبکر نے کہا: جو بھی پیغمبر ﷺ سے کسی چیز کا مطالبہ رکھتا تھا وہ آئے اور لے جائے۔

(1) الثقات ج 4 ص 207 رقم 2522 خالد بن وهبان بن خالة أبي ذر الغفاري يروى عن أبي ذر روى عنه الناس

(2) المستدرك على الصحيحين ج 1 ص 203، رقم 402، «خالد بن وهبان لم يجرح في رواياته وهو تابعي معروف»

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

میں نے ابوبکر سے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب بحرین کے غنائم آئیں گے تو میں تمہیں فلاں مقدار میں مبلغ عطا کروں گا جابر نے کہا: ابوبکر نے ان غنائم میں سے مجھے دیا اور کہا اسے شمار کرو میں نے شمار کیا تو وہ پانچ سو درہم تھے پس ابوبکر نے مجھے پندرہ سو درہم عطا کیے (ایک ہزار درہم اضافی)[1]

بدر الدین عینی اس روایت کی شرح میں لکھتا ہے:

ابوبکر نے جابر سے اس دعوی کی صحت پر گواہوں کو طلب نہیں کیا کیونکہ وہ قرآن و سنت کی رو سے عادل ہیں۔

قرآن کی گواہی جابر کی عدالت پر: ﴿کنتم خیر أمة اخرجت للناس﴾[2]

﴿و کذلك جعلناکم أمة وسطا﴾[3] پس اگر جابر جیسا بہترین امت نہ ہو تو کون بہترین امت ہے؟

سنت کی رو سے جابر کی عدالت: رسول اللہ نے فرمایا: جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ایک مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہیں بول سکتا صحابیِ رسول تو دور کی بات ہے۔[4]

بخاری کے باقی شارحین نے بھی اسی طرح کی تشریح پیش کی ہے لیکن جب فدک کے ماجرا پر پہنچتے ہیں تو سب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو قصور وار گردانتے ہیں۔

(1)صحيح البخاري ج 3 ص 1154 ح 2993 و ج 2 ص 803 ح 2174 عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لي لو قد جاءنا مال البحرين قد أعطيتك هكذا وهكذا وهكذا فلما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم وجاء مال البحرين قال أبو بكر من كانت له عند رسول الله صلى الله عليه وسلم عدة فليأتني فأتيته فقلت إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد كان قال لي لو قد جاءنا مال البحرين لأعطيتك هكذا وهكذا وهكذا فقال لي احثه فحثوت حثية فقال لي عدها فعددتها فإذا هي خمسمائة فأعطاني ألفا وخمسمائة

(2)آل عمران 10

(3)البقرہ 143

(4)عمدة القاري ج 12 ص 121 أبا بكر لم يلتمس من جابر شاهدا على صحة دعواه ...لأنه عدل بالكتاب والسنة . أما الكتاب فقوله تعالى : (كنتم خير أمة أخرجت للناس) (آل عمران : 10) (وكذلك جعلناكم أمة وسطا) (البقرة : 143) . فمثل جابر إن لم يكن من خير أمة فمن يكون . وأما السنة : فقوله صلى الله عليه وسلم : (من كذب علي متعمدا . .) الحديث، ولا يظن ذلك لمسلم . فضلا عن صحابي

دوم

حدیث نبوی ﷺ کے مطابق جو بھی ایک ایسی چیز کا دعویدار ہو جو اس کی نہ ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔

مسلم اپنی صحیح میں روایت نقل کرتا ہے:

ابوذر سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی کسی چیز کا دعویٰ کرے اور وہ اس کی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔[1]

جبکہ خود اہل سنت کے اعتراف کے مطابق حضرت فاطمہ صغریٰ عورتوں کی سردار ہیں۔[2]

سوم

حدیث نبوی ﷺ کے مطابق جو بھی کسی مسلمان سے تین دن ناراض رہے وہ مسلمان نہیں۔[3]

بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے لیے جائز نہیں وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔

جبکہ حضرت فاطمہؑ کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ اہل جنت ہیں بلکہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور دوسری طرف ابوبکر و عمر سے ناراض رہیں اور ان سے کلام نہ کیا۔

(1)صحيح مسلم ج 1 ص 79 ح 61 عن أبي ذر أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ... ومن ادعى ما ليس له فليس منا وليتبوأ مقعده من النار

(2)صحيح البخاري ج 3 ص 1326 ح 3426 أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المؤمنين

(3)صحيح البخاري ج 5 ص 2253 ح 5718 و صحيح مسلم ج 4 ص 1984 ح 2560 أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ... ولا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاثة أيام

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

چہارم

حدیث نبوی ﷺ کے مطابق جو کوئی بھی مرجائے اور اس کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس روایت کو مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔[1]

جبکہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے نہ فقط ابوبکر کی بیعت ن کی بلکہ اس پر غضبناک ہوئیں، ناراض رہیں اور اسی ناراضگی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اب اگر کوئی جاہلیت کی موت مرے تو وہ جنت جاسکتا ہے؟ جنت کی عورتوں کی سردار ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

ذرا سوچئے۔۔۔!

پنجم

حضرت فاطمہؑ کا شیخین پر غضبناک ہونا:

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ روایات معتبرہ کے مطابق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضب رسول اللہ ﷺ کے غضب کے مترادف و مساوی ہے اور قرآن کریم میں خدا و رسول ﷺ کو اذیت دینے والوں کے لیے بیان ہوا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾

بیشک جنہوں نے خدا اور اس کے رسول کو اذیت دی خدا نے ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔[2]

دوسری طرف اہل سنت کی صحیح روایات کے مطابق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اپنی زندگی کے آخری لمحات تک عمر و ابوبکر سے ناراض اور ان پر غضبناک رہیں اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

---

(1) صحيح مسلم ج 3 ص 1478 ح 1851 ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية

(2) احزاب: 56

بخاری اور مسلم حضرت عائشہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

عروہ بن زبیر نے عائشہ سے نقل کیا: فاطمہؑ نے ابوبکر سے ان چیزوں میں سے جو مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کا مال فی تھا اور اس سے جو خیبر کے خمس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے تھا بطور میراث مطالبہ کیا۔

ابوبکر نے کہا: اسی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم ارث نہیں چھوڑتے جو بھی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے پس یہ وہ صدقہ ہے کہ جس سے آل محمد کھاتے ہیں۔۔۔

خلاصہ روایت یہ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکر سے اس کے بعد ناراض ہوگئیں اور تا مرگ اس سے کلام نہ کیا۔ فاطمہؑ رسول اللہ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ان کے شوہر علیؑ نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہ دی، خود ان کے جنازہ پر نماز پڑھی اور ابوبکر نے فاطمہؑ پر نماز نہیں پڑھی۔[1]

ترمذی نے بھی سیدہؑ کی ابوبکر و عمر سے تا آخر دم ناراضگی پر مبنی روایت کو ابوہریرہ سے معتبر سند کیساتھ نقل کیا ہے۔

فاطمہؑ ابوبکر و عمر کے پاس میراث کے لیے گئیں، ان دونوں نے کہا ہم نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ ہماری کوئی میراث نہیں ہوتی۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: خدا کی قسم میں تم دونوں سے ہرگز کلام نہیں کرونگی پس حضرت فاطمہ وفات پاگئیں اور ان دونوں سے کلام نہ کیا۔[1]

---

(1) صحيح البخاري ج 4 ص 1549 ح 3998 و ج 3 ص 1126 ح 2926 و صحيح مسلم ج 3 ص 1380 ح 1750 عن عروة عن عائشة أن فاطمة عليها السلام بنت النبي صلى الله عليه وسلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبي صلى الله عليه وسلم ستة أشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر وصلى عليها

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس روایت کو ترمذی نے حسن جانا ہے[2] اور جوامع الکلم سائٹ ویبز میں بھی اس پر حسن کا حکم موجود ہے۔ ناصر الدین البانی نے بھی اس روایت کو سنن ترمذی کی صحیح احادیث میں ذکر کیا ہے۔[3]

ششم

ابوبکر و عمر کی وصیت رسول اللہ ﷺ کے حجرہ میں دفن ہونے پر:

ابوبکر و عمر اپنی وصیت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے حجرہ میں ان کے قریب دفن ہوئے۔

ابن سعد روایت کرتا ہے:

عروہ بن زبیر و قاسم بن محمد نے کہا: ابوبکر نے عائشہ کو وصیت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب دفن ہونگے پس جب ابوبکر نے وفات پائی اس کے لیے قبر کھودی گئی، اس کا سر رسول اللہ ﷺ نے شانوں کے قریب قرار دیا گیا اور اس کی قبر رسول اللہ ﷺ کی قبر سے متصل کر دی گئی پس ان کی قبر یہاں ہے۔[4]

بخاری نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے:

عمر بن خطاب نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو عمر سلام کہہ رہا ہے اور امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں اور آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ رسول اللہ اور ان کے دوست کے قریب دفنایا جاؤں، عبد اللہ نے عائشہ کے پاس اندر آنے کی اجازت طلب کی جب داخل ہوا

(1)سنن الترمذي ج 4 ص 157 ح 1609 حدثنا بذلك علي بن عيسى قال حدثنا عبد الوهاب بن عطاء حدثنا محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أن فاطمة جاءت أبا بكر وعمر رضي الله عنهما تسأل ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالا سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إني لا أورث قالت والله لا أكلمكما أبدا فماتت ولا تكلمهما

(2)ترمذی در ذیل حدیث قبلش، به این روایت اشاره کرده و سندش را حسن دانسته است:

(3)صحيح الترمذی، ج 2 ص 214 ح 1609 پی دی اف

(4)الطبقات الكبرى ج 3 ص 209 أخبرنا محمد بن عمر قال أخبرنا أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن عمر بن عبد الله بن عروة أنه سمع عروة والقاسم بن محمد يقولان أوصى أبو بكر عائشة أن يدفن إلى جانب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما توفي حفر له وجعل رأسه عند كتفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والصق اللحد بقبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبر هناك

تو دیکھا عائشہ بیٹھی ہے اور رو رہی ہے۔ اس سے کہا: عمر نے آپ کے لیے سلام بھیجا ہے اور درخواست کی ہے کہ آپ انہیں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دیں۔

عائشہ نے کہا: میں نے یہ جگہ اپنے دفن ہونے کے لیے رکھی تھی لیکن اب خلیفہ کو خود پر ترجیح دوں گی۔

عبداللہ واپس آیا، لوگوں نے جب عبد اللہ بن عمر کو دیکھا تو کہا عبد اللہ آرہا ہے۔ عمر نے کہا مجھے اٹھاؤ ایک شخص نے اپنے سہارے سے عمر کو کھڑا کیا۔ عمر نے پوچھا: سناؤ کیا خبر لائے ہو؟ عبد اللہ نے کہا: وہی جو امیر المومنین نے چاہا تھا اسکی اجازت مل گئی! عمر نے کہا: الحمد للہ میرے لیے کوئی چیز اس سے زیادہ اہم نہ تھی۔[1]

اہل سنت معتقد ہیں یا تو رسول اللہ کا جائے مدفن آپؐ کی وفات کے وقت تک آپؐ کی ملکیت میں باقی تھا یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کی ملکیت سے خارج ہو کر عائشہ کو منتقل ہو گیا تھا۔ یہ بات ان تین صورتوں سے خارج نہ ہوگی۔

اول: یہ میراث کے سبب دیگر ازدواج بشمول عائشہ تک پہنچی۔

دوم: صدقہ تھی (ابوبکر کے قول کے مطابق پیغمبر ارث نہیں چھوڑتے)

سوم: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عائشہ کو بطور ہدیہ منتقل ہوئی تھی۔

(1)صحيح البخاری ج 3 ص 1355 ح 3497 انطلق إلى عائشة أم المؤمنين فقل يقرأ عليك عمر السلام ولا تقل أمير المؤمنين فإني لست اليوم للمؤمنين أميرا وقل يستأذن عمر بن الخطاب أن يدفن مع صاحبيه فسلم واستأذن ثم دخل عليها فوجدها قاعدة تبكي فقال يقرأ عليك عمر بن الخطاب السلام ويستأذن أن يدفن مع صاحبيه فقالت كنت أريده لنفسي ولأوثرن به اليوم على نفسي فلما أقبل قيل هذا عبد الله بن عمر قد جاء قال ارفعوني فأسنده رجل إليه فقال ما لديك قال الذي تحب يا أمير المؤمنين أذنت قال الحمد لله ما كان من شيء أهم إلى من ذلك

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

پہلی حالت: اگر میراث تھی پھر ابوبکر و عمر کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہونے کا حکم دینا جائز نہ تھا مگر نیہ کہ ورثاء اجازت دیں جبکہ شیعہ سنی کسی ایک روایت میں نقل نہیں ہوا کہ ابوبکر و عمر نے ورثاء سے (عائشہ کے علاوہ) اجازت طلب کی ہو یا ان سے وہ زمین خریدی ہو۔

دوسری حالت: اگر صدقہ تھی تو لازماً اسے مسلمانوں سے خریدنا چاہیے تھا یا ان کی رضایت حاصل کرنی چاہیے تھی جبکہ اس حوالہ سے بھی کوئی روایت موجود نہیں۔

تیسری حالت: اس صورت کی بنا پر اگر کہا جائے گا کہ مذکورہ زمین رسول اللہ کے زمانہ میں ہی عائشہ کی ملکیت میں تھی۔ ایسی صورت میں اس پر عائشہ سے کوئی دلیل، کوئی گواہ طلب کرنا چاہیے جیسا کہ سیدہ فاطمہؑ سے فدک کے مطالبہ پر طلب کیے۔ لیکن عائشہ سے کوئی دلیل و گواہ طلب نہ کیے گئے۔۔

ممکن ہے اہل سنت کہیں کہ ابوبکر و عمر اپنی بیٹیوں کے مہر کی وجہ سے ان کے گھر میں دفن ہوئے ہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب تک آپؐ اپنی بیویوں کو مہر ادا نہ کریں وہ آپ پر حلال نہیں ہوتیں تھیں۔ کیونکہ خداوند متعال قرآن میں فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ﴾

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کی ہیں جن کے مہر آپ نے دے دیے ہیں اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ نے (بغیر جنگ کے) آپ کو عطا کی ہیں۔۔[1]

مذکورہ بالا مطالب کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

اولاً: ابوبکر و عمر غصبی مکان میں دفن ہیں۔

ثانیاً: وہ اس مکان میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے جبکہ خدا نے بغیر اجازت کے داخل ہونے سے منع کیا ہے۔[1]

(1) احزاب: 50

ثالثاً: ابوبکر و عمر نے عملی طور پر اس روایات کی مخالفت کی ہے جو انہوں نے فدک کے سلسلے میں نقل کی تھیں۔

(1) نور: 27 و احزاب: 53

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

چوتھا باب

عمر بن خطاب کی سیرت میں خواتین کے ساتھ تند و تلخ رویہ کے چند نمونے

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اگر عمر بن خطاب کی زندگی پر نظر دوڑائی جائے تو ایک چیز نہایت واضح انداز میں معلوم ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ ان کی زندگی کے کسی بھی حصہ میں ان کا خواتین کے ساتھ درست رویہ نہیں ملتا چاہے ان کی مشرکانہ زندگی کو دیکھا جائے یا اسلام کے بعد کی زندگی کو ملاحظہ کیا جائے یا پھر ان کے دور حکومت پر نگاہ ڈالی جائے۔ اس حوالے سے آپ کو متعدد مواقع دیکھنے کو ملیں گے۔ ہم ان میں سے چند موارد کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔[1]

اول: عمر کا اپنی بہن کو مارنا

ضیا مقدسی روایت کرتا ہے:

عمر ان دونوں (بہن اور اس کے شوہر) کے پاس گئے۔ خباب بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ جب اس نے محسوس کیا عمر اس طرف آرہے ہیں تو گھر میں چھپ گیا۔ عمر نے کہا: یہ شور شرابہ کیسا ہے؟ وہ لوگ سورہ طہ کی تلاوت کر رہے تھے۔

جواب دیا: ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ عمر نے کہا: شاید تم لوگ دین سے خارج ہو گئے ہو۔ عمر کے بہنوئی نے جواب دیا: اے عمر اگر حق تیرے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین میں ہو تو کیا کرو گے؟ عمر نے اس پر حملہ کیا اور اس کو لاتوں سے مارنا شروع کر دیا۔ اس کی بیوی آئی تاکہ شوہر کا دفاع کرے لیکن عمر نے اس کے چہرہ پر ضرب لگائی یہاں تک کے اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔[2]

(1) (عرض مترجم) واضح رہے کہ ہم کوئی بھی واقعہ شیعہ کتب سے نقل نہیں کریں گے بلکہ تمام واقعات اہل سنت کی معتبر کتب سے پیش کیے جائیں گے لہذا برادران اہل سنت سے تعلق رکھنے والے محترم قارئین تشیع پہ توہین مقدسات یا دیگر الزامات سے گریز کریں۔۔

(2) فمشى إليهما ذامرا قال إسحاق يعني متغضبا حتى دنا من الباب قال وعندهما رجل يقال له خباب يقريهما سورة (طه) قال فلما سمع خبا حس عمر دخل تحت سرير لهما فقال ما هذه الهينمة التي سمعتها عندكم قالا ما عدا حديثا تحدثنا بيننا فقال لعلكما قد صبوتما وتركتما دينكما

اس روایت کو ضیاء مقدسی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور ڈاکٹر عبد الملک بن دہیش نے اس کی سند کو حسن جانا ہے۔[1]

دوم: عمر نے پیغمبرؐ کی موجودگی میں سوگوار خواتین کو مارا

احمد بن حنبل اور حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

ابن عباس بیان کرتے ہیں: جب عثمان بن مظعون فوت ہوئے ایک عورت نے کہا: جنت تمہیں مبارک ہو عثمان۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کی جانب غصہ سے نگاہ کی اور فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟

عورت نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ! وہ جنگجو اور آپ کا ہم نشین تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم میں رسول خدا ہوں لیکن نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا، پس لوگ عثمان کی بابت ڈر گئے۔ اس کے بعد جب زینب (رسول اللہ کی ربیبہ بیٹی) اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو آپ نے فرمایا: خداوند متعال اسے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ ملحق فرمائے۔ خواتین نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا۔

عمر کے ہاتھ میں ایک تازیانہ تھا۔ انہوں نے اسی سے حضورؐ کی موجودگی میں عورتوں کو مارنا شروع کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے تازیانہ لے لیا اور فرمایا: آرام کرو تمہیں ان خواتین سے کیا کام چھوڑو تاکہ وہ گریہ کر سکیں۔

اس کے بعد عورتوں سے فرمایا: گریہ کرو لیکن آہ و بکائے شیطانی (خدا پر اعتراض کی مانند گریہ و زاری) سے اجتناب کرو۔[2]

الذي أنتم عليه فقال ختنه يا عمر أرأيت إن كان الحق في غير دينك قال فأقبل على ختنه فوطئه وطئا شديدا قال فدفعته أخته عن زوجها فضرب وجهها فدمهي وجهها

(1) الأحاديث المختارة ج 7 ص 140-142 ح 2573 قال المحقق: إسناده حسن لشاهده

(2) المستدرك على الصحيحين ج 3 ص 210 ح 4869 عن بن عباس قال لما مات عثمان بن مظعون قالت امرأة هنيئا لك الجنة عثمان بن مظعون فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إليها نظر غضبان فقال وما يدريك قالت يا رسول الله فارسك وصاحبك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والله انى رسول الله وما أدرى ما يفعل بي ساشفق الناس على عثمان فلما ماتت زينب ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحقي بسلفنا

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس روایت کی سند کو مسند احمد کے محقق احمد شاکر نے صحیح قرار دیا ہے۔[1]

سوم: عمر بن خطاب کا ابوبکر کی بہن اور عائشہ کے گھر میں جمع دیگر خواتین کو مارنا

ابن شبہ نمیری روایت کرتا ہے:

سعید بن مسیب بیان کرتا ہے: جب ابوبکر اس دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت عائشہ نے گریہ و عزاداری برپا کی۔ عمر بن خطاب عائشہ کے گھر آئے اور عورتوں کو رونے سے منع کیا لیکن عورتوں نے عمر کی اس بات کی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ عمر نے ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ اس گھر میں داخل ہو اور ابوبکر کی بہن کو گھر سے باہر لے آؤ۔ جب حضرت عائشہ نے عمر کی یہ بات سنی، ہشام سے کہا: میں اپنے گھر میں تجھ سے زیادہ سزاوار ہوں۔ (مراد عمر کے حکم کی پرواہ مت کرو)

عمر نے ہشام سے کہا میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں کہ گھر میں داخل ہو جاؤ ہشام گھر میں داخل ہوا اور ابوبکر کی بہن ام فروہ کو عمر کے پاس باہر لے آیا۔

عمر نے اپنے تازیانہ کو حرکت دی اور چند ضربیں ام فروہ کو ماری۔ جب خواتین نے یہ خبر سنی تو متفرق ہو گئیں۔[2]

جوامع الکلم سافٹ ویئر نے اس روایت کی سند پر صحت کا حکم لگایا ہے۔[3]

الصالح الخير عثمان بن مظعون فبكت النساء فجعل عمر يضربهن بسوطه فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده وقال مهلا يا عمر ثم قال ابكين وإياكن ونعيق الشيطان

(1) مسند احمد، ج 2 ص 530-531 ح 2127 بی ڈی ایف/ قال الشاكر: إسناده صحيح

(2) حدثنا عثمان بن عمر قال أنبأنا يونس يعني ابن زيد عن الزهري عن سعيد بن المسيب أن أبا بكر رضي الله عنه لما توفي أقامت عليه عائشة رضي الله عنها النوح فأقبل عمر رضي الله عنه حتى قام ببابها فنهاها ومن معها عن البكاء على أبي بكر فأبين أن ينتهين فقال عمر لهشام بن الوليد ادخل فأخرج إلي ابنة أبي قحافة أخت أبي بكر فقالت عائشة لهشام حين سمعت ذلك من عمر إني أحرج عليك بيتي فقال عمر لهشام أدخل فقد أذنت لك فدخل فأخرج أم فروة بنت أبي قحافة إلى عمر رضي الله عنه فعلاها بالدرة فضربها ضربات فتفرق النوائح لما سمعن ذلك فقال عمر رضي الله عنه أترون أن يعذب أبو بكر رضي الله عنه ببكائكن إن رسول الله قال فإن الميت ليعذب ببكاء أهله عليه

(3) أخبار المدينة ج 1 ص 358 ح 1103 حكم برنامه ی جوامع الكلم: إسناده متصل، رجاله ثقات

اور مزید یہ کہ مراسیل سعید بن مسیب اجماع اہل سنت کے مطابق حجت ہیں۔

ابن حجر عسقلانی بخاری کی اس مقطوعہ روایت (وقد أخرج أخت أبي بكر حين ناحت) ابوبکر کی بہن کو جب وہ گریہ و نوحہ کناں تھیں گھر سے باہر لایا۔

لکھتا ہے:

ابن سعد طبقات میں صحیح سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے لکھتا ہے: جب ابوبکر اس دنیا سے رخصت ہوئے، جناب عائشہ نے عزاداری کی مجلس برپا کی، جب عمر بن خطاب تک یہ خبر پہنچی، اس نے خواتین کو گریہ و زاری سے منع کیا لیکن عورتوں نے پرواہ نہ کی۔ عمر نے ہشام بن ولید کو حکم دیا کہ گھر میں داخل ہو جاؤ اور ام فروہ کو باہر لے آؤ۔

ہشام گھر میں داخل ہوا اور تازیانہ سے ام فروہ کو مارا جس کے سبب باقی خواتین متفرق ہو گئیں۔

اسحاق بن راہویہ نے اور انداز میں اس قصے کو نقل کیا ہے اور آخر میں کہتا ہے:

عورتوں کو ایک ایک کر کے ابوبکر کے گھر سے باہر لائے اور عمر نے انہیں تازیانہ سے مارا۔ اس کے بعد کتاب کے مؤلف نے ابوہریرہ کی حدیث کا ذکر کیا جس میں ہے: جو لوگ نماز میں نہیں آتے ان کے گھروں کو آگ لگا دی جائے۔[1]

چہارم: عمر نے ام المومنین کے گھر میں جمع ہونے والی خواتین کو مارا

عبدالرزاق معتبر مرسل سند کے ساتھ روایت کرتا ہے:

جس وقت خالد بن ولید (عمر کی خلافت کے زمانہ میں) دنیا سے رخصت ہوا عورتیں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ میمونہ کے گھر جمع ہوئیں اور اس پر گریہ کرنا شروع کر دیا۔ عمر تازیانہ لیے ابن عباس کے

(1) فتح الباري ج 5 ص 74 در شرح ح 2286 وصله بن سعد في الطبقات بإسناد صحيح من طريق الزهري عن سعيد بن المسيب قال لما توفي أبو بكر أقامت عائشة عليه النوح فبلغ عمر فنهاهن فأبين فقال لهشام بن الوليد أخرج إلى بيت أبي قحافة يعني أم فروة فعلاها بالدرة ضربات فتفرق النوائح حين سمعن بذلك ووصله إسحاق بن راهويه في مسنده من وجه آخر عن الزهري وفيه فجعل يخرجهن امرأة امرأة وهو يضربهن بالدرة ثم ذكر المصنف حديث أبي هريرة في إرادة تحريق البيوت على الذين لا يشهدون الصلاة

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ہمراہ آیا اور ابن عباس سے کہا: اے عبد اللہ! ام المومنین میمونہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو پردہ کر لیں اور کہو جو خواتین گھر میں جمع ہیں میرے پاس آئیں۔

ابن عباس کہتے ہے: خواتین باہر آئیں اور عمر نے انہیں تازیانہ سے مارنا شروع کر دیا (اس اثنا میں) ایک عورت کا پردہ ظاہر ہو گیا۔

عمر سے کہا گیا: اس کے سر سے چادر اتر گئی ہے اسے چھوڑ دو۔

عمر نے جواب دیا: تمہیں اس سے کیا سروکار (اس گریہ کے بعد) اس کا کوئی احترام باقی نہیں رہا۔[1]

پنجم: عمر نے اپنی بیوی کو آدھی رات کے وقت مارا

اشعث بن قیس سے نقل ہوا ہے: اس نے کہا: ایک رات میں عمر کا مہمان تھا۔ آدھی رات کے وقت عمر اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی بیوی کو مارنے لگا۔ میں ان کے درمیان حائل ہوا اور رکاوٹ بنا۔ جب عمر اپنی سونے کی جگہ واپس آیا تو کہا: اے اشعث مجھ سے سنو جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، اگر کوئی اپنی بیوی کو مارے تو اس سے نہیں پوچھا جاتا کہ اسے کیوں مارا اور ہمیشہ نماز وتر پڑھنے کے بعد سو جاؤ تیسری بات میں بھول گیا ہوں۔۔[2]

(1)مصنف عبد الرزاق ج 3 ص 557 ح 6681 عبد الرزاق عن بن عيينة عن عمرو بن دينار قال لما مات خالد بن الوليد اجتمع في بيت ميمونة نساء يبكين فجاء عمر ومعه بن عباس ومعه الدرة فقال يا أبا عبد الله ادخل على أم المؤمنين فأمرها فلتحتجب واخرجهن علي قال فجعل يخرجهن عليه وهو يضربهن بالدرة فسقط خمار امرأة منهن فقالوا يا امير المؤمنين خمارها فقال دعوها ولا حرمة لها كان معمر يعجب من قوله لا حرمة لها

(2)حدثنا محمد بن يحيى والحسن بن مدرك الطحان قالا ثنا يحيى بن حماد ثنا أبو عوانة عن داود بن عبد الله الأودي عن عبد الرحمن المسلمي عن الاشعث بن قيس قال ضفت عمر ليلة فلما كان في جوف الليل قام إلى امرأته يضربها فحجزت بينهما فلما أوى إلى فراشه قال لي يا أشعث احفظ عني شيئا سمعته عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسأل الرجل فيم يضرب امرأته ولا تنم إلا على وتر ونسيت الثالثة

اس روایت کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور جوامع الکلم سافٹ ویئر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔[1] حاکم و ذہبی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔[2]

نیز ضیا مقدسی نے بھی اسے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور ڈاکٹر عبد الملک دہیش نے اسکی سند کی تحسین کی ہے۔[3]

ششم: عمر بن خطاب کنیزوں کو حجاب کرنے کی وجہ سے مارتے تھے

محمد ناصر الدین البانی لکھتا ہے:

ابن منذر کہتا ہے: ثابت شدہ ہے کہ جو کنیز مقنعہ پہنے ہوتی تھی عمر اسے کہتے تھے کہ سر کو برہنہ کرو اور خود کو آزاد عورتوں کی مثل نہ بناؤ۔ وہ اسے تازیانہ سے مارتے تھے۔

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

ابن ابی شیبہ قتادہ سے اور وہ انس سے نقل کرتا ہے: عمر نے ایک کنیز کو دیکھا جو مقنعہ پہنے ہوئے تھی۔ عمر نے اس کو مارا اور کہا: خود کو آزاد عورتوں کی مثل نہ بناؤ۔

میں کہتا ہوں اس روایت کی سند صحیح ہے اور اسے زہری نے بھی انس سے نقل کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے مگر یہ کہ زہری کا سماع انس سے ہو۔۔

مختار بن فلفل نے بھی انس بن مالک سے نقل کیا ہے: مہاجر یا انصار کی کنیزوں میں سے ایک بدن کو چھپائے اور مقنعہ پہنے عمر کے پاس آئی، عمر نے پوچھا: کیا تم آزاد ہو گئی ہو؟ کہا نہیں۔

عمر نے کہا: یہ حجاب و مقنعہ کیسا؟ اسے اپنے سر سے اتارو کیونکہ یہ حجاب آزاد و مومنہ خواتین سے مخصوص ہے۔[4]

(1)سنن ابن ماجه ج 1 ص 639 ح 1986 حكم برنامه ي جوامع الكلم: إسناده متصل، رجاله ثقات

(2)المستدرك على الصحيحين ج 4 ص 194 ح 7342

(3)الأحاديث المختارة ج 1 ص 188-189 ح 94 و 95 قال عبد الملك بن دهيش: إسناده حسن

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

کنیز سے کچھ تاخیر ہوئی۔ عمر اپنی جگہ سے اٹھا اور تازیانہ اس کے سر پر مارا تاکہ حجاب اتار دے۔
(یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے)[1]

ہفتم: عمر کے ڈر سے بچہ کا سقط ہونا

عبدالرزاق معتبر مرسل سند سے نقل کرتا ہے:

حسن بصری نے کہا: عمر نے ایک ایسی عورت کو بلوایا جو اس کے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ اس عورت کو جب اس متعلق معلوم ہوا تو فریاد کرتے ہوئے کہنے لگی: عمر کو مجھ سے کیا کام!

آتے ہوئے راستہ میں اچانک اسے دردِ زہ اٹھا، گھر پہنچ کر اس نے بچہ کو جنم دیا البتہ اس بچہ نے دو بار فریاد لگائی اور مر گیا۔[2]

اس روایت کی قطعیت اہل سنت علماء کے نزدیک اس طرح ہے کہ انہوں نے اپنی فقہی کتب میں اس سے استناد کیا ہے۔[3]

حتیٰ عبدالقادر عودہ نے اس واقعہ کو تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ جانا ہے۔[4]

(1)إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، ج 6 ص 203-204 ح 1796 سايت شامله / (قال ابن المنذر : ثبت " أن عمر قال لأمة راها متقنعة : اكشفي رأسك ولا تشبهي بالحرائر وضربها بالدرة ") صحيح .

(2)مصنف عبد الرزاق ج 9 ص 458 ح 18010 عبد الرزاق عن معمر عن مطر الوراق وغيره عن الحسن قال أرسل عمر بن الخطاب إلى امرأة مغيبة كان يدخل عليها فأنكر ذلك فأرسل إليها فقيل لها أجيبي عمر فقالت يا ويلها ما لها ولعمر قال فبينا هي في الطريق فزعت فضربها الطلق فدخلت دارا فألقت ولدها فصاح الصبي صيحتين ثم مات

(3)المهذب في فقه الإمام الشافعي ج 2 ص 192 ؛ الكافي في فقه ابن حنبل ج 4 ص 60 و المغني في فقه الإمام احمد بن حنبل الشيباني ج 8 ص 338

(4)التشريع الجنائي في الإسلام ج 3 ص 320 ومن الوقائع المشهورة في هذا الباب أن عمر رضى الله عنه بعث إلى امرأة كان يدخل عليها ...

ہشتم: عمر کے خوف سے ایک عورت کا لباس نجس ہونا

عبدالرزاق معتبر مرسل سند سے روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بن طہمان نخعی بیان کرتا ہے: عمر بن خطاب عورتوں کی صف کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ اس کے مشام تک ایک خوشبو پہنچی۔ کہا: اگر میں جانتا کہ کس عورت نے عطر لگایا ہے، اس کے ساتھ ایسا ایسا کر دیتا، تم عورتوں کو چاہیے فقط اپنے شوہروں کے لیے خود کو معطر کرو اور گھر سے باہر جاتے ہوئے پرانا لباس پہنو۔

راوی کہتا ہے میں نے سنا وہ عورت جس نے خوشبو لگائی ہوئی تھی خوف سے اس کا پیشاب نکل گیا۔[1]

(1)مصنف عبد الرزاق ج 4 ص 373-374 ح 8117 عبد الرزاق عن بن عيينة عن الأعمش عن إبراهيم قال طاف عمر بن الخطاب في صفوف النساء فوجد ريحا طيبة من راس امرأة فقال لو أعلم أيتكن هي لفعلت ولفعلت لتطيب إحداكن لزوجها فإذا خرجت لبست أطمار وليدتها قال فبلغني أن المرأة [التي] كانت تطيبت بالت في ثيابها من الفرق

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

پانچواں باب

دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر ہجوم

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اہل سنت کی معتبر روایات کے مطابق حضرت زہراسلام اللہ علیہا ابوبکر کی بیعت کیے بغیر اس حال میں کہ وہ ابوبکر سے ناراض تھیں اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اور بعض معتبر روایات کے مطابق حضرت زہراسلام اللہ علیہا کے گھر کو جلانے کی دھمکی کا واقعہ قطعی و یقینی ہے۔ دیگر معتبر روایات کے مطابق یہ دھمکی عملی صورت اختیار کر گئی تھی لیکن اس ماجرا کی جزئیات دقیق طور پر اہل سنت کتب میں اس انداز سے ذکر نہیں ہوئیں اور ہم تک نہیں پہنچی۔

کیوں نہیں پہنچی؟ اس کی دلیل مشاجرات صحابہ، مطاعن صحابہ بالخصوص شیخین کے مطاعن نقل نہ کرنا ہے، ہم اس کا ذکر اس سے قبل کر چکے ہیں۔

دوسری جانب بزرگانِ اہل سنت نے اقرار کیا ہے کہ حضرت زہراسلام اللہ علیہا کا ایک بچہ جس کا نام محسن تھا، سقط ہوا تھا۔ البتہ ان میں سے بہت سوں نے سقط کا سبب بیان نہیں کیا۔

لہذا ان مطالب کے ثابت ہو جانے کے بعد اس واقعہ کا رونما نہ ہونا بعید ہے، جبکہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ عمر بن خطاب کس قدر سخت مزاج تھا اور خواتین کو مارنے پیٹنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔

عمر کا سیاسی مخالفین سے برتاؤ

بہتر ہے کہ دیکھا جائے عمر بن خطاب اپنے سیاسی مخالفین کے ساتھ کیسا سلوک کرتا تھا تاکہ واضح ہو کہ جنہوں نے حضرت زہراسلام اللہ علیہا کے گھر میں اجتماع کیا تھا ان کے خلاف عمر کس حد تک جا سکتا تھا۔

عمر بن خطاب نے سقیفہ میں قسم کھائی اور کہا: جو بھی ہماری مخالفت کرے گا میں اسے قتل کر دونگا۔

ابن حجر عسقلانی لکھتا ہے:

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

موسی بن عقبہ کی تالیف المغازی کے آخر میں ابن شہاب سے نقل ہوا ہے کہ عمر نے کہا: خدا کی قسم کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے وگرنہ میں اسے قتل کر دونگا۔ (1)

ذہبی نے المغازی موسی بن عقبہ کے بہت سے مطالب کو معتبر شمار کیا ہے اور یحیٰی بن معین نے بھی اس کتاب کو اس موضوع میں صحیح ترین کتاب شمار کیا ہے۔

کتاب مغازی موسی بن عقبہ کی جلد بڑی نہیں، میں نے ان روایات کو سنا اور ان میں زیادہ تر صحیح و مرسل قابل قبول ہیں۔ (2)

یحیٰی بن معین ہمیشہ کہتا تھا کہ کتاب موسی بن عقبہ، زہری سے صحیح ترین کتاب ہے۔

ڈاکٹر محمد السید الوکیل معاصرین علماء اہل سنت میں سے ہیں، راقم ہیں:

خلیفہ دوم نے کئی بار اپنے مخالفین کو مارنے کی تاکید کی ہے چاہے وہ ایک شخص ہو یا ایک سے زیادہ کیونکہ وہ جانتا تھا اس اختلاف کا نتیجہ تلخ ہے اور اس تلخی کا ذائقہ چکھنے والے مسلمان ہوں گے اس بنا پر ایک یا دو لوگوں کو مارنا اسلام کی بقا و اسلامی حکومت کی سربلندی، اس کی کرامت و کمال کی حفاظت، پرچم حق کی بلندی، اور کلمۃ اللہ کے اوج پر باقی رہنے کے لیے ناگزیر تھا چاہے قتل کیے جانے والے افراد بزرگ اصحاب ہی کیوں نہ ہوں۔۔ (3)

(1) فتح الباري ج 7 ص 31 ووقع في اخر المغازي لموسى بن عقبة عن بن شهاب ... قال فقال عمر لا والله لا يخلفنا أحد الا قتلناه

(2) سير أعلام النبلاء ج 6 ص 116-117 وأما مغازي موسى بن عقبة فهي في مجلد ليس بالكبير سمعناها وغالبها صحيح ومرسل جيد ... كان يحيى بن معين يقول كتاب موسى بن عقبة عن الزهري من اصح هذه الكتب

(3) جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين (دراسة وصفية تحليلية لأحداث تلك الفترة)، ص310 پی ڈی ایف / إن الخليفة يؤكد أكثر من مرة على قتل المخالفين سواء كانوا واحدا أم أكثر لأنه - رضي الله عنه - كان يعلم أن ثمرة هذا الخلاف مرة، وان الذين سيتجرعون مرارتها هم المسلمون ..... فلا بأس إذا بقتل رجل أو رجلين أو ثلاثة – ولو كانوا من كبار الصحابة – في سبيل البقاء على الإسلام ودولته مرفوعة الرأس، موفورة الكرامة، ترفع راية الحق وتعلى كلمة الله

ہجوم کے واقعہ کا آغاز

اس واقعہ کی ابتداء اس وقت ہوئی جب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب، زبیر اور دیگر افراد کے ہمراہ اپنے گھر میں جمع تھے اور ابوبکر کی بیعت نہیں کر رہے تھے۔

عمر بن خطاب کہتا ہے:

جب رسول اللہ وفات پا گئے تمام انصار نے ہماری مخالفت کی اور خلیفہ کی تقرری کے معاملہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، نیز علیؑ اور ان کے ساتھیوں نے ہماری مخالفت کی۔ (1)

اس واقعہ کا وقت و کیفیت

چونکہ سقیفہ کے بعد ہونے والے واقعات اور ان کی جزئیات اہل سنت کتب میں واضح بیان نہیں ہوئیں اس لیے ہم مجبوراً بطور خلاصہ اس سے متعلق شیعہ روایات بیان کرتے ہیں۔

البتہ یہ چیز لطف سے خالی نہیں نیز جو تناقضات اور ظاہری اعتراضات مخالفین کی جانب سے ہمیشہ سے روایات فاطمیہ پر ہوتے آئے ہیں، (ان شاءاللہ) وہ حل ہو جائیں گے۔

المختصر:

جب سب نے ابوبکر کی بیعت کر لی (اختیاری یا اجباری صورت میں) امیر المومنینؑ، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور بچوں کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اہل بدر مہاجرین و انصار کے گھروں میں جاتے اپنے حق کی یاد آوری کے ضمن میں ان سے تقاضہ کرتے کہ وہ علی الصبح سر مونڈوائیں اور تلواروں کے ہمراہ آپؑ کی بیعت کریں کہ تا دمِ مرگ آپ کی نصرت کریں گے لیکن صبح کے وقت چار افراد یعنی سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ و زبیر کے علاوہ کوئی نہ آیا اور یہ کام تین راتوں تک جاری رہا۔

لیکن نتیجہ وہی رہا۔۔

(1) صحيح البخاري ج 6 ص 2505 ح 6442 حين توفى الله نبيه صلى الله عليه وسلم أن الأنصار خالفونا واجتمعوا بأسرهم في سقيفة بني ساعدة وخالف عنا علي والزبير ومن معهما

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۔ امیر المومنینؑ نے اس کے بعد خانہ نشینی اختیار کرلی اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق قرآن کی جمع آوری اور تفسیر میں مشغول ہوگئے۔ کیونکہ ابوبکر نے جب آپ تک پیغام بھجوایا کہ بیعت کریں امیر المومنینؑ نے فرمایا: میں قرآن کی جمع آوری میں مشغول ہوں اور قسم کھائی ہے کہ قرآن کی جمع آوری تک فقط نماز کے لیے عبا اپنے کاندھوں پر ڈالوں گا اور کوئی دوسرا کام انجام نہیں دوں گا۔۔

لہذا چند روز حضرت علیؑ کے معاملہ میں انہوں نے سکوت اختیار کیا۔

چند دن گزرنے اور قرآن کی جمع آوری کا کام ختم ہوجانے کے بعد اور تاویلات آیات قرآنی لکھنے کے بعد امیر المومنینؑ نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹا اور مسجد لے گئے تاکہ لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس ضمن میں لوگوں کے درمیان اپنے حق کے لیے آواز بلند کریں اور اپنے حق کی یاداوری کرواتے ہوئے مدد طلب کریں لیکن کسی نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اس وقت عمر کھڑا ہوا اور کہا: ہمارے پاس بغیر تاویل و تفسیر کے جو قرآن موجود ہے وہ ہمیں اس سے جس کی طرف تم دعوت دے رہے ہو بے نیاز کردیتا ہے پس امیر المومنینؑ گھر واپس آگئے۔

حضرت علیؑ کے گھر واپس آجانے کے بعد عمر نے ابوبکر سے کہا: کسی کو علیؑ کے پیچھے بھیجو تاکہ وہ بیعت کرے کیونکہ جب تک علیؑ بیعت نہیں کرے گا ہمارے کام کی کوئی حیثیت نہیں۔ فقط اسی وقت ہمارا منصب محفوظ رہ سکتا ہے جب علیؑ ہماری بیعت کرے۔

پس ابوبکر نے مولا کے پیچھے نمائندہ بھیجا تاکہ بیعت کا مطالبہ کرے۔ لیکن مولا علیؑ نے قبول نہ کیا اور یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا۔ یہاں تک کہ معاملہ گھر جلانے کی دھمکی تک آن پہنچا۔ عمر نے اس دھمکی کو عملی صورت دی اور قنفذ کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر حملہ آور ہوا، گھر کا محاصرہ کیا، مولا علیؑ کو گرفتار کیا اور آپؑ کی گردن میں رسی ڈالی۔۔

اس دوران حضرت فاطمہؑ ان لوگوں کے درمیان آئیں تاکہ مولا علیؑ کو لے جانے میں حائل ہوں، قنفذ نے تازیانہ سے یا تلوار کے غلاف سے آپؑ کے بازوؤں پر ضرب لگائی اور آپ کو دروازہ کی طرف دھکیل کر اس قدر دروازے کو دھکیلا کہ آپ سلام اللہ علیہا کا پہلو زخمی ہوگیا اور آپکا فرزند محسنؑ سقط ہوگیا۔ یہی سبب بنا سیدہؑ کچھ عرصہ بعد شہادت کے مقام پر فائز ہوئیں۔۔

احتمال ہے کہ یہ واقعہ فدک کے غصب ہوجانے کے بعد رونما ہوا ہو اور ابوبکر و عمر کا بیعت کے لیے اصرار کرنا خطبہ فدک کے بعد انہیں ہونے والی ناکامی کی وجہ سے تھا۔

چونکہ (ابوبکر و عمر کے مطابق) ممکن تھا کہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ کے ساتھ مل کر لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کریں۔

امیر المومنینؑ کو زور زبردستی سے بیعت کے لیے لے گئے چونکہ آپؑ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔

ابوبکر نے کہا: (شیعہ روایات کے مطابق) ہم ان سب چیزوں کو قبول کرتے ہیں اور ہم نے خود پیغمبر گرامیؐ سے سنا ہے لیکن اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نے ہم اہل بیت کے لیے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور نبوت و امامت میری اہل بیت میں جمع نہیں ہوسکتے۔ جیسے ابوبکر نے یہ بیان کیا عمر، ابو عبیدہ جراح، سالم (مولی ابی حذیفہ) اور معاذ بن جبل نے بھی ابوبکر کی بات کی تصدیق کی [1] اور ان دونوں کے مابین گفتگو کے تبادلہ کے بعد بالآخر ابوبکر نے امام علیؑ کے ہاتھ کو بیعت کے لیے اپنی طرف کھینچا اور بیعت لے لی۔ اس کے بعد شیعوں سے بھی اجباری طور پر بیعت لی اور زبیر نے چونکہ منع کردیا اس کے ساتھ لڑائی کی اور اسکی تلوار کو توڑ کر اسے بھی بیعت پر مجبور کردیا۔

آگے ہم ہجوم و حضرت محسنؑ کے سقط ہونے پر کتب اہل سنت سے اسناد پیش کریں گے۔

گھر جلانے کی دھمکی

اہل سنت کتب میں چار معتبر روایات ہیں جن میں فقط گھر جلانے کی دھمکی موجود ہے۔ ان روایات میں اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا:

(1) شیعہ روایات کے مطابق، ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ جراح، معاذ بن جبل، و سالم مولی ابی حذیفہ اصحاب ملعونہ میں سے ہیں جنہوں نے حجۃ الوداع میں پیمان باندھا کہ علیؑ کو خلافت تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ حدیث صحیفہ ملعونہ اگرچہ اہل سنت کتب میں نقل نہیں ہوئی (کیونکہ اس سے مکتب سقیفہ کی بنیاد ملیامیٹ ہوجاتی) لیکن اس پر تائیدی روایات موجود ہیں۔ جب عمر سے کہا گیا: خلیفہ کا تعین کرو۔ اس نے کہا: کسے بناؤں؟ ابو عبیدہ جراح مرگیا، معاذ بن جبل بھی مرگیا اور سالم، مولی ابوحذیفہ بھی، اگر یہ زندہ ہوتے تو شوریٰ تشکیل نہ دیتا۔ اخبار المدینة ج 2 ص 61 ح 1496 حکم برنامه جوامع الكلم: إسناده حسن / البداية و النهاية ج 6 ص 336

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

پہلی روایت

ابن ابی شیبہ روایت کرتا ہے:

جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت چکے، علیؑ و زبیر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر مشورے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ یہ خبر عمر تک پہنچی تو وہ فاطمہؑ کے گھر آیا اور کہا: اے رسولؐ کی بیٹی! آپ کے والد ہمارے نزدیک محبوب ترین شخص ہیں اور ان کے بعد آپ!

لیکن خدا کی قسم! یہ محبت رکاوٹ نہ ہوگی اس سے کہ اگر یہ افراد آپ کے گھر جمع ہوئے تو میں آپ کا گھر جلانے کا حکم دے دوں گا۔

اس نے یہ جملہ کہا اور چلا گیا۔ جب علیؑ و زبیر گھر واپس آئے فاطمہؑ نے علیؑ و زبیر سے کہا: عمر آیا تھا اور اس نے قسم اٹھا کر کہا: اگر یہ اجتماع دوبارہ ہوا تو آپ کے گھر کو آگ لگا دوں گا۔ خدا کی قسم! جس چیز کی اس نے قسم اٹھائی ہے وہ انجام دے گا پس آپ لوگ اپنے اس ارادہ سے پیچھے ہٹ جائیں اور میرے پاس دوبارہ نہ آئیے گا چنانچہ وہ لوگ وہاں سے واپس آگئے۔ جب تک ابوبکر کی بیعت نہ کی فاطمہؑ کے گھر واپس نہ آئے۔[1]

ہجوم کے واقعہ پر جتنی بھی معتبر روایات ہیں اگر ان کا دقت سے مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جائے گا حقائق کو روپوش کرنے کے لیے تحریفات کی گئیں ہیں۔

اس روایت کی سند پر کلام

اس روایت کو اہل سنت علماء کی ایک خاصی تعداد نے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی 1176ھ)

(1)مصنف ابن أبي شيبة ج 7 ص 432 ح 37045 حدثنا محمد بن بشر نا عبيد الله بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان علي والزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك وأيم الله ما ذاك بمانعي ان اجتمع هؤلاء النفر عندك إن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت قال فلما خرج عمر جاؤوها فقالت تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت وأيم الله ليمضين لما حلف عليه فانصرفوا راشدين فروا رأيكم ولا ترجعوا إلي فانصرفوا عنها فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا لأبي بكر

ابوبكر عن اسلم باسناده على شرط الشيخين أنه حين بويع لأبي بكر۔۔۔[1]

۲۔ ڈاکٹر بشار عواد معروف

نیچے حاشیہ پر لکھتا ہے:

اثر صحيح أخرجه ابن ابی شيبه 567/14 وفيه قصة۔[2]

۳۔ عمر بن عبد المنعم سليم

نیچے حاشیہ میں لکھتا ہے:

اسناده صحيح أخرجه ابن ابی شيبه فی المصنف۔[3]

۴۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی

اس نے روایت کے حساس حصہ کو حذف کر دیا اور پھر کمال ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس روایت میں عمر کا دھمکی دینے والا وہ حصہ جس میں گھر کو آگ لگانے کا کہا ہے، اس کا اضافہ شیعوں نے کیا ہے!!!

اور ساتھ ساتھ اعتراف کرتا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔۔

لیکن کہتا ہے یہ جملہ جو عمر نے کہا: اگر آپ کے گھر یہ لوگ پھر جمع ہوئے، میں گھر کو آگ لگا دوں گا کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں میں تفرقہ ایجاد کرنا چاہتے ہیں۔[4]

یہ رافضیوں نے اضافہ کیا ہے اور جھوٹ اور باطل پر مبنی تہمت لگائی ہے۔۔۔

جبکہ حاشیہ میں خود لکھتا ہے: أخرجه ابن ابی شيبه و اسناده صحيح۔[5]

(1)إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، ج 4 ص 118 پی ڈی ایف

(2)تاريخ بغداد ت بشار، ج 6 ص 75 ذيل رقم 2569 پی ڈی ایف

(3)المذكر والتذكير والذكر، ص 41 رقم 19 پی ڈی ایف

(4)وهذا هو الثابت الصحيح والذي مع صحة سنده ينسجم مع روح ذلك الجيل و تزكية الله له، وقد زاد الروافض في هذه الرواية واختلفوا إفكا وبهتانا وزوراً، وقالوا بأن عمر قال : إذا إجتمع عندك هولاء النفر فاحرق عليهم هذا البيت ؛ لأنهم أرادوا شتى عصى المسلمين ...

(5)أسمى المطالب في سيرة أمير المؤمنين (ع)، ج 1 ص 202 پی ڈی ایف

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۵۔ ڈاکٹر عبدالسلام بن محسن آل عیسی

اس نے روایت کو ناقص طور پر نقل کیا اور لکھا:

صحیح من طریق ابن ابی شیبه قال حدثنا محمد بن بشر حدثنا عبید الله بن عمر حدثنا زید بن اسلم عن ابیه اسلم۔[1]

۶۔ شیخ حسن بن فرحان المالکی

عمر کی بیعت کے وقت حضرت علیؑ کے طرفداران ابوبکر کی بیعت کے وقت کی نسبت کم تھے اور اس کی وجہ حضرت فاطمہؑ کے گھر پر ہونے والے حملہ کے باعث لوگوں کا علیؑ کے گرد سے منتشر ہو جانا تھا۔ چونکہ یہ فتنہ خلافت ابوبکر کے آغاز میں اٹھا تھا لہٰذا کچھ اصحاب اس دشمنی اور تناؤ کی وجہ سے ابوبکر کی بیعت کرنے سے کراہیت رکھتے تھے اور اسی کے باعث حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ (یہ واقعہ صحیح اسناد کیساتھ ثابت ہے)[2]

بعد ازاں حاشیہ میں رقمطراز ہیں:

میں ہمیشہ گمان کرتا تھا کہ حملہ کا واقعہ جھوٹ ہے اور صحیح نہیں ہے یہاں تک کہ میں نے اس بارے میں قوی اسناد حاصل کر لیں۔ ان میں وہ جملے جنہیں ابی ابن شیبہ نے مصنف میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا۔۔۔ لیکن جس طرح شیعہ افراط کرتے ہیں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اس انداز سے نہیں ہے اور جس طرح حنبلی نفی کرتے ہیں ویسا بھی نہیں ہے۔[3]

(1) دراسه النقديه في المرويات الوارده في شخصيه عمر، ج 1 ص 467 سايٹ شاملہ

(2) وكان حزب على كان أقل عند بيعة عمر منه عند بيعة أبى بكر الصديق نظراً لتفرقهم الأول عن على بسبب ما رأوه من بوادر الفتنة التى انتهت بمداهمة بيت فاطمة فى أول عهد أبى بكر وإكراه بعض الصحابة الذين كانوا مع علي على بيعة أبى بكر فكانت لهذه الخصومة والمداهمة (وهى ثابتة بأسانيد صحيحة) ...

(3) قراءة في كتب العقائد، المذهب الحنبلي نموذجا، ص 46 پی ڈی ایف كنت أظن المداهمة مكذوبة لا تصح حتى وجدت لها أسانيد قوية منها ما أخرجه ابن ابى شيبة فى المصنف بسند صحيح عن أسلم مولى عمر وغير ذلك . لكن ليس كما يبالغ غلاة الشيعة وليس كما ينفى غلاة الحنابلة.

روایت میں اہل سنت علماء کی طرف سے تحریف

اہل سنت علما کی ایک خاصی تعداد نے اس دھمکی پر مبنی جملہ میں تحریف کرتے ہوئے اسے حذف کر دیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سند کو صحیح مانتے تھے۔ اس لیے متن میں تحریف کرنے کی کوشش کی۔

۱۔ احمد بن حنبل (متوفی 241ھ)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: نا أَبُو مَسْعُودٍ قَالَ: نا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ: نا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا بُوِيعَ لِأَبِي بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ يَدْخُلَانِ عَلَى فَاطِمَةَ فَيُشَاوِرَانِهَا، فَبَلَغَ عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ فَقَالَ: يَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ، مَا أَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَبِيكِ، وَمَا أَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ بَعْدَ أَبِيكِ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْكِ، وَكُلَّمَا، فَدَخَلَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ عَلَى فَاطِمَةَ فَقَالَتِ: انْصَرَفَا رَاشِدَيْنِ، فَمَا رَجَعَا إِلَيْهَا حَتَّى بَايَعَا۔[1]

۲۔ ابن ابی عاصم الشیبانی (متوفی 287ھ)

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة نا محمد بن بشر عن عبيد الله بن عمر عن زيد بن أسلم عن أبيه أن عمر قال لفاطمة رضى الله تعالى عنهما اللهم ما كان أحدا أحب إلى من أبيك ولا أحدا أحب إلى بعد أبيك منك۔[2]

حالانکہ نے اس نے اپنی ایک اور کتاب میں اس روایت کو اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس میں عمر کا دھمکی پر مبنی جملہ موجود ہے۔[3]

3۔ ابو عبداللہ حاکم نیشابوری م (متوفی 405ھ)

حَدَّثَنَا مُكْرَمُ بْنُ أَحْمَدَ الْقَاضِي، ثنا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْهَمْدَانِيُّ، ثنا عَبْدُ الْمُؤْمِنِ بْنُ عَلِيٍّ الزَّعْفَرَانِيُّ، ثنا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ

(1) فضائل الصحابة لابن حنبل ج 1 ص 364 ح 532

(2) الأحاد والمثاني ج 5 ص 360 ح 2952

(3) المذكر والتذكير ج 1 ص 91 ح 19

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا فَاطِمَةُ، وَاللهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ، وَاللهِ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيكِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔ (1)

دلچسپ بات یہ ہے کہ ذہبی اس روایت پر تعلیقہ لگاتے ہوئے لکھتا ہے (غریب عجیب)

4۔ ابوبکر خطیب بغدادی (متوفی 463ھ)

عن زيد بن اسلم عن أبيه قال قال عمر بن الخطاب لفاطمة يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ما كان أحد من الناس أحب إلينا من أبيك وما أحد بعد أبيك أحب إلينا منك۔ (2)

5۔ ابن عبد البر (متوفی 463ھ)

اس نے ان حساس کلمات کی جگہ ایسا ویسا کر دوں گا جیسے جملے درج کیے ہیں۔

ملاحظہ کریں:

عَنْ زَيْدِ ابن أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ۔۔۔وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْنَا بَعْدَهُ مِنْكِ، وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ يَدْخُلُونَ عَلَيْكِ، وَلَئِنْ بَلَغَنِي لَأَفْعَلَنَّ وَلَأَفْعَلَنَّ۔۔۔ (3)

(1) المستدرك على الصحيحين ج 3 ص 168 ح 4736

(2) تاريخ بغداد ج 4 ص 401 رقم 2300

(3) الاستيعاب ج 3 ص 975 حدثنا محمد بن أحمد حدثنا محمد بن أيوب حدثنا أحمد بن عمرو البزار حدثنا أحمد بن يحيى حدثنا محمد بن نسير حدثنا عبد الله بن عمر عن زيد ابن أسلم عن أبيه أن عليا والزبير كانا حين بويع لأبي بكر يدخلان على فاطمة فيشاورانها ويتراجعان في أمرهم فبلغ ذلك عمر فدخل عليها عمر فقال يا بنت رسول الله ما كان من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك وما أحد أحب إلينا بعده منك ولقد بلغني أن هؤلاء النفر يدخلون عليك ولئن بلغني لأفعلن ولأفعلن ثم خرج وجاءوها فقالت لهم إن عمر قد جاءني وحلف لئن عدتم ليفعلن وايم الله ليفين بها فانظروا في أمركم ولا ترجعوا إلي فانصرفوا فلم يرجعوا حتى بايعوا لأبي بكر

واقعے کے راوی اسلم کا موجود ہونا

اہل سنت علم رجال کے مبنٰی کے مطابق ضروری نہیں کہ اسلم ہجوم کے واقعہ میں حاضر ہو نیز روایت کی سند کاملاً صحیح ہے، لیکن یہ بات بیان کرنا لطف سے خالی نہیں کہ بعض زیدیہ فرقہ کی کتب (جو اہل تسنن فرقہ سے قریب ہے) میں ایسی روایات درج ہیں جن میں احراق بیت کے واقعہ کے وقت اسلم کے موجود ہونے کی تصریح ہوئی ہے۔

ابو العباس احمد بن ابراہیم حسنی (متوفی 353) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: میں ان لوگوں میں شامل سے تھا جنہوں نے علیؑ کے گھر کے باہر لکڑیاں جمع کیں۔ عمر نے اس وقت کہا: خدا کی قسم اے علیؑ اگر تم گھر سے باہر نہ آئے، اس گھر کو اس کے ساکنان سمیت آگ لگا دوں گا۔

مزید زید بن اسلم اپنے والد سے روایت نقل کرتا ہے: میں گواہ ہوں اس وقت کا جب عمر نے فاطمہؑ بنت محمدؐ کے گھر کو آگ لگانا چاہی۔ وہ کہہ رہا تھا: اگر تم لوگ گھر سے باہر نہ آئے اور ابوبکر کی بیعت نہ کی، میں گھر کو آگ لگا دوں گا۔

میں نے (اسلم نے) عمر سے کہا: فاطمہؑ اس گھر میں موجود ہے (پھر بھی) گھر کو آگ لگانا چاہو گے؟

عمر نے کہا: میں دیکھ لوں انہیں۔ (1)

المنصور باللہ عبد اللہ بن حمزہ بن سلیمان (متوفی 614ھ) نے مکمل سلسلہ سند کے ساتھ ان دو روایات کو ابو العباس سے نقل کیا ہے (2):

و بالاسناد المتقدم عن السيد ابي العباس الحسني: قال أخبرنا محمد بن الحداد السروري، قال: حدثنا محمد بن الفضل بن حاتم النجار، قال: حدثنا اسحاق بن

(1) المصابيح، ص 259 و 260 ح 112 و 113 پی ڈی ایف / أخبرنا محمد بن جعفر الحداد السروي بإسناده عن زيد بن أسلم عن أبيه، قال: كنت فيمن حمل الحطب إلى باب علي عليه السلام، فقال عمر: و الله لئن لم تخرج يا علي لأحرقن البيت بمن فيه

(2) خیر الدین زرکلی ابن حمزہ کے شرح حال میں راقم ہے: «امام منصور ... عبد اللہ بن حمزہ بن سلیمان بن حمزہ یمن میں زیدیوں کے پیشواؤں میں سے ہیں اور انکا شمار علماء اور شعرا میں ہوتا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

راهویه قال حدثنا محمد بن بشر العبدی عن عبدالله بن عمر العمری، عن زید بن اسلم، عن ابیه قال کنت فیمن حمل الحطب الی باب علی قال عمر: والله لئن لم یخرج علی بن ابی طالب لأحرقن البیت بمن فیه۔

و بهذا الاسناد عن ابی العباس الحسنی قال أخبرنا محمد بن جعفر الحداد قال: حدثنا علی بن أبی طالب السیاط الجرجانی قال: حدثنا أبو الأسود البصری عبد الجبار عن ابن لهیعه عن ابی آلاسود محمد بن عبد الله الرحمٰن بن السائب عن زید عن ابیه قال: شهدت عمر بن الخطاب یوم أراد أن یحرق علی فاطمه بیتها فقال ان أبوا أن یخرجوا فبایعوا أحرقت علیهم البیت، فقلت لعمر: ان فی البیت فاطمه أفتحرقها؟ قال سنلتقی انا و فاطمه[1]

البتہ المصابیح کے محقق نے کتاب کے حاشیہ میں ان دو اسناد کو کتاب الشافی ابن حمزہ سے نقل کیا ہے۔

عالم اہل سنت نیز ابن حنزابہ (متوفی 391ھ) (جسے ذہبی نے (الامام الحافظ الثقہ) کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[2] نے بھی اپنی کتاب (الغرر) میں زید بن اسلم کی (اس کے باپ اسلم سے) روایت کو نقل کیا ہے جس میں صراحتاً اس بات کا اقرار موجود ہے کہ وہ خود (اسلم) اس ماجرا کے عینی شاہدین میں سے تھا، لیکن یہ کتاب ہم تک نہ پہنچ سکی البتہ اس مطلب کو متقدم علمائے شیعہ منجملہ 'سید بن طاوؤس'[3] اور علامہ حلی'[4] نے کتاب الغرر سے نقل کیا ہے۔

زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے نقل کرتا ہے کہ جب علیؑ اور ان کے اصحاب نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے منع کر دیا، میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عمر بن خطاب کے ساتھ مل کر گھر کے باہر لکڑیاں جمع کیں تاکہ ان سے (زبردستی) بیعت لی جاسکے پس عمر نے فاطمہؑ سے کہا: جو بھی گھر میں ہے اسے باہر نکالیے وگرنہ

(1)الشافی، ج 4 ص 544-546 پی ڈی ایف

(2)سیر أعلام النبلاء ج 16 ص 484

(3)الطرائف في معرفة مذاهب الطوائف، السید ابن طاووس، ص 239 ح 344 سایٹ مکتبہ اهل البیت

(4)نهج الحق وكشف الصدق، العلامة الحلي، ص 271 سایت مکتبة اهل البیت

اس گھر کو اندر موجود افراد سمیت آگ لگا دونگا۔ اس سے کہا گیا: اس گھر میں علیؑ حسنؑ و حسینؑ اور کچھ اصحاب پیغمبرؐ موجود ہیں۔ نیز فاطمہؑ بنت رسول اللہ نے کہا: آیا تم میرے اور میرے بچوں سمیت گھر کو آگ لگانا چاہتے ہو؟ عمر نے کہا: خدا کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا مگر یہ کہ آپ لوگ گھر سے باہر آئیں اور بیعت کریں۔[1]

اہل سنت علما کا اس روایت کی دلالت کا اعتراف

اگرچہ بہت سے حقائق ایسے ہیں جو اس روایت میں نقل نہیں ہوئے اور تحریفات کے بل بوتے پر انہیں چھپانے کی کوشش کی گئی، اس کے باوجود عمر کی بیت وحی کو آگ لگانے کی دھمکی وضاحت کے ساتھ ان روایات میں موجود ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتا ہے:

اگر وہ (شیعہ) چاہتے ہیں کہ اہل سنت کو ان کے اصولوں کا پابند قرار دیں تو کیوں اس قدر طویل مسافت طے کرتے ہیں! ترک جماعت سنت مؤکدہ تھی، اس کا فائدہ فقط مکلفین تک محدود تھا اور اس کے ترک سے عامۃ المسلمین کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا اس سب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تارکین جماعت کے گھروں کو جلانے کی دھمکی دی تھی تو ایسے فتنہ و فساد پر جس سے پوری ملت اسلامیہ کے متاثر ہونے کا خطرہ ہو بلکہ دین کو اس کا نقصان ہو، ایسی سازش گاہ کو جلانے کی دھمکی کیونکر جائز نہ ہوگی؟

اور حضور جناب سیدہؑ کے گھر میں داخل نہ ہوں جب تک منقش اور تصویروں والا پردہ اتار نہ لیا جائے یا خانہ کعبہ میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے مجسمے نہ نکلوا دیے جائے تو اگر حضرت عمر کسی مکرم و متبرک مکان کو جس میں فتنہ پروری کی سازشیں ہو رہی ہوں جلانے کی دھمکی دیں تو اس میں گناہ کی کیا بات ہے؟

(1)قال زید بن أسلم: کنت ممن حمل الحطب مع عمر إلی باب فاطمة حین امتنع علي وأصحابه عن البیعة أن یبایعوا، فقال عمر لفاطمة: أخرجي من في البیت وإلا أحرقته ومن فیه، قال: وفي البیت علي والحسن والحسین وجماعة من أصحاب النبي، فقالت فاطمة: أفتحرق علی ولدي؟ فقال: إي والله أو لیخرجن ولیبایعن

https://downloadshiabooks.com/

زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ ادب کی رعایت نہ کرنا ہے تو معلوم ہو گیا ایسے اہم و مہتم بالشان امور میں ادب کی رعایت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت امیر کا رویہ اس بات کی دلیل ہے۔ کیا یہ شیعہ دنیا کو باور کروانا چاہتے ہیں اور حضرت امیر پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ آپ محبوبہ رسول ام المومنین عائشہ کا ادب نہیں فرماتے تھے اور آپ کی نظر میں ان کا کوئی ادب و احترام نہیں تھا، دنیا جانتی ہے کہ ایسا نہیں تھا۔

آپ کا رویہ نظام اسلامی کی حفاظت کے لیے تھا۔ اس کو اہانت ام المومنین پر محمول نہیں کیا جا سکتا، لہذا جب حضرت عمر سے ایسا فعل سرزد ہو جو فعل معصوم سے بھی ملتا ہو تو وہ کس منطق کے تحت محل طعن و تشنیع ہو سکتا ہے۔[1]

محمد شبلی نعمانی (متوفی 1332ھ)[2] سقیفہ کے حالات کو بیان کرنے کے بعد اس روایت کو بیان کرتا ہے جس میں حضرت عمر کا سیدہ فاطمہؑ کے گھر پر حملہ کرنے کا اشارہ موجود ہے لکھتا ہے:

(1) تحفہ اثنا عشریہ، باب دہم، مطاعن عمر، طعن دوم، ص 539 پی ڈی ایف

(2) خیر الدین زرکلی لکھتے ہیں:

شبلی نعمانی محقق اور اصلاح اسلامی ہندوستان کے رکن تھے اور اصالتاً برہمن تھے تیرہوے جد آپ کے (سیوراج سنگ) نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام سراج الدین رکھا۔ شبلی بندول نامی گاوں میں رہتے تھے، آپ نے رامپور، سہارنپور، اور لاہور میں تعلیم حاصل کی، حج انجام دیا اور بہت سے علما سے متصل ہو گئے، مؤسسہ علی گڑھ یونیورسٹی نے آپ کو 1300ھ میں عربی کی تدریس کے لیے انتخاب کیا، بہت سی کتب اپنی زبان میں اور بعض کتب عربی میں تالیف کیں۔۔۔۔۔

الأعلام للزركلي، ج 3 ص 155 سایٹ شاملہ / شبلي النعماني: باحث، من رجال الاصلاح الاسلامي في الهند. برهمي الاصل، اعتنق الإسلام جده الثالث عشر (سيوراج سنك) وتسمى سراج الدين. ولد شبلي في قرية (بندول) من أعمال (أعظم كره) وتعلم في رامبور ولاهور وسهارنبور، وحج فاتصل بكثيرين من رجال العلم. وانتدبه مؤسس جامعة (عليكره) لتدريس العلوم العربية سنة 1300 هـ فيها، فكان عونا له على النهوض بالجامعة. وصنف كتبا جليلة بلغته، وبعضها بالعربية. وشارك في إنشاء دار العلوم التابعة لندوة العلماء في لكهنو، وأنشأ (دار المصنفين) في بلدته (أعظم كره) قبيل وفاته، فأصدرت مئات من الكتب، ولها مجلة اسمها (معارف). وكان وثيق الصلة بالعالم الاسلامي ونهضاته السياسية والاجتماعية. ومما كتبه بالعربية (انتقاد تاريخ التمدن الاسلامي لزيدان - ط) و (الجزية - ط) وكان يجيد العربية والفارسية، مع الهندية

طبری اپنی تاریخ میں اور ابن ابی شیبہ مصنف میں روایت کو بیان کرتا ہے جس میں آیا ہے:

عمر بن خطاب سیدہ فاطمہؑ کے گھر کی طرف گیا اور حضرت فاطمہؑ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! آپ میرے نزدیک تمام لوگوں کی نسبت زیادہ محبوب ہیں لیکن اس کے باوجود اگر آپ کے گھر میں لوگوں کا اکٹھا ہونا اور خلافت کے خلاف اس طرح سے مشورت کرنا چلتا رہا تو قطعاً و حتماً ان وجوہات کی بنا پر گھر کو آگ لگا دوں گا۔

بہر حال اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سند کے اعتبار سے ہم راویوں کے حالات سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتے لیکن درایۃ الحدیث کے لحاظ سے کوئی دلیل نہیں ملتی جو اس روایت کے متن کو قبول نہ کرنے میں مانع ہو۔ کیونکہ عمر بن خطاب لوگوں کے درمیان اپنی شدت و سختی کے اعتبار سے مشہور تھے اور اس طرح کے کلمات ان سے صادر ہونا بعید نہیں بلکہ عین حقیقت یہی ہے کہ جو کام عمر ان حالات میں انجام دیتے تھے ان میں اس طرح کے تجاوزات بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ چیز ہم سے پوشیدہ نہ رہے کہ اگر حضرت عمر کی حکمت، ان کی سختی، حتی فتنوں کو ختم کرنے کے لیے ان کے اس طرح کے اقدامات نہ ہوتے، بنو ہاشم کی خلافت کے خلاف ایسی مقدمہ چینیاں چلتی رہتیں اور مسلمان متفرق ہو جاتے اس کے سبب داخلی جنگوں کے رونما ہونے کا خدشہ رہتا، جیسا کہ علیؑ و معاویہ کے درمیان ہوا۔[1]

(1) الفاروق، ص 83 پی ڈی ایف / و قد ذكر الطبرى فى تاريخه و ابن ابى شيبه فى المصنف رواية جاء فيها ان عمر رضى الله عنه ذهب الى بيت فاطمه و قال مخاطبا اياها : يا بنت رسول الله! انت احب الناس لدى، و مع ذلك لو استمر الناس فى الاجتماع عندك و التحدث فى امر الخلافه، لاحرقن هذا البيت بسبب هولاء و بالرغم من انه لا يمكن ان نثق فى هذه الروايه من ناحيه سندها لانه لايمكن ان نعلم شيئاً عن احوال رواتها، الا انه من ناحيه الدرايه لا يوجد سبب يجعلنا نرفضها و لا حرج فى قبولها، لان عمر رضى الله عنه كان معروفاً بين الناس بالشدة و لا يستبعد ان تصدر منه هذه الكلمه او امثالها، و الحقيقة ان الاعمال التى قام بها عمر رضى الله عنه فى ذلك الوقت الحرج قد يكون فيها بعض التجاوزات، ولكن لا يجب ان يغيب عنا انه لولا حكمة عمر و شدته او حتى تجاوزاته التى كانت موجهة اصلاً لاخماد الفتن و القضاء على الاضطرابات، ولو ان موامرات بنى هاشم استمرت لشتت شمل المسلمين و حدثت هروب اهليه بينهم كتلك التى حدثت بين على رضى الله عنه و معاويه

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

دوسری روایت

ابوبکر نے علیؑ سے بیعت لینے کے لیے نمائندہ بھجوایا۔ کیونکہ علیؑ نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا، ابوبکر نے عمر کو حکم دیا کہ علیؑ کو لے کر آئے، عمر آگ کی مشعل لیے فاطمہؑ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔

فاطمہؑ دروازہ کے پیچھے آئیں اور کہا: اے عمر کیا تم میرے گھر کو آگ لگانا چاہتے ہو؟

عمر نے جواب دیا: ہاں یہ کام جسے آپ کے والد لے کر آئے، اسے زیادہ محکم بنا دے گا۔ علیؑ نے بیعت کی اور فرمایا: میرا ارادہ تھا جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے نہ نکلوں۔[1]

اس روایت کو بلاذری نے مرسل معتبر سند سے نقل کیا ہے۔۔[2]

البتہ رہا معاملہ یہ کہ امیر المومنینؑ کس کیفیت میں آئے اور بیعت کی، تو یہ ایک مفصل ماجرا ہے لیکن اس روایت میں بیان نہیں کیا گیا، اس روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے جس سے پڑھنے و سننے والے سوچیں کہ یہ معاملہ بڑی خوش اسلوبی سے انجام پایا تھا۔۔

جبکہ اس روایت سے ہی اجباری بیعت کا علم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلی بار جب ابوبکر بیعت کے لیے پیغام بھجواتا ہے، امیر المومنینؑ انکار کر دیتے ہیں مگر اس کے بعد جب عمر آگ لیے گھر کی طرف آتا ہے، حضرت علیؑ بیعت کر لیتے ہیں اس لیے ہم نے کہا یہ مفصل داستان ہے جو اس روایت میں بیان نہیں کی گئی۔

البتہ قارئین اگر دقت سے ملاحظہ فرمائیں تو معاملہ روشن ہو جاتا ہے۔

---

(1) أنساب الأشراف ج 1 ص 252 المدائني، عن مسلمة بن محارب، عن سليمان التيمي، وعن ابن عون أن أبا بكر أرسل إلى علي يريد البيعة، فلم يبايع. فجاء عمر، ومعه قبس فتلقته فاطمة على الباب، فقالت فاطمة: يا بن الخطاب، أتراك محرقا علي بابي؟ قال: نعم، وذلك أقوى فيما جاء به أبوك. وجاء علي، فبايع وقال: كنت عزمت أن لا أخرج من منزلي حتى أجمع القرآن

(2) روایت کی تحقیق: علي بن أبي سيف القرشي: العلامة الحافظ الصادق. سير أعلام النبلاء، ج 10 ص 400/ مسلمة بن محارب الزيادي: ابن حبان، هيثمي و حسين سليم اسد او را ثقه دانسته اند. مجمع الزوائد ت أسد، ج 12 ص 484 رقم 9718 / سُلَيمان بن طَرْخان التَّيْمي، أبو المعتمر البصري: ثقة عابد. تحرير تقريب التهذيب، ج 2 ص 70 رقم 2575 - عبدُ الله بن عَوْن بن ارطبان، أبو عَوْن البصري: ثقة ثبتٌ فاضلٌ. همان، ج 2 ص 250 رقم 3519

اس روایت پر اعتراض اور اس کا جواب

اس روایت کی سند پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی سند میں دو لوگ تابعین میں سے ہیں۔

جبکہ ثقہ تابعی کی روایت علماء اہل سنت کے نزدیک حجت ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتا ہے:

مرسل التابعي حجة عند الجمهور۔

تابعی کی مرسل روایت جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک حجت ہے۔[1]

ابن امیر الحاج (متوفی 879) لکھتے ہیں:

(أن الاكثر على قبول المرسل)

اکثر علماء اہل سنت حدیث مرسل کو قبول کرتے ہیں۔۔[2]

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر تقریب میں لکھتے ہیں: جمہور اہل سنت مرسل روایت کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے قائل ہیں اس شرط کے ساتھ کہ وہ مرسل راوی ثقہ اور عادل ہو اور یہ کلام مالک، اہل مدینہ، ابو حنیفہ، اور اہل عراق کا ہے۔

اور اس کے علاوہ رازی کتاب المحصول میں اس مطلب کو اکثر علماء سے نقل کرتا ہے۔

پس حدیث مرسل حجت ہے جیسا کہ ابن عبد البر، قاضی ابوبکر اور دیگر افراد سے یہ بات نقل کی گئی ہے اور اسی طرح احمد بن حنبل کے نزدیک بھی:

النكت على مقدمة ابن الصلاح ج 1 ص 491 قال القاضي ابوبكر في التقريب الجمهور على قبول المرسل و وجوب العمل به اذا كان المرسل ثقة و عدلا و هو قول المالك ا و اهل المدينه و أبي حنيفه و اهل العراق و كذلك نقله الرازي في المحصول عن

---

(1) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج 9 ص 434

(2) التقرير و التحبير ج2 ص 339)

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

الاکثرین۔۔۔ فان المرسل حجۃ عند مالک کما نقلہ ابن عبد البر و القاضی أبوبکر و غیرھما و کذلک عند احمد۔۔۔[1]

متقی ہندی لکھتے ہیں:

مرسل حدیث مطلقاً حجت ہے، مالک، ابو حنیفہ اور احمد نووی کی روایت کے مطابق ابن قیم، ابن کثیر اور دیگران سے جو چیز نقل ہوئی ہے یہی بات ہے اور ابن جریر طبری سے نقل ہوا کہ تمام تابعین کا مرسل حدیث کو قبول کرنے پر اجماع تھا۔[2]

المرسل حجۃ مطلقا وقد نقل عن مالک و أبی حنیفہ و أحمد فی روایۃ حکاھا النووی و ابن قیم و ابن کثیر و غیرھم۔ و عن ابن جریر قال: أجمع التابعون بأسرھم علی قبول المرسل۔۔۔

محی الدین نووی کتاب شرح وسیط میں لکھتے ہیں:

جب تابعی کی بات منتشر ہوتی ہے اور اس کی مخالفت نہ ہو پس صحیح یہ ہے کہ وہ صحابی کی حدیث کی مانند ہے اور کہا جاتا ہے کہ قطعی طور پر حجت نہیں ہے۔۔[3]

بالخصوص اگر تابعی عبداللہ عون جیسا ہو جس کا شک دوسروں کے یقین سے اہل سنت علماء کے نزدیک بہتر ہے۔

قال الشعبہ شک ابن عون احب الی من یقین غیرہ۔

شعبہ کہتا ہے: ابن عون کا شک دوسروں کے یقین سے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔[4]

دوسرا نکتہ جس سے عبداللہ بن عون کی روایت کی حجیت میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا وہ ابن حجر کی وضاحت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تابعی کی روایت اگر وہ مدلس نہ ہو صحابہ سے سنی گئی روایت جیسی ہے۔

(1)مقدمۃ ابن الصلاح ج 1 ص 491

(2)کنز العمال ج 3 ص 141

(3)البحر المحیط فی اصول الفقہ ج 3 ص 549

(4)سیر اعلام النبلا ج 6 ص 365

بلکہ تابعی کی مرسل جس وقت کسی ایسے قصہ کو ذکر کرے جس میں وہ خود موجود نہ رہا ہو تو اس صورت میں اسے مرسل کہا جائے گا اگرچہ اس کے لیے اسے کسی ایسے صحابی سے سننا ممکن ہو جو اس قصہ کے وقت موجود ہو۔۔

لیکن وہ امور جنہیں تابعی درک کرتا ہو، انہیں اس کے سننے یا حاضر رہنے پر حمل کیا جائے گا یا وہ خود حاضر تھا یا اس نے کسی ایسے صحابی سے سنا جو اس وقت موجود رہا ہو گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ تدلیس سے سالم ہو واللہ اعلم۔[1]

اتفاق اہل سنت راویوں میں فقط دو افراد ایسے ہیں جو تدلیس سے محفوظ ہیں ان میں سے ایک ابن عون ہے۔

و قال معاذ بن معاذ عن شعبہ: ما رأیت من اصحاب الحدیث الا یدلس الا عبد اللہ بن عون و عمرۃ بن مرۃ۔

شعبہ کہتا ہے: اصحاب حدیث میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تدلیس کا مرتکب نہ ہوا ہو، سوائے عبداللہ بن عون اور عمرو بن مرۃ۔۔[2]

عمر بن خطاب علیؑ کے گھر آیا حالانکہ وہاں مہاجرین کا ایک گروہ جمع تھا، عمر نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا: خدا کی قسم گھر کو آگ لگا دوں گا مگر یہ کہ بیعت کے لیے باہر آ جاؤ۔ زبیر تلوار نکالے گھر سے باہر آیا۔ ناگہان اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔[3]

ایسے میں عمر کے ساتھی اس کی جانب لپکے اور اس سے تلوار چھین لی۔۔

(1)فتح الباری ج 8 ص 716۔

(2)تہذیب الکمال ج 22 ص 235 رقم 4448

(3)تاریخ الطبري ج 2 ص 233 حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال أتی عمر بن الخطاب منزل علي وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المهاجرین فقال واللہ لأحرقن علیکم أو لتخرجن إلی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتا السیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فأخذوہ

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اس روایت کی بنا پر واضح ہوتا ہے کہ عمر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اجباری بیعت لینے کے لیے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر گیا اور حملہ کیا۔ البتہ اس دوران کیا کیا ہوا اس میں سے بہت سی چیزیں حذف کر دی گئیں اور یہ بھی نقل نہ کیا گیا کہ زبیر کی تلوار ٹوٹ گئی تھی۔

اس روایت کو طبری نے معتبر سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔[1]

ابن ابی الحدید کتاب 'السقیفہ وفدک' (ابوبکر جوہری متوفی 323) سے نقل کرتے ہیں:

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف بیان کرتا ہے: جب ابوبکر منبر خلافت پر بیٹھ گیا، علی ابن ابی طالبؑ، زبیر ابن عوام اور چند ہاشمی، حضرت فاطمہؑ کے گھر جمع ہوئے۔ پس جناب عمر ان کی جانب آئے اور کہا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے، باہر آؤ اور بیعت کرو ورنہ اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ زبیر تلوار نکالے باہر آئے، انصار میں سے ایک شخص اور زیاد بن لبید ان کی جانب لپکے اور ان کی تلوار چھین لی۔ جناب ابوبکر جو منبر پر بیٹھے تھے انہوں نے آواز دی: تلوار کو پتھر پر مارو۔[2]

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔[3]

چند دیگر روایات بھی نقل ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہؑ کے گھر پر حملہ کی دھمکی عملی صورت اختیار کر گئی تھی۔

(1) اس روایت کی سند میں موجود راویوں کو جوامع الکلم سافٹ ویئر نے ثقہ کہا ہے سوائے محمد بن حمید۔ جسکی توثیق درج ذیل ہے۔ اور سند میں جریری جریر بن عبد الحمید الضبی ہے جو کہ ثقہ ہے۔

(2) شرح نهج البلاغة ج 2 ص 34-35 قال أبو بكر : وحدثني أبو زيد عمر بن شبة، قال : حدثنا أحمد بن معاوية، قال : حدثني النضر بن شميل، قال : حدثنا محمد بن عمرو، عن سلمة بن عبد الرحمن، قال : لما جلس أبو بكر على المنبر، كان علي عليه السلام والزبير وناس من بني هاشم في بيت فاطمة، فجاء عمر إليهم، فقال : والذي نفسي بيده لتخرجن إلى البيعة أو لأحرقن البيت عليكم فخرج الزبير مصلتا سيفه، فاعتنقه رجل من الأنصار وزياد بن لبيد، فبدر السيف، فصاح به أبو بكر وهو على المنبر : اضرب به الحجر، فدق به

(3) عزالدین عبد الحمید بن ابی الحدید: ثقہ

پہلی روایت:

ومعهما السلاح فجاءهما عمر رضي الله عنه في عصابة من المسلمين فيهم اسيد وسلمة بن سلامة بن وقش وهما من بني عبد الاشهل ويقال فيهم ثابت بن قيس بن الشماس أخو بني الحارث بن الخزرج فأخذ أحدهم سيف الزبير فضرب به الحجر حتى كسره حدثنا محمد بن إسحاق بن محمد المخزومي المسيبي نا محمد بن فليح بن سليمان عن موسى بن عقبة عن ابن شهاب قال وغضب رجال من المهاجرين في بيعة أبي بكر رضي الله عنه منهم علي بن أبي طالب والزبير بن العوام رضي الله عنهما فدخلا بيت فاطمة بنت رسول الله۔

مہاجرین کا ایک گروہ جن میں امام علیؑ و زبیر بھی شامل تھے ابوبکر کی بیعت پر راضی نہ تھے اور غصہ تھے، لہذا یہ دونوں حضرت فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت ان کے پاس اپنا اسلحہ بھی موجود تھا۔ پس جناب عمر ایک مسلح گروہ کے ہمراہ جن میں اسید بن حضیر و سلمۃ بن سلامہ بن وقش بھی تھے ان کی جانب آئے۔ ان میں سے ایک نے زبیر سے تلوار چھین لی اور پتھر پر دے ماری جس سے وہ ٹوٹ گئی۔[1]

حسین سلیم اسد الدارنی نے اس سند کے مشابہ سند کو صحیح قرار دیا ہے۔[2]

عبد اللہ بن حنبل اس روایت میں مزید لکھتے ہیں:

قال موسى بن عقبة : قال سعد بن إبراهيم : حدثني إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف أن عبد الرحمن كان مع عمر يومئذ وأن محمد بن مسلمة كسر سيف الزبير

(1) السنة لعبد الله بن أحمد ج 2 ص 553-554 ح 1291

(2) مجمع الزوائد ت اسد، ج 13 ص 277 رقم 10180 ... محمد بن إسحاق المسيبي، حدثنا محمد بن فليح، عن موسى بن عقبة، عن ابن شهاب ... وهذا إسناد صحيح إلى ابن شهاب الزهري

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس روایت کو دوسرے افراد نے محمد بن فلیح سے اس نے موسی بن عقبہ سے (وہی سند اول) دوسرے اشخاص سے (نہ کہ ابن شہاب الزہری سے) کچھ عجیب و غریب اضافات کے ساتھ (حقیقت کو چھپانے کے لیے) نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن صالح بن هانئ ثنا الفضل بن محمد البيهقي ثنا إبراهيم بن المنذر الحزامي ثنا محمد بن فليح عن موسى بن عقبة عن سعد بن إبراهيم قال حدثني إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف أن عبد الرحمن بن عوف كان مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأن محمد بن مسلمة كسر سيف الزبير ثم قام أبو بكر فخطب الناس...

اس روایت کو حاکم نے نقل کرنے کے ساتھ اس کی تصحیح بھی کی ہے نیز ذہبی حاکم کی رائے سے موافق ہے۔[1]

صالح شامی نے بھی ابن عقبہ سے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو حسن جانا ہے۔[2]

دوسری روایت

ابو عوانہ، داود بن عبد اللہ الاودی سے اور، داود حمید بن عبد الرحمن سے حمیری سے نقل کرتا ہے:

رسول خدا کی رحلت کے بعد۔۔ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی نیز بیعت میں تعاون فراہم کیا، لیکن علیؑ و زبیر نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ زبیر نے تلوار نکال لی اور کہا: میں اس وقت تک تلوار میان میں نہیں ڈالوں گا جب تک علیؑ بیعت نہیں کرتے۔ پس یہ خبر جناب ابوبکر و عمر تک پہنچی، عمر نے کہا: زبیر کی تلوار کو

(1) المستدرك على الصحيحين ج 3 ص 70 ح 4422 قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه و قال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم

(2) سبل الهدى والرشاد ج 12 ص 317 وروى ابن عقبة - بأسناد جيد - عن إبراهيم بن عبد الرحمن بن عوف : أن رجالا من المهاجرين غضبوا في بيعة أبي بكر، منهم علي والزبير، فدخلا بيت فاطمة بنت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - ومعهما السلاح، فجاءهما عمر بن الخطاب في عصابة من المهاجرين والأنصار، فيهم أسيد بن حضير وسلمة بن سلامة بن وقش الأشهليان وثابت بن قيس بن شماس الخزرجي، فكلموهما حتى أخذ أحدهم سيف الزبير فضرب به الحجر حتى كسره ...

چھینو اور پتھر پر مار کر توڑ دو، پس عمر ان کی جانب گئے اور کہا: لازم ہے کہ بیعت کرو چاہے اطاعت کی حالت میں چاہے کراہت کی حالت میں، پس انہوں نے بیعت کر لی۔۔[1]

ابن تیمیہ اس روایت کے بارے میں جس کی سند اس مذکورہ بالا روایت کی سند سے ملتی ہے (عن ابی عوانہ عن داود بن عبد اللہ الاودی عن حمید بن عبد الرحمن هو الحميري) کہتا ہے:

یہ روایت مرسل حسن ہے اور شاید حمید نے بعض اصحاب سے جنہوں نے یہ واقعہ دیکھا تھا، اسے اخذ کیا ہے۔۔[2]

بیعت کا اجباری ہونا اس روایت میں واضح ہے لیکن اہم نکتہ یہ ہے کہ اس جیسی روایات میں فقط زبیر کے متعلق بیان ملتا ہے لیکن امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کی کیفیت کیا تھی اس متعلق کچھ نہیں ملتا۔۔۔

تیسری روایت: ایک تابعی اور امام اہل سنت ابوالاسود کا اعتراف

ابی الاسود سے نقل ہوا ہے: مہاجرین کے مردوں کا ایک گروہ ابوبکر سے بیعت پر ان سے مشورت نہ کرنے پر ناراض تھا۔ اور علیؑ و زبیر بھی غصے میں تھے۔ پس یہ دونوں فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہوئے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی تھا۔

عمر بن خطاب ایک گروہ کے ہمراہ جن میں اسید بن حضیر و سلمہ بن سلامہ (دونوں بنی عبد الاشہل) کے قبیلہ سے تھے آئے۔ فاطمہؑ نے فریاد کی اور ان کو خدا کی قسم دی۔ انہوں نے علیؑ و زبیر کی تلوار چھین لی اور دیوار پہ مار کر توڑ دی۔ اس کے بعد عمر ان دونوں کو کھینچ کر زبردستی باہر لائے تاکہ ان سے بیعت لے سکیں۔[1]

(1) تاريخ الطبري ج 2 ص 233-234 حدثنا زكرياء بن يحيى الضرير قال حدثنا أبو عوانة قال حدثنا داود بن عبد الله الاودي عن حميد بن عبد الرحمن الحميري قال توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم ... فبايع الناس واستثبتوا للبيعة وتخلف علي والزبير واخترط الزبير سيفه وقال لا أغمده حتى يبايع علي فبلغ ذلك أبا بكر وعمر فقال عمر خذوا سيف الزبير فاضربوا به الحجر قال فانطلق إليهم عمر فجاء بهما تعبا وقال لتبايعان وأنتما طائعان أو لتبايعان وأنتما كارهان فبايعا

(2) منهاج السنة النبوية ج 1 ص 536- فهذا مرسل حسن ولعل حميدا أخذه عن بعض الصحابة الذين شهدوا ذلك

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

یہ روایت ابن ابی الحدید نے جوہری سے نقل کی ہے اور معتبر ہے۔[2]

مذکورہ روایت میں بھی اگرچہ تفصیل سے ہجوم والا واقعہ بیان نہیں ہوا لیکن ایک مختصر سا اشارہ ہوا کہ امام علیؑ کو بیعت کے لیے کس انداز سے لے جایا گیا۔

(1)شرح نهج البلاغة ج 2 ص 31 قال أبو بكر أحمد بن عبد العزيز : وأخبرنا أبو زيد عمر بن شبة، قال : حدثنا إبراهيم بن المنذر، عن ابن وهب، عن ابن لهيعة، عن أبي الأسود، قال: غضب رجال من المهاجرين في بيعة أبي بكر بغير مشورة، وغضب علي والزبير، فدخلا بيت فاطمة عليها السلام، معهما السلاح، فجاء عمر في عصابة، منهم أسيد بن حضير وسلمة بن سلامة بن وقش - وهما من بني عبد الأشهل - فصاحت فاطمة عليها السلام وناشدتهم الله . فأخذوا سيفي علي والزبير، فضربوا بهما الجدار حتى كسروهما، ثم أخرجهما عمر يسوقهما حتى بايعا

(2) اس روایت کی سند پہ کلام:

عزالدین عبد الحمید بن ابی الحدید : اسکی توثیق گزر چکی ہے۔

ابوبکر احمد بن عبد العزیز الجوہری: اسکی توثیق بھی گزر چکی ہے۔

عمر بن شبہ: ثقہ/ ابراہیم بن المنذر: صدوق حسن الحدیث /عبداللہ بن وہب ثقہ جوامع الکلم سائٹ ویئر کے مطابق۔۔

عبد الله بن لهيعه: ثقه

عبدُ الله بن لَهيعة: ضعيفٌ يُعتَبر به، وحديثه صحيح إذا روى عنه العبادلة: ابن المبارك، وابن وهب، وابن يزيد المقرئ، وابن مسلمة القعنبي، فإنهم كانوا يتتبعون أصوله فيكتبون منها۔ تقريب التهذيب ج 2 ص 258 رقم 3563

ابن لہیعہ کی وثاقت میں اختلاف پایا جاتا ہے: کیونکہ اپنی کتابوں کو آگ لگ جانے کے بعد زبانی روایت نقل کرتا تھا، لیکن اہم نکتہ یہ ہے کہ عبداللہ بن وہب عبادلہ سے ہے اور روایات کو آگ لگنے سے پہلے ابن لہیعہ اس سے روایات نقل کرتا تھا۔

لہذا اہل سنت کے سخت ترین مبنیٰ رکھنے والے علماء کے مطابق روایت ابن وہب ابن لہیعہ سے صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کی بحث نہیں، جیسا کہ محمد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں:

جب اس کو پہچان لیا تو آپ کے لیے واضح ہو جائے گا کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ عبادلہ میں سے ایک عبداللہ وہب ہے اور اسے ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے۔ سلسلة الاحاديث الصحيحه ج 1 ص 596 ح 298 شاملہ سائٹ۔

محمد بن عبد الرحمن بن نوفل(ابو الأسود) ثقہ:

شمس الدین ذہبی نے اسے امام کے عنوان سے یاد کیا ہے نیز ایک صحابی کا بیٹا شمار کیا ہے۔ اور خود اسے تابعین میں سے گردانا ہے۔ سیر اعلام النبلا ج 6 ص 150

چوتھی روایت: تابعی و امام اہل سنت عمر شعبی کا اعتراف

شعبی روایت کرتے ہیں: جناب ابوبکر نے سوال کیا اور کہا: زبیر کہاں ہیں؟

بتایا گیا علیؑ کے پاس ہیں اور تلوار کو تیز کر رہے ہیں۔ جناب ابوبکر نے کہا: اے عمر و خالد بن ولید! جاؤ علیؑ اور زبیر کو میرے پاس لے کر آؤ۔

جس کے بعد یہ دونوں گئے، عمر بن خطاب گھر میں داخل ہوئے اور خالد باہر کھڑا رہا۔ عمر جب داخل ہوئے زبیر سے کہا: یہ تلوار کس لیے ہے؟ زبیر نے جواب دیا: علیؑ کی بیعت کروں گا۔ پس جناب عمر نے زبیر سے زبردستی تلوار لی اور پتھر پر مار کر توڑ ڈالی۔ اس کے بعد زبیر کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور دروازہ کی طرف کھینچ کر لائے اور آواز دی: خالد میرے پاس آؤ اور زبیر کو سنبھالو۔ زبیر کو باہر لے جانے کے بعد علیؑ کے پاس آئے اور کہا: اٹھو چلیں اور ابوبکر کی بیعت کرو۔ علیؑ نے منع کر دیا اور قبول نہ کیا۔ اس کے بعد جناب عمر نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: اٹھو، علیؑ نے اٹھنے سے منع کر دیا۔ یہاں عمر نے علیؑ کو جھنجھوڑا اور دروازہ کی جانب کھینچا۔ جیسے زبیر کے ساتھ کیا تھا ایسے علیؑ کو گھر سے باہر لے آئے۔

اسی اثنا میں فاطمہؑ جو حجرے میں کھڑی ہوئی عمر کا علیؑ و زبیر کے ساتھ یہ رویہ دیکھ رہی تھیں، فرمایا: کتنی جلدی اپنے پیغمبر ﷺ کے احکامات کو بھلا دیا اور اہل بیتؑ رسول اللہ پر ظلم کر رہے ہو، خدا کی قسم مرتے دم تک عمر سے بات نہیں کروں گی۔

شعبی کہتا ہے: اس حادثہ کے بعد جناب ابوبکر فاطمہؑ کے پاس آئے اور ان سے عمر کے لیے شفاعت و رضایت طلب کی، پس فاطمہؑ ان سے راضی ہو گئیں۔۔۔[1]

(1)شرح نهج البلاغة ج 2 ص 35 قال أبو بكر : وحدثنا أبو زيد عمر بن شبة، قال : أخبرنا أبو بكر الباهلي، قال : حدثنا إسماعيل ابن مجالد، عن الشعبي، قال : سأل أبو بكر فقال : أين الزبير؟ فقيل : عند علي وقد تقلد سيفه، فقال : قم يا عمر، قم يا خالد بن الوليد ؛ انطلقا حتى تأتياني به، فانطلقا، فدخل عمر، وقام خالد على باب البيت من خارج، فقال عمر للزبير : ما هذا السيف؟ فقال نبايع عليا، فاخترطه عمر فضرب به حجرا فكسره، ثم أخذ بيد الزبير فأقامه ثم دفعه، وقال : يا خالد دونكه فأمسكه، ثم قال لعلي : قم فبايع لأبي بكر، فتلكأ واحتبس، فأخذ بيده، وقال : قم، فأبى أن يقوم، فحمله ودفعه كما دفع الزبير فأخرجه، ورأت فاطمة ما صنع بهما، فقامت على باب الحجرة، وقالت : يا أبا بكر، ما أسرع ما أغرتم على أهل بيت رسول

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس روایت کو بھی ابن ابی الحدید نے معتبر سند کے ساتھ جوہری سے نقل کیا ہے۔۔[1]

جہاں تک بات ہے شعبی کے دعویٰ کی جو اس نے اس روایت میں کیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نہایتاً جناب عمر سے راضی ہوگئیں تھیں، تو یہ بات اہل سنت کی صحیح روایات کے مخالف ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ شعبی چونکہ اس واقعہ کا منکر نہیں ہو سکتا تھا لہذا اس نے کہا کہ درست ہے کہ یہ واقعہ ہوا تھا لیکن نتیجتاً خیر و خوشی سے اختتام پذیر ہوا۔۔

شاید مخالفین کہیں: اگر آپ روایت کی ابتدا کو قبول کرتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں تو باقی حصہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟

جواباً عرض ہے کہ: اقرار العقلاء علی أنفسهم جائز عقلاء کا اقرار اپنے حق میں قابل قبول ہے)

مثلاً اگر زید سعید کو عدالت لے کر جائے اور کہے جو انگوٹھی سعید کے ہاتھ میں ہے وہ میری ہے اور سعید بھی کہے جو گھڑی زید کے ہاتھ میں ہے وہ میری ہے اس کے بعد زید اقرار کرے کہ جو گھڑی میرے ہاتھ میں ہے سعید کی ہے۔ اس صورت میں قاضی زید سے گھڑی لے کر سعید کو دے دے گا لیکن سعید کی انگوٹھی زید کو نہیں دے گا کیونکہ ابھی تک ثابت نہیں ہوا کہ سعید کی انگوٹھی زید کی ملکیت ہے۔

یہاں بھی ایک اہل سنت (عامر شعبی) اقرار کرتا ہے کہ ہجوم کے واقعہ کے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا عمر پر غضبناک ہوئیں اور قاضی یہاں تک قبول کرتا ہے شیعہ کی ہجوم و ناراضگی کے متعلق بات درست

الله والله لا أكلم عمر حتى ألقى الله قال: فمشى إليها أبو بكر بعد ذلك وشفع لعمر، وطلب إليها فرضيت عنه.

(1) اب ہم اس روایت کی سند پر کلام کرتے ہیں:

ابی الحدید اور جوہری کی توثیق پیچھے گزر چکی ہے۔

عمر بن شبہ : ثقہ

احمد بن معاویہ البابلی : اسکی توثیق بھی گزر چکی ہے۔

اسماعیل بن مجالد :صدوق حسن الحدیث ہے۔

عامر الشعبیؒ : جوامع الکلم سافٹ ویئر کے مطابق ثقہ ہے۔

شمس الدین ذہبی نے اسے امام اور علامۂ دہر جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ سیر أعلام النبلا ج 4 ص 294-295

ہے لیکن اہل سنت کا یہ کہنا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا راضی ہوگئیں تھیں، فقط دعویٰ ہے جو ثبوتوں اور دلائل کا محتاج ہے۔۔

ہم آئندہ ابواب میں جناب ابوبکر کی بیٹی یعنی حضرت عائشہ کا بخاری میں اور ابوہریرہ کا سنن ترمذی میں اعتراف نقل کریں گے جس میں ہے کہ جناب ابوبکر و عمر سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا تا دم آخر ناراض رہیں اور ان سے کلام نہ کیا۔۔

یہاں قارئین کے لیے سزاوار ہے کہ اپنے ضمیر کو قاضی قرار دیں۔

آیا ہم معتبر روایات کی موجودگی میں بھی تجاہل کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیدہؑ کے گھر پر ہجوم کے واقعہ کو افسانہ کہیں گے؟

پانچویں روایت: امام اور اہل سنت کے علم کا دریا سعید بن کثیر بن عفیر (بخاری و مسلم کے اساتید میں سے) کا اعتراف

سعید بن کثیر بن عفیر سے روایت ہے: جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو انصار سقیفہ میں جمع ہوئے۔ جناب عمر ایک گروہ کے ہمراہ بشمول اسید بن حضیر و سلمہ بن اسلم حضرت فاطمہؑ کے گھر آئے اور کہا: آؤ ابوبکر کی بیعت کرو۔ انہوں نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ زبیر تلوار نکالے گھر کے باہر آیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ عمر نے کہا: زبیر کو پکڑ لو۔ اسید بن حضیر نے زبیر پر حملہ کیا اور اس کی تلوار چھین کر دیوار پر دے ماری۔ اس کے بعد اسے علیؑ و دیگر ہاشمیوں کے ہمراہ جناب ابوبکر کے پاس لے آئے تاکہ بیعت کریں۔۔

علیؑ نے کہا: میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں۔ علیؑ سے کہا گیا: ابوبکر کی بیعت کرو۔۔

علیؑ نے کہا: میں اپنے آپ کو تم سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتا ہوں، لہذا بیعت نہیں کرونگا، بلکہ تم میری بیعت کرو۔ جب انصار نے دعویٰ کیا کہ خلافت ان میں رہنی چاہیے تو تم نے ان کے سامنے رسول اللہ کی قرابت کو دلیل بنایا اور اسی قرابت کی بنا پر مسند خلافت پر براجمان ہو گئے اور خلافت کو اہل بیت

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

سے چھین لیا، آیا تم نے خود کو امر خلافت میں صرف اس لیے کہ پیغمبرؐ تم (قریش) میں سے تھے، انصار پر مقدم نہیں کیا؟

انہوں نے بھی معاشرہ کی رہبری کو تمہارے حوالہ کر دیا اور خلافت کو تمہارے سپرد کیا۔ میں بھی وہی دلیل تمہارے سامنے رکھتا ہوں جسے تم نے انصار کے سامنے رکھا تھا اور تمہارے سامنے اسی سے استدلال کرتا ہوں۔ ہم تمام رسول اللہ ﷺ کے امور میں، چاہے ان کی زندگی میں چاہے ان کے بعد دوسروں کی نسبت خود کو زیادہ قابل جانتے ہیں۔

کیونکہ اگر رسول اللہ کی قرابت معیار ہے تو ہم اہل بیتؑ تمام لوگوں کی نسبت رسول اللہ کے زیادہ قریب ہیں۔ اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے حق میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو وگرنہ جانتے بوجھتے ظلم کرو گے۔

جناب عمر نے کہا: جب تک بیعت نہیں کرو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

علیؑ نے فرمایا: خلافت کا دودھ دُوہو، (کنایہ ہے) تیرا حصہ محفوظ ہے اور آج ابوبکر کی خلافت کو خود کے لیے زیادہ محکم کرو۔ وہ اپنے بعد خلافت کو تیرے حوالہ کر دے گا۔ اس کے بعد فرمایا: خدا کی قسم! عمر تیری بات کو قبول نہیں کروں گا اور ابوبکر کی بیعت نہیں کروں گا۔

ابوبکر نے کہا: اگر بیعت نہیں کرو گے تو تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔

ابوعبیدہ جراح علیؑ سے مخاطب ہوئے: اے چچازاد! تیری عمر کم ہے (اس وقت امامؑ کی عمر 33 سال تھی) اور یہ لوگ تیری قوم (قریش) میں تجھ سے بڑے اور تجربہ میں زیادہ ہیں اور میں ابوبکر کو اس امر خلافت میں تم سے زیادہ مضبوط امیدوار جانتا ہوں۔ پس خلافت کو اس کے لیے چھوڑ دو اور اگر تم زندہ رہے اور طولانی عمر پائی (داڑھی سفید ہوگئی) فضیلت و دینداری کی وجہ سے، علم و فہم اور اسلام میں تمہارے ماضی کی وجہ سے، رسول اللہ ﷺ کی دامادی کی وجہ سے تمہیں خلافت کے لیے قابل جانیں گے۔ (لیکن ابھی چونکہ جوان ہو اس لیے فی الحال تمہاری خلافت کو قبول نہیں کر سکتے)

پس علیؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں اے مہاجرین! رسول اللہ کی خلافت کو ان کے گھر سے خارج نہ کرو اور ان کے اہل بیتؑ کو ان کے حق سے اور اصلی مقام سے محروم نہ کرو۔

خدا کی قسم اے مہاجرین! ہم اہل بیت رسول اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم محمدؐ کے اہل بیت ہیں۔ خدا کی قسم! لوگوں کے درمیان کتاب خدا کی تلاوت کرنے والے، خدا کے دین میں فقیہ ترین اور رسول اللہ کی سنت کو سب سے زیادہ جاننے والے اور مظلوموں کی مدد کرنے والے اور ان سے برائیوں کو دور کرنے والے اور عادل ترین ہم سے زیادہ کوئی بھی نہیں۔۔

ان تمام امور کا کامل مصداق ہم اہل بیتؑ ہیں۔ پس اپنی نفسانی خواہشات سے باہر نکلو کہ جس کا نتیجہ الٰہی راستہ سے دوری اور حق سے جدائی ہے۔۔

بشر بن سعد انصاری نے کہا: یا علیؑ اگر انصار ابوبکر کی بیعت سے پہلے آپ کی یہ گفتگو سن لیتے، آپ کی بیعت کر لیتے یہاں تک کہ دو لوگوں میں بھی آپ کی حقانیت کے بارے اختلاف نہ ہوتا۔

علیؑ اپنے گھر کی طرف واپس آئے اور بیعت نہ کی، اور خانہ نشینی اختیار کر لی یہاں تک کہ فاطمہؑ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں اس کے بعد آپ نے بیعت کر لی۔۔[1]

(1) شرح نهج البلاغة ج 6 ص 4-8 الإمامة والسياسة ج 1 ص 15-16 ونحن نذكر خبر السقيفة ' روى أبو بكر أحمد بن عبد العزيز الجوهري في كتاب ' السقيفة ' قال : أخبرني أحمد بن إسحاق، قال : حدثنا أحمد بن سيار، قال : حدثنا سعيد بن كثير بن عفير الأنصاري أن النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض، اجتمعت الأنصار في سقيفة بني ساعدة... وذهب عمر ومعه عصابة الى بيت فاطمة، منهم اسيد بن حضير، وسلمة بن أسلم، فقال لهم: انطلقوا فبايعوا، فأبوا عليه، وخرج إليهم الزبير بسيفه، فقال عمر: عليكم الكلب، فوثب عليه سلمة بن أسلم. فأخذ السيف من يده فضرب به الجدار، ثم انطلقوا به وبعلي ومعها بنو هاشم، وعلي يقول: انا عبد الله وأخو رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)، حتى انتهوا به الى ابي بكر، فقيل له: بايع فقال: انا أحق بهذا الأمر منكم، لا أبايعكم وأنتم أولى بالبيعة لي، أخذتم هذا الأمر من الأنصار، واحتججتم عليهم بالقرابة من رسول الله، فأعطوكم المقادة، وسلموا اليكم الامارة، وانا احتج عليكم بمثل ما احتججتم به على الأنصار، فانصفونا ان كنتم تخافون الله من انفسكم، واعرفوا لنا من الأمر مثل ما عرفت الأنصار لكم، وإلا فبوؤا بالظلم وأنتم تعلمون. فقال عمر: انك لست متروكا حتى تبايع، فقال له علي: احلب يا عمر حلبا لك شطره، اشدد له اليوم أمره ليرد عليك غدا، الا والله لا اقبل قولك ولا ابايعه، فقال له أبو بكر: فإن لم تبايعني لم أكرهك، فقال له عبيدة: يا ابا الحسن، انك حديث السن، وهؤلاء مشيخة قريش قومك، ليس لك مثل تجربتهم

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ابوبکر جوہری اس روایت کو معتبر سند کے ساتھ سعید بن کثیر بن عفیر (متوفی 226) سے نقل کرتا ہے۔[1]

یہ روایت اس واقعہ کی سب سے مفصل روایت ہے، البتہ اس میں ہجوم کے وقت کے معاملات اور امیرالمومنینؑ کو لے جانے کی کیفیت کو بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے۔

بہترین نکات میں سے جو اس روایت میں تھے عبید اللہ جراح کا شیخوخیت کے نظام کی طرف اشارہ ہے جو اس نے کہا کہ آپ ابھی جوان ہیں لہذا آپ کی خلافت کو قبول نہیں کر سکتے لیکن اگر آئندہ زندہ رہے اور طولانی عمر پائی اس وقت خلافت کے اہل ہو جائیں گے۔۔

چھٹی روایت: جناب ابوبکر کی پشیمانی

جب ابوبکر بیمار تھے، عبدالرحمن بن عوف ان کی عیادت کو گئے سلام اور احوال پرسی کے بعد ان کے ساتھ مختصر گفتگو کی ابوبکر نے ان سے کہا:

ومعرفتهم بالأمور، ولا أرى أبا بكر الا أقوى على هذا الأمر منك، واشد احتمالا له، واضطلاعا به، فسلم له الأمر وارض به، فإنك ان تعش ويطل عمرك فأنت لهذا الأمر خليق، وبه حقيق في فضلك وقرابتك وسابقتك وجهادك. فقال علي: يا معشر المهاجرين، الله الله، لا تخرجوا سلطان محمد عن داره وبيته الى بيوتكم ودوركم، ولا تدفعوا أهله عن مقامه في الناس وحقه، فوالله يا معشر المهاجرين لنحن - أهل البيت - أحق بهذا الأمر منكم، أما كان منا القارئ لكتاب الله، الفقيه في دين الله، العالم بالسنة، المضطلع بأمر الرعية، والله انه لفينا، فلا تتبعوا الهوى، فتزدادوا من الحق بعدا. فقال بشير بن سعد: لو كان هذا الكلام سمعته منك الأنصار يا علي قبل بيعتهم لأبي بكر، ما اختلف عليك اثنان، ولكنهم قد بايعوا. وانصرف علي الى منزله، ولم يبايع، ولزم بيته حتى ماتت فاطمة فبايع

(1) سند کی تحقیق:

ابن ابی الحدید اور جوہری کی توثیق گزر چکی

دیگر رواۃ کی تحقیق:

احمد بن اسحاق بن صالح بن عطاء الوزان: ثقہ۔ احادیث المختارہ عبدالملک بن دبیش ج 6، ص 68، حدیث نمبر 2048

احمد بن منصور بن سيّار البَغداديُّ الرماديُّ، ابو بكر: ثقہ، حافظ تحریر تقریب التہذیب ج 1، ص76، حدیث نمبر 113۔

سعيدُ بن كثير بن عُفير: صدوقٌ، عالم بالأنساب وغيرها، ج2، ص 41، حدیث نمبر 2382۔

میں نے اپنی زندگی میں تین کام ایسے کیے جن پر نادم ہوں کہ کاش میں وہ تین کام نہ کرتا۔۔

ان میں سے ایک کام فاطمہ زہراؑ کے گھر کی بے حرمتی ہے اگرچہ انہوں نے جنگ کے لیے گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔۔۔۔[1]

یہ روایت جس کی سند معتبر ہے، جناب ابوبکر حضرت زہراؑ کے گھر پر ہجوم کے متعلق اعتراف جرم، اور شرمندگی کا اظہار کر رہے ہیں۔

ملاحظہ کریں۔

پہلی سند

ابن زنجویہ (متوفی 251ھ) لکھتے ہیں:

أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أكن كشفت بيت فاطمة عن شيء، وإن كانوا قد أغلقوا على الحرب.... أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل على أبي بكر الصديق رحمة الله عليه، في مرضه الذي قبض فيه ... ثم قال: مع أنك، والحمد لله ما تأسى على شيء من الدنيا، فقال: «أجل إني لا آسى من الدنيا إلا على ثلاث فعلتهن ووددت أني تركتهن، وثلاث تركتهن ووددت أني فعلتهن، وثلاث وددت أني سألت عنهن رسول الله۔[2]

اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں سوائے علوان بن داؤد کے کیونکہ اس روایت کو اس کی منکرات میں سے شمار کرتے ہیں۔

ابوالقاسم طبرانی بھی اسی روایت کو نقل کرتا ہے:

---

(1) أجل إني لا آسى من الدنيا إلا على ثلاثٍ فعلتُهنَّ وَدِدْتُ أَنِّي تَرَكْتُهنَّ ... أما اللاتي وددت أني تركتهن، فوددت أني لم أكُنْ كَشَفْتُ بيتَ فاطِمَةَ عن شيء، وإن كانوا قد أغلَقُوا على الحرب...

(2) الأموال لابن زنجويه (متوفاى 251 هـ) ج 1 ص 387

https://downloadshiabooks.com/

عنهن فأما الثلاث اللاتي وددت أن لم أفعلهن فوددت أن لم أكن كشفت بيت فاطمة وتركته وأن أغلق على الحرب. حدثنا أبو الزنباع روح بن الفرج المصري ثنا سعيد بن عفير حدثني علوان بن داود البجلي عن حميد بن عبد الرحمن بن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه قال دخلت على أبي بكر رضي الله عنه أعوده في مرضه الذي توفي فيه ... ثم قال أما اني لا آسى على شيء الا على ثلاث فعلتهن ووددت أني لم أفعلهن وثلاث لم أفعلهن ووددت أني فعلتهن وثلاث وددت أني سألت رسول الله۔[1]

جوامع الکلم سافٹ ویئر کے مطابق اس سند کے تمام رجال ثقہ ہیں سوائے علوان بن داؤد کے کیونکہ اسے منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

آگے ہم مفصل علوان بن داؤد کی وثاقت پر بحث کریں گے اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جواب دیں گے۔۔

علوان بن داؤد کی توثیق

ابن حبان نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔۔[2]

شوکانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ہیثمی نے غسان بن عبید کو ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس روایت کے باقی رجال صحیح ہیں۔

یہ قول نقل کرنے کے بعد امام شوکانی کہتے ہیں: ابن حبان کی توثیق کے بعد یہ روایت حسن درجہ کی بن جاتی ہے اور ضعیف نہیں رہتی۔[1]

(1)المعجم الكبير ج 1 ص 62 ح 43

(2)الثقات ج 8 ص 526 رقم 14829 علوان بن داود البجلي من أهل الكوفة يروى عن مالك بن مغول روى عنه عمر بن عثمان الحمصي

ابوبکر خلال: علوان کی توثیق کو ابوبکر بن صدقہ (ذہبی نے انہیں امام، حافظ و فقیہ جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے)[2] سے نقل کرتا ہے۔

خلال کہتے ہیں: ابوبکر بن صدقہ نے کہا: یہ روایت علوان بن داؤد سے نقل ہوئی ہے جو اہل قرقیسیا میں سے ہے اور یہ اس روایت کو ابن داب سے نقل کرتا ہے۔۔۔اور علوان پر بذات خود کسی قسم کا اشکال نہیں ہے۔۔[3]

علوان کی توثیق کو دارقطنی اور ابن عدی کے نزدیک بھی ثابت کیا جا سکتا ہے:

حمزہ بن یوسف الجرجانی (متوفی 345ھ) لکھتے ہیں:

دارقطنی سے میں نے خواہش کی کہ ایک کتاب ضعفا کے متعلق لکھے، اس نے مجھ سے کہا تمہارے پاس ابن عدی کی کتاب نہیں ہے؟ میں نے کہا: میرے پاس ہے۔ کہتا ہے: بس وہی کافی ہے، اس کے ہوتے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں (یعنی جو اس کے نزدیک ضعیف ہے میرے نزدیک بھی ضعیف ہے)[4]

عبداللہ بن عدی متوفی (365ھ) اپنی کتاب کامل فی الضعفاء۔۔ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

(1)تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين ج 1 ص 136 قال الهيثمي فيه غسان بن عبيد وهو ضعيف وثقة ابن حبان وبقية رجاله رجال الصحيح قلنا ومع توثيق ابن حبان له فقد صار من قسم الحسن لا من قسم الضعيف

(2)سير أعلام النبلاء ج 14 ص 83 ابن صدقة الإمام الحافظ المتقن الفقيه أبو بكر أحمد بن محمد بن عبدالله ابن صدقة البغدادي ... وكان نقالا لكتب من القراءات ومسائله عن الإمام أحمد مدونة وكان موصوفا بالإتقان والتثبت

(3)المنتخب من علل الخلال لابن قدامة المقدسي، ج 1 ص 297 رقم 196 سايٹ شاملہ / قَالَ الْخَلالُ: قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ صَدَقَةَ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ، عَنْ عُلْوَانَ بْنِ دَاوُدَ الْبَجَلِيِّ، مِنْ أَهْلِ قَرقِيسِيا، وَهُوَ يُحَدِّثُ بِهَذِهِ الأَحَادِيثِ، عَنِ ابْنِ دَابٍ، و رأيت هذا الحديث من حديثه، عن داب، وَعُلْوَانُ فِي نَفْسِهِ لا بَأْسَ بِهِ

(4)تاريخ جرجان ج 1 ص 267 سألت أبا الحسن الدارقطني أن يصنف كتابا في ضعفاء المحدثين فقال لي أليس عندك كتاب بن عدي فقلت نعم قال فيه كفاية لا يزاد عليه

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسا راوی نہیں جسے ذکر نہ کیا ہو مگر یہ کہ وہ ثقہ و صدوق ہو۔(یعنی میں نے تمام ضعیف راویوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اس کے علاوہ جس کا ذکر نہیں کیا وہ ثقہ و صدوق ہے۔[1]

اور علوان بن داؤد کا ذکر اس نے اپنی اس کتاب میں نہیں کیا تو اس بنا پر علوان بن داؤد، ابن عدی اور دارقطنی کی نگاہ میں ثقہ و صدوق تھا۔۔

اس کے علاوہ جب دارقطنی سے اس حدیث کے حوالہ سے سوال ہوا تو اس نے علوان کو لفظ شیخ کے ساتھ مخاطب کیا اور مختلف فیہ کے الفاظ استعمال کیے۔۔جو کہ تعدیل کے الفاظ میں سے ہے۔[2]

ضیاء الدین مقدسی نے علوان کی روایت کو حسن شمار کیا ہے نیز علوان کو سچا اور قابل اعتماد جانا ہے۔

علوان بن داؤد کی تضعیفات کا رد

بعض علماء نے تین اقوال کی اتباع میں علوان کی تضعیف کی ہے:

قال البخاری: منکر الحدیث۔

قال العقیلی: لہ حدیث لا یتابع علیہ ولا یعرف الا بہ۔

و قال أبو سعید بن یونس: منکر الحدیث۔

جواب: **پہلا قول** بخاری سے ثابت نہیں کیونکہ

اولاً: آدم بن موسی کے طریق سے روایت وارد ہوئی ہے جبکہ وہ مجہول ہے، جیسا کہ البانی نے کہا ہے:

آدم بن موسی کے حالات پر میں نے کچھ نہیں پایا۔۔[1]

(1)الکامل في ضعفاء الرجال ج 1 ص 2 ولا یبقی من الرواۃ الذین لم أذکرھم إلا من ھو ثقة أو صدوق

(2)العلل الواردة في الأحادیث النبویة ج 1 ص 181 وسئل عن حدیث عبد الرحمن بن عوف عن أبي بکر الصدیق ... فقال ھو حدیث یرویه شیخ لأھل مصر یقال له علوان بن داود واختلف علیه فیه ...

ثانیاً: بخاری نے اپنی کسی کتاب میں علوان کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا اور اس کا نام کتاب ضعفا میں درج نہیں کیا۔۔

ثالثاً: یہ عبارت عقیلی کی کتاب سے نقل ہوئی ہے جبکہ اس کی کتاب جن تین افراد سے روایت ہوئی ہے وہ تینوں مجہول ہیں۔

دوسرا قول: عقیلی کا کلام بھی علوان کی وثاقت کو ضرر نہیں پہنچاتا کیونکہ:

اولاً: جیسا کہ ہم نے کہا عقیلی کی کتاب خود مشکوک ہے۔

ثانیاً: عقیلی کی کتاب ضعفا کا محقق (حمدی السلفی) کہتا ہے: لم أر للمؤلف ترجمة وافیه یعنی عقیلی کی اپنی شخصیت مشکوک ہے البتہ متقدمین میں سے مسلمہ بن قاسم (جس کی اہل سنت علماء نے تضعیف کی ہے اور اسے متہم بالکذب قرار دیا ہے) عقیلی کی توثیق کرتا ہے۔

ثالثاً: عقیلی متشددین میں سے ہے اسی وجہ سے ذہبی نے اسے مورد طعن قرار دیا ہے کیونکہ عقیلی ثقہ افراد پر آسانی سے جرح کر دیتا تھا۔اس نے ثقات میں کسی ایک شخص پر جرح کی تو ذہبی نے اسے کچھ یوں مخاطب کیا:

اے عقیلی کیا تم میں عقل نہیں ہے اور نہیں جانتے کس کے بارے بات کر رہے ہو۔۔۔[2]

(1)ارواء الغلیل في تخریج احادیث منار السبیل، ج 5 ص 242 سایث شامله / لکن آدم بن موسی لم أجد له ترجمة الآن

(2)میزان الاعتدال في نقد الرجال ج 5 ص 169-170 وھذا أبو عبد الله البخاري وناھیك به قد شحن صحیحه بحدیث علي بن المدیني وقال ما استصغرت نفسي بین یدي أحد إلا بین یدي علي بن المدیني ولو ترکت حدیث علی وصاحبه محمد وشیخه عبد الرزاق وعثمان بن أبي شیبة وإبراھیم بن سعد وعفان وأبان العطار وإسرائیل وأزھر السمان وبهز بن أسد وثابت البناني وجریر بن عبد الحمید لغلقنا الباب وانقطع الخطاب ولماتت الآثار واستولت الزنادقة ولخرج الدجال أفما لك عقل یا عقیلي أتدري فیمن تتکلم وإنما تبعناك في ذکر ھذا النمط لنذب عنهم ولنزیف ما قیل فیهم کأنك لا تدري أن کل واحد من ھؤلاء أوثق منك بطبقات بل وأوثق من ثقات کثیرین لم توردھم في کتابك فهذا مما لا یرتاب فیه محدث وأنا أشتهي أن تعرفني من ھو الثقة الثبت الذي ما غلط ولا انفرد بما لا یتابع علیه بل الثقة الحافظ إذا انفرد بأحادیث کان أرفع له وأکمل لرتبته وأدل علی اعتنائه بعلم الأثر وضبطه دون أقرانه لأشیاء ما عرفوھا اللھم إلا أن یتبین غلطه ووھمه في الشيء فیعرف ذلك فانظر أول شيء إلی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم الکبار والصغار ما فیهم أحد إلا وقد انفرد بسنة فیقال له ھذا الحدیث لا

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

رابعاً: ابن حجر عسقلانی ثابت بن عجلان انصاری کے حالات میں لکھتا ہے:

عقیلی نے کہا ہے: اس کی احادیث میں متابعت نہیں کی جاسکتی اور اس کے بعد ابوالحسن بن القطان نے بیان کیا: یہ بات اس کی روایات کو کوئی ضرر نہیں پہنچاتی مگر یہ کہ منکر روایات اور ثقہ افراد کی مخالفت کثرت سے موجود ہو۔

میں ابن حجر کہتا ہوں: درست بات یہی ہے۔۔[1]

یہ تعبیر عقیلی کی وہی تعبیر ہے جو علوان کے بارے میں اس نے استعمال کی لیکن اہل سنت عالم اس تعبیر کے بارے میں کہتے ہیں: یہ تعبیر اس کی وثاقت کو نقصان نہیں پہنچاتی۔۔

قول سوم: بھی علوان کی وثاقت کو ضرر نہیں پہنچاتا کیونکہ یونس کا اتنا کوئی خاص مقام نہیں، جو کسی کی توثیق یا تضعیف کرے۔

شیخ ابو وسیم محمد بن امین دمشقی سلفی اس کے بارے کہتا ہے:

کوئی بھی ترجمہ (حالات) یا توثیق معاصرین میں سے ابن یونس کے بارے میں نہیں پائی جاتی لہذا ایسے میں کچھ خاص افراد کے بارے میں اس کی توثیق کیسے قبول کی جائے؟ اس کی عدالت کے بارے میں کوئی شک نہیں لیکن علمی کثرت کے باوجود نقاد علماء جو احادیث پر دقیق نگاہ رکھتے ہیں ان میں اس کا شمار نہیں ہوتا۔۔[2]

يتابع عليه وكذلك التابعون كل واحد عنده ما ليس عند الأخر من العلم وما الغرض هذا فإن هذا مقرر على ما ينبغي في علم الحديث

(1) مقدمة فتح الباري ج 1 ص 394 وقال العقيلي لا يتابع في حديثه وتعقب ذلك أبو الحسن بن القطان بأن ذلك لا يضره إلا إذا كثر منه رواية المناكير ومخالفة الثقات وهو كما قال

(2) مقاله ى مناهج الأئمة المتقدمين للشيخ محمد الأمين ؛ أفيشل ويب سائٹ / ولم أجد أي توثيق في ابن يونس من معاصريه، فكيف يُقبل توثيقه بإطلاق؟ نعم، لا أشك في عدالته وضبطه، لكنه -على علمه الواسع- ليس من كبار النقاد الذين يسبرون أحاديث الرواة

منکر حدیث و منکر الحدیث کے بارے بحث

حدیث کا منکر ہونا اور کسی راوی کا منکر الحدیث ہونا کسی چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ یہ فقط دشمنان اہل بیت کے ہاتھ میں موجود ایک ہتھیار ہے تاکہ اس کے ذریعہ معتبر روایات (جو اہل بیت کی فضیلت پر ہیں یا ان کے دشمنوں کی مذمت میں ہیں) کی تضعیف کر سکیں۔۔

شمس الدین ذہبی لکھتا ہے:

منکر: وہ روایت ہے جسے فقط ایک ضعیف راوی نقل کرے اور وہ روایت جس کو کوئی سچا راوی نقل کرنے میں منفرد ہو اسے بھی منکر شمار کیا جاتا ہے۔[1]

جلال الدین سیوطی منکر حدیث کے بارے لکھتا ہے:

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں ایک باطل حدیث نقل کی اور اس کے بعد کہتا ہے: یہ حدیث منکر ہے اس کے بعد ذہبی نے بھی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں کہا: تعجب ہے خطیب پر کہ کس طرح اس باطل روایت پر منکر کا اطلاق کیا کیونکہ ذہبی جس حدیث کے طرق کم ہوتے اسے منکر کہتا اور اپنی کتاب میزان الاعتدال میں مسند احمد، سنن داود وغیرہ سے ایک خاص تعداد میں روایات کو منکر قرار دیتا ہے۔

بلکہ ایک تعداد میں صحیحین کی روایات کو بھی منکر کہتا ہے۔

حدیث کا منکر ہونا پلٹتا ہے منفرد ہونے کی طرف، حدیث میں منفرد ہونے کا لازمہ یہ نہیں کہ متن ضعیف ہے چہ جائیکہ اسے باطل قرار دیا جائے۔

اور ایک گروہ مثلاً ابن صلاح کا نظریہ ہے کہ منکر و شاذ مترادف ہیں اور کتنی ہی احادیث صحیح بخاری میں شاذ ہیں۔

---

(1) الموقظة في علم مصطلح الحديث، ص 42 سایٹ شاملہ / المُنْكَر: وهو ما انفرد الراوي الضعيف به. وقد يُعَدُّ مُفْرَدُ الصَّدُوقِ منكراً

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اور جو اس طرح کی احادیث نقل کرے اسے منکر الحدیث کہتے ہیں بلکہ اگر کسی کی بعض روایات منکر ہوں اسے منکر الحدیث کہا جاتا ہے۔[1]

شمس الدین سخاوی لکھتا ہے:

کسی ایسے راوی پر منکر کا اطلاق جس نے فقط ایک روایت نقل کی ہو، زیادہ دیکھا گیا ہے اور اسی طرح شمس الدین ذہبی کا کلام عبداللہ بن معاویہ کے ترجمہ میں جو کتاب میزان الاعتدال میں موجود ہے:

حدیث کی معرفت رکھنے والے افراد بعض راویوں کے بارے میں کہتے ہیں: منکر الحدیث کا معنی یہ نہیں کہ اس کی تمام احادیث منکر ہیں بلکہ اگر راوی ایسی روایات کو بیان کرے جن میں سے بعض منکر ہوں تو اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔[2]

ایسا بالکل نہیں کہ اگر کوئی منکر روایت نقل کرے تو اس کی تضعیف کر دی جائے:

ذہبی احمد بن حباب المروزی کے ترجمہ میں کہتا ہے:

جو بھی منکر روایت نقل کرے ضروری نہیں اس کی تضعیف کی جائے۔[3]

---

(1) الحاوي للفتاوي ج 2 ص 107 وقد وقع للخطيب البغدادي أنه روى في تاريخه حديثا باطلا وقال عقبه : هذا حديث منكر، فتعقبه الذهبي في الميزان وقال : العجب من الخطيب كيف يطلق النكير على هذا الخبر الباطل وإنما أطلق النكير على حديث القلتين ووصف في الميزان عدة أحاديث في مسند أحمد، وسنن أبي داود، وغيرهما من الكتب المعتمدة بأنها منكرة بل وفي الصحيحين أيضا، وما ذاك إلا لمعنى يعرفه الحفاظ وهو أن النكارة ترجع إلى الغرابة ولا يلزم من الغرابة ضعف متن الحديث فضلا عن بطلانه، وطائفة كابن الصلاح ترى أن النكير والشواذ مترادفان، وكم في الصحيح من حديث وصف بالشذوذ

(2) فتح المغيث ج 1 ص 273 وكثيرا ما يطلقون المنكر على الراوي ; لكونه روى حديثا واحدا . ونحوه قول الذهبي في ترجمة عبد الله بن معاوية الزبيري من الميزان : قولهم : منكر الحديث، لا يعنون به أن كل ما رواه منكر، بل إذا روى الرجل جملة، وبعض تلك مناكير، فهو منكر الحديث

البتہ مجھے مذکورہ شخص کا ترجمہ اور ذہبی کے درج بالا الفاظ میزان الاعتدال میں نہیں ملے بلکہ کتاب تاریخ اسلام ذہبی کی جلد 12 ص 291 میں ملتے ہیں۔

(3) میزان الاعتدال في نقد الرجال، ج 1 ص 259 ما كل من روى المناكير يضعف

ابن حجر عسقلانی حسین بن فضل البجلی کے ترجمہ میں لکھتا ہے:

اگر طے یہ ہو کہ جو بھی منکر روایت نقل کرے ہم اسے ضعیف قرار دیں اور اسے ضعفاء کی فہرست میں لے آئیں تو کوئی ایک محدث اور راوی بھی سالم نہ رہے گا۔۔۔[1]

بلکہ منکر الحدیث کا لفظ ثقات پر بھی بولا جاتا ہے:

ابوالحسن دارقطنی لکھتا ہے:

حاکم سے سلیمان بن داؤد کے بارے میں پوچھا: جواب دیا: وہ ثقہ ہے، قابل اعتماد ہے۔ میں نے کہا: کیا اس کی منکر روایات نہیں ہیں؟ جواب دیا: منکر احادیث کو ضعیف راویوں سے نقل کرتا ہے مگر خود ثقہ ہے۔۔[2]

شمس الدین سخاوی لکھتا ہے:

لفظ منکر الحدیث کا اطلاق ثقہ شخص پر بھی ہوتا ہے جب وہ ضعیف راویوں سے منکر روایات نقل کرے۔۔[3]

مثال: ذہبی نعیم بن حماد جو بخاری کے اساتید میں سے ہے اسے اس کی امامت کے باوجود منکر الحدیث کہتا ہے۔ لیکن ابن حجر عسقلانی اسے مردود سمجھتا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتا ہے:

ذہبی کے خط میں، میں نے پڑھا کہ یہ حدیث اصل و گواہ نہیں رکھتی اور نعیم اس کو نقل کرنے میں تنہا ہے، اور وہ اپنی امامت کے باوجود منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: نعیم بخاری کے اساتید میں سے ہے اور کسی نے بھی اس پر طعن نہیں کیا اور احمد اور ابن معین نے اس کی تعریف کی ہے۔[1]

---

(1) لسان الميزان ج 2 ص 307 فلو كان كل من روى شيئاً منكراً استحق أن يذكر في الضعفاء، لما سلم من المحدثين أحد

(2) سؤالات الحاكم ج 1 ص 217 رقم 339 قلت فسليمان بن بنت شرحبيل قال ثقة قلت أليس عنده مناكير قال يحدث بها عن قوم ضعفاء فأما هو فهو ثقة

(3) فتح المغيث ج 1 ص 273 وقد يطلق ذلك [منكر الحديث] على الثقة إذا روى المناكير عن الضعفاء

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ذہبی کی ایک کتاب بنام (ذکر من تکلم فیه و ھو موثق) ہے۔ وہ ان میں گیارہ راویوں کے نام لکھتا ہے اور ان میں سے بعض کو منکر الحدیث قرار دیتا ہے لیکن آخر میں ان کی وثاقت کا حکم لگاتا ہے۔[2]

دوسری سند

شمس الدین ذہبی ابوبکر کی پشیمانی والی روایت علوان بن داؤد کے طریق سے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

رواه هكذا و أطول من هذا ابن وهب، عن الليث بن سعد، عن صالح بن كيسان، أخرجه كذلك ابن عائذ۔

اس طرح کی روایت کی ہے اور اس سے طویل ابن وہب نے لیث بن سعد نے صالح بن کیسان سے اسی طرح ابن عائذ نے روایت کی ہے۔[3]

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

اس روایت کو لیث کا صالح بن کیسان سے علوان کے واسطہ کے بغیر ذہبی نے المغازی کتاب محمد بن عائذ (متولد 150ھ اور متوفی 233ھ) (جو اس زمانہ تک موجود تھی اور بعد میں مفقود ہوگئی) سے نقل کیا ہے۔

کیونکہ ذہبی اپنی کتاب تاریخ اسلام کے مقدمہ میں لکھتا ہے: میں نے اس کتاب کی تالیف کے لیے بہت سی تصنیفات وکتب کا مطالعہ کیا ہے ان میں سے ایک کتاب المغازی تالیف ابن عائذ کا تب بھی ہے۔[4]

ابن قیم جوزی (متوفی 751ھ)

(1)الأمالي المطلقة ج 1 ص 147 وقرأت بخط الذهبي أن هذا الحديث لا أصل له ولا شاهد تفرد به نعيم وهو منكر الحديث على إمامته قلت نعيم من شيوخ البخاري ولم يطعن فيه أحد بحجة وقد أثنى عليه أحمد وابن معين

(2)ذكر من تكلّم فيه و هو موثق : ص 34 رقم 12، ص 57 ر 61، ص 67 ر 86، ص 75 ر 102، ص 77 ر 107، ص 79 ر 113، ص 112 ر 191، ص 155 ر 285، ص 164 ر 305، ص 180 ر 340 و ص 183 ر

(3)تاريخ الإسلام ج 3 ص 118 رواه هكذا وأطول من هذا ابن وهب، عن الليث بن سعد، عن صالح بن كيسان، أخرجه كذلك ابن عائذ.

(4)تاريخ الإسلام ج 1 ص 12 وقد طالعت على هذا التأليف من الكتب مصنفات كثيرة ومادته من : دلائل النبوة للبيهقي. وسيرة النبي صلى الله عليه وسلم لابن إسحاق . ومغازيه لابن عائذ الكاتب .

ابن قیم، ذہبی کا ہم عصر و ہم وطن تھا۔ اس نے بھی ابوبکر کی پشیمانی والی روایت کو ارسال کے ساتھ مسلم سے، اس نے لیث سے، لیث نے صالح سے اس نے حمید سے اس نے اپنے والد عبدالرحمن سے نقل کی ہے۔[1]

معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی اس روایت کو کتاب المغازی سے نقل کیا ہے۔

یہ سند (لیث، صالح سے بغیر علوان کے واسطہ سے) مویدات رکھتی ہے۔

جیسا کہ ابن عساکر کی روایت

أخبرنا أبو البركات عبد الله بن محمد بن الفضل الفراوي وأم المؤيد نازين المعروفة بجمعة بنت أبي حرب محمد بن الفضل بن أبي حرب قالا أنا أبو القاسم الفضل بن أبي حرب الجرجاني أنبأ أبو بكر أحمد بن الحسن نا أبو العباس أحمد بن يعقوب نا الحسن بن مكرم بن حسان البزار أبو علي ببغداد حدثني أبو الهيثم خالد بن القاسم قال حدثنا ليث بن سعد عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه أنه دخل على أبي بكر الصديق يعوده في مرضه الذي مات فيه فوجده مقتفيا فقال أصبحت بحمد الله بارئا فقال أترى ذاك قال نعم قال أما إني شديد الوجع ... فأما الثلاث التي فعلتهن فوددت أني تركتهن... وددت أن لم أكن كشفت بيت فاطمة عن شيء مع أنهم أغلقوه على الحرب۔[2]

لیث بن سعد کی تدلیس سے متعلق ہونے والے اعتراض کا جواب:

یہ اعتراض کہ لیث بن سعد نے اپنے اور صالح بن کیسان کے درمیان واسطہ یعنی علوان کو حذف کر دیا، درست نہیں کیونکہ یہ دونوں ہم عصر تھے۔ دونوں ایک ہی وقت میں مدینہ میں موجود تھے لہذا ان کا ایک دوسرے سے حدیث نقل کرنے کا امکان موجود ہے۔ صالح بن کیسان مدنی جس سے کتب ستہ میں روایات نقل ہوئی ہیں معلم تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں اس کے بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔[3]

(1)غُدَّة الصابرين، ص 211 وذكر ليث عن ابن سعد عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه أن أبا بكر رضي الله عنه قال في مرضه الذي مات فيه ...

(2)تاريخ مدينة دمشق ج 30 ص 417-418

(3)تاريخ الإسلام ج 9 ص 178 صالح بن كيسان المدني ع، المؤدب، أدب أولاد عمر بن عبد العزيز زمان إمرته على المدينة

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ابن بکیر، لیث سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: میں مدینہ میں حجاج کے ساتھ تھا۔۔۔ میں نے نعلین پہنی ہوئی تھی۔ جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے ایک جوتا اتار کر اندر داخل ہو رہا تھا کہ یحیٰی بن سعید نے مجھ سے کہا: یہ کام نہ کرو تم پیشوا ہو اور تمہاری طرف دیکھا جاتا ہے۔۔[1]

نیز اگر دو راوی ہم عصر ہوں اور ایک دوسرے سے ملاقات کا امکان رکھتے ہوں تو یہ روایت کی صحت کی سخت ترین شرائط میں سے ہے۔

اور شرط مسلم بھی اسی قسم میں سے ہے۔

اس بنا پر یہ حدیث صحیح مسلم کی شروط پر صحیح ہے۔

ابن عبد البر ایک اور روایت کو لیث بن سعد، صالح سے نقل کرتا ہے جو دوسری سند کے مستقل ہونے کی تائید کرتی ہے:

حدثنا الحسن بن حجاج الزيات الطبراني حدثنا الحسن بن محمد المدينحدثنا يحيى بن عبد الله بن بكير حدثنا الليث بن سعد عن صالح بن كيسان عن ابن شهاب عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن أبي سعيد الخدري أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينا أنا نائم والناس يعرضون علي وعليهم قمص فمنها ما يبلغ إلى الثدي ومنها دون ذلك وعرض علي عمر ابن الخطاب وعليه قميص يجره قالوا فما أولت ذلك يا رسول الله قال الدين۔[2]

اس روایت کی سند میں علوان بن داود موجود نہیں ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

---

(1) تاريخ الإسلام ج 11 ص 306-307 ابن بكير قال : قال الليث : كنت بالمدينة مع الحجاج، وهي كثيرة السرقين، فكنت ألبس خفين، فإذا بلغت باب المسجد نزعت أحديهما ودخلت، فقال يحيى بن سعيد الأنصاري : لا تفعل هذا فإنك إمام منظور إليك

(2) الاستیعاب ج 3 ص 1148-1149

تیسری سند

بلاذری روایت کرتا ہے:

حدثني حفص بن عمر، ثنا الهيثم بن عدي عن يونس بن يزيد الأيلي عن الزهري أن عبد الرحمن بن عوف قال: دخلت على أبي بكر في مرضه ... ثم قال: وددت أني لم أفتش منزل فاطمة ولو نصب علي الحرب۔

اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن پہلی سند جس میں علوان تھا، اس کی تقویت کرتی ہے۔

ابوبکر کی پشیمانی والی حدیث کی علماء اہل سنت کی جانب سے تصحیح و تحسین

۱۔ سعید بن منصور (متوفی 227ھ)

جلال الدین سیوطی تصریح کرتا ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔

اس روایت کو ابو عبید نے کتاب الاموال، عقیلی و طرابلسی نے فضائل الصحابہ، طبرانی نے المعجم الکبیر، ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ سعید بن منصور کہتا ہے: یہ حدیث حسن ہے مگر یہ کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ نہیں ہے۔۔[1]

سیوطی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے (ص) سے مراد ہے کہ سعید بن منصور اپنی سنن میں نقل کرتا ہے۔[2]

اور سعید بن منصور وہ ہے جسے ذہبی نے امام، ثقہ، سچا اور علم کا محافظ جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[3]

---

(1) جامع الأحاديث ج 13 ص 101 رقم 352 و ج 17 ص 48 رقم 9090 و مسند فاطمه (س)، ص 34 و 35 پی ڈی ایف / أبو عبيد في كتاب الأموال عق وخيثمة بن سليمان الأطرابلسي في فضائل الصحابة طب كر ص وقال إنه حديث حسن إلا أنه ليس فيه شيء عن النبي

(2) الشمائل الشريفة ج 1 ص 16 (طب) للطبراني في الكبير (طس) له في الأوسط (طص) له في الصغير، (ص) لسعيد بن منصور في

(3) سير أعلام النبلاء ج 10 ص 586-587 سعيد بن منصور (4) ابن شعبة الحافظ الإمام شيخ الحرم أبو عثمان الخراساني المروزي ويقال الطالقاني ثم البلخي ثم المكي المجاور مولف

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ابن بکیر، لیث سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: میں مدینہ میں حجاج کے ساتھ تھا۔۔۔ میں نے نعلین پہنی ہوئی تھی۔ جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے ایک جوتا اتار کر اندر داخل ہو رہا تھا کہ یحییٰ بن سعید نے مجھ سے کہا: یہ کام نہ کرو تم پیشوا ہو اور تمہاری طرف دیکھا جاتا ہے۔۔[1]

نیز اگر دو راوی ہم عصر ہوں اور ایک دوسرے سے ملاقات کا امکان رکھتے ہوں تو یہ روایت کی صحت کی سخت ترین شرائط میں سے ہے۔

اور شرط مسلم بھی اسی قسم میں سے ہے۔

اس بنا پر یہ حدیث صحیح مسلم کی شروط پر صحیح ہے۔

ابن عبد البر ایک اور روایت کو لیث بن سعد، صالح سے نقل کرتا ہے جو دوسری سند کے مستقل ہونے کی تائید کرتی ہے:

حدثنا الحسن بن حجاج الزيات الطبراني حدثنا الحسن بن محمد المدني حدثنا يحيى بن عبد الله بن بكير حدثنا الليث بن سعد عن صالح بن كيسان عن ابن شهاب عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف عن أبي سعيد الخدري أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينا أنا نائم والناس يعرضون علي وعليهم قمص فمنها ما يبلغ إلى الثدي ومنها دون ذلك وعرض علي عمر ابن الخطاب وعليه قميص يجره قالوا فما أولت ذلكيا رسول الله قال الدين۔[2]

اس روایت کی سند میں علوان بن داود موجود نہیں ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(1) تاريخ الإسلام ج 11 ص 306-307 ابن بكير قال قال الليث: كنت بالمدينة مع الحجاج، وهي كثيرة السرقين، فكنت ألبس خفين، فإذا بلغت باب المسجد نزعت أحديهما ودخلت، فقال يحيى بن سعيد الأنصاري: لا تفعل هذا فإنك إمام منظور إليك

(2) الاستيعاب ج 3 ص 1148-1149

تیسری سند

بلاذری روایت کرتا ہے:

حدثني حفص بن عمر، ثنا الهيثم بن عدي عن يونس بن يزيد الأيلي عن الزهري أن عبد الرحمن بن عوف قال: دخلت على أبي بكر في مرضه ... ثم قال: وددت أني لم أفتش منزل فاطمة ولو نصب علي الحرب۔

اگرچہ اس روایت کی سند ضعیف ہے لیکن پہلی سند جس میں علوان تھا، اس کی تقویت کرتی ہے۔

ابوبکر کی پشیمانی والی حدیث کی علماء اہل سنت کی جانب سے تصحیح و تحسین

۱۔ سعید بن منصور (متوفی 227ھ)

جلال الدین سیوطی تصریح کرتا ہے کہ یہ روایت حسن ہے۔

اس روایت کو ابو عبید نے کتاب الاموال، عقیلی و طرابلسی نے فضائل الصحابہ، طبرانی نے المعجم الکبیر، ابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ سعید بن منصور کہتا ہے: یہ حدیث حسن ہے مگر یہ کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ نہیں ہے۔۔[1]

سیوطی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے (ص) سے مراد ہے کہ سعید بن منصور اپنی سنن میں نقل کرتا ہے۔[2]

اور سعید بن منصور وہ ہے جسے ذہبی نے امام، ثقہ، سچا اور علم کا محافظ جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔[3]

(1) جامع الأحاديث ج 13 ص 101 رقم 352 و ج 17 ص 48 رقم 9090 و مسند فاطمه (س)، ص 34 و 35 پی ڈی ایف / أبو عبيد في كتاب الأموال عق وخيثمة بن سليمان الأطرابلسي في فضائل الصحابة طب كر ص وقال إنه حديث حسن إلا أنه ليس فيه شيء عن النبي

(2) الشمائل الشريفة ج 1 ص 16 (طب) للطبراني في الكبير (طس) له في الأوسط (طص) له في الصغير، (ص) لسعيد بن منصور في

(3) سير أعلام النبلاء ج 10 ص 586-587 سعيد بن منصور (4) ابن شعبة الحافظ الإمام شيخ الحرم أبو عثمان الخراساني المروزي ويقال الطالقاني ثم البلخي ثم المكي المجاور مولف

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

۲۔ ضیاالدین مقدسی حنبلی (متوفی 643ھ)

روایت کو طبرانی کی سند کے ساتھ نقل کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے:

یہ حدیث ابوبکر سے حسن ہے مگر یہ کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی فرمائشات میں سے کچھ بھی نہیں۔۔[1]

۳۔ محمد رشید رضا (متوفی 1354ھ)

سلفیت کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اس نے ایک کتاب جناب ابوبکر کے متعلق لکھی اور ایک باب "ابوبکر کا اعتراف" کے عنوان سے باندھا، وہاں ارسال کے ساتھ اس روایت کو نقل کرتا ہے۔۔

اور اپنی کتاب کے مقدمہ میں روایات کے معتبر ہونے کی تصریح کرتا ہے۔

خیرالدین زرکلی رشید کے بارے میں لکھتا ہے:

محمد رشید رضا: المنار مجلہ کا مالک اور اصلاح اسلامی کے رجال میں اور علمائے حدیث و ادبیات و تفسیر میں سے ہے۔۔۔

اس روایت میں علماء اہل سنت کی جانب سے تحریف

بعض اہل سنت علماء نے اس روایت میں انہی اسناد کے ساتھ جو ہم نے نقل کیں ہیں تحریف سے کام لیا اور جناب ابوبکر کے اعتراف والے جملات کو حذف کردیا۔۔

یہ خود اس روایت کی صحت کی ایک علامت ہے۔

۱۔ ابوعبید القاسم بن سلام (متوفی 224ھ)

کتاب السنن. سمع بخراسان والحجاز والعراق ومصر والشام والجزيرة وغير ذلك من مالك بن أنس والليث بن سعد ... وكان ثقة صادقا من أوعية العلم

(1) الأحاديث المختارة ج 1 ص 88-91 ح 12 قلت وهذا حديث حسن عن أبي بكر إلا أنه ليس فيه شيء من قول النبي صلى الله عليه وسلم

جو میں نے کام کیے ہیں جن کے حوالہ سے میں چاہتا تھا انجام نہ دوں۔ پس میں چاہتا تھا کہ ایسا ویسا نہ کروں۔ ذکر نہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ابوعبید کہتا ہے: میں نہیں چاہتا اسے ذکر کروں۔۔[1]

حاکم نیشاپوری اور ابونعیم اصفہانی نے بھی ہجوم سے متعلقہ جملے نقل نہیں کیے۔۔

۲۔ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری (متوفی 405ھ)

أخبرنا الحسين بن الحسن بن أيوب أنبأ علي بن عبد العزيز ثنا أبو عبيد حدثني سعيد يعني ميراث العمة والخالة فإن لي نفسي منها حاجة.[2] ان عفير حدثني علوان بن داود عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه قال دخلت على أبي بكر الصديق رضي الله عنه في مرضه الذي مات فيه أعوده فسمعته يقول وددت أني سألت النبي

۳۔ ابونعیم اصفہانی (متوفی 430ھ)

اپنی کتاب میں روایت نقل کرتا ہے، لیکن اعتراف والے جملے نقل نہیں کرتا۔[3]

(1) الأموال ج 1 ص 174 ح 353 قال حدثني سعيد بن عفير قال حدثني علوان بن داود مولى ابى زرعة بن عمرو بن جرير عن حميد بن عبد الرحمن بن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه عبد الرحمن قال دخلت على ابي بكر أعوده في مرضه الذي توفي فيه فسلمت عليه وقلت ما أرى بك بأسا والحمد لله ولا تأس على الدنيا فوالله إن علمناك إلا كنت صالحا مصلحا فقال أما إني لا آسى على شيء إلا على ثلاث فعلتهم وددت اني لم أفعلهم وثلاث لم أفعلهم وددت أني فعلتهم وثلاث وددت أني سألت رسول الله عنهم فأما التي فعلتها أو وددت أني لم أفعلها فوددت اني لم أكن فعلت كذا وكذا لخلة ذكرها قال أبو عبيد لا أريد ذكرها ...

(2) المستدرك على الصحيحين ج 4 ص 381 ح 7999

(3) حلية الأولياء ج 1 ص 34 حدثنا سليمان بن أحمد ثنا أبو الزنباع ثنا سعيد بن عفير قال حدثني علوان بن داود البجلي عن حميد بن عبدالرحمن بن عوف وعن صالح بن كيسان عن حميد بن عبدالرحمن بن عوف عن أبيه قال دخلت على أبي بكر رضي الله تعالى عنه في مرضه الذي توفي فيه فسلمت عليه فقال رأيت الدنيا قد أقبلت ولما تقبل وهي جانية وستتخذون ستور الحرير ونضائد الديباج وتألمون ضجائع الصوف الأزرى كأن أحدكم على حسك السعدان ووالله لئن يقدم أحدكم فيضرب عنقه في غير حد خير له من أن يسبح في غمرة الدنيا

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

حضرت محسنؑ کا سقط ہونا

حضرت فاطمہؑ کا ایک محسنؑ نامی بچہ تھا۔ اس کے سقط ہونے پر اہل سنت روایات بے حد واضح و آشکار ہیں۔ جو بھی ان اقوال کی طرف رجوع کرے گا اس کے لیے یہ نکتہ واضح ہو جائے گا کہ:

حضرت علیؑ کے حضرت فاطمہؑ سے تین بیٹے تھے حسنؑ، حسینؑ، محسنؑ جن کے ناموں کو پیغمبر گرامی ﷺ نے حضرت ہارون کے بیٹوں کے نام (شبر، شبیر، مشبر) پر رکھا تھا۔۔

یہ مطالب اہل سنت کی بہت سی کتب میں نقل ہوئے ہیں، جن میں سے ایک مستدرک حاکم نیشاپوری ہے۔۔

اور ذہبی نے اس روایت کی صحت کا حکم لگایا ہے۔[1]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کا اس نام کا کوئی بیٹا تھا؟ ہم کہیں گے جی ہاں! آپ کا ایک بیٹا محسنؑ تھا۔۔

پھر سوال ہوگا وہ کیسے زندگی گزار تا رہا اور انجام زندگی کیا ہوا؟

اب آپ کیا امید رکھتے ہیں کہ وہ (غیر شیعہ) کسی بھی پردہ پوشی کے بغیر اور شفافیت کے ساتھ اس سوال کا جواب دیں گے؟

لیکن اس حوالہ سے بعض ایسے افراد پائے جاتے ہیں جنہوں نے حقیقت کو کسی حد تک بیان کیا ہے۔ اس جانب آگے چل کر اشارہ کیا جائے گا۔

(1) المستدرك على الصحيحين ج 3 ص 180 ح 4773 عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال لما ولدت فاطمة الحسن جاء النبي فقال أروني ابني ما سميتموه قال قلت سميته حربا قال بل هو حسن فلما ولدت الحسين جاء رسول الله ٧ فقال أروني ابني ما سميتموه قال قلت سميته حربا فقال بل هو حسين ثم لما ولدت الثالث جاء رسول الله ٧ قال أروني ابني ما سميتموه قلت سميته حربا قال بل هو محسن ثم قال إنما سميتهم باسم ولد هارون شبر وشبير ومشبر هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. قال الذهبي في التلخيص: صحيح

حضرت محسنؑ کا سقط ہونا

۱۔ ابن عبدالبر (متوفی 463ھ)

عبدالرحمن الصفوری الشافعی (متوفی 893ھ) ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب سے نقل کرتا ہے:

فاطمہؑ کا ایک بیٹا سقط ہوا تھا جس کا نام علیؑ نے محسنؑ رکھا تھا۔۔[1]

البتہ یہ سخن الاستیعاب کی موجودہ طبع میں موجود نہیں۔۔

۲۔ شمس الدین ذہبی (متوفی 748ھ)

صلاح الدین صفدی (ذہبی کا شاگرد) لکھتا ہے:

شیخ شمس الدین ذہبی کی ایک کتاب ہے (فتح المطالب فی فضل علی ابن ابی طالب) اس کتاب کو میں نے ان کے پاس مفصل شروع سے آخر تک پڑھا ہے، اس میں حضرت علیؑ کے بچوں کی تعداد 30 لکھی ہے۔۔۔ اور لکھتا ہے ایک بیٹا محسنؑ تھا جو سقط ہو گیا تھا۔۔۔[2]

۳۔ ابوالحجاج یوسف المزی (متوفی 742ھ)

علیؑ ابن ابی طالب کے 21 بیٹے تھے: حسنؑ، حسینؑ، محمد اکبر کہ یہی ابن الحنفیہ ہیں، عمر اطرف کہ یہی عمر اکبر ہیں، عباس اکبر ابوالفضل جو کربلا میں شہید ہوئے اور انہیں سقاء کہا جاتا ہے، ان سب کی نسل آگے چلی،

(1) المحاسن المجتمعة في الخلفاء الأربعة، ص 14 فصل في أولاد علي من فاطمة وغيرها، مكتبة جامعة الملك السعود قسم المخطوطات، الرقم: 4871 وأسقطت فاطمة سقطاً سماه علي محسناً

(2) الوافي بالوفيات ج 21 ص 185 وللشيخ شمس الدين كتاب سماه فتح المطالب في فضل علي بن أبي طالب قرأته عليه من أوله إلى آخره ذكر فيه أن أولاده رضي الله عنه تسعة وثلاثون ولدا أما الذكور فالحسن والحسين ومحمد وعمر الأكبر والعباس الأكبر وهؤلاء الخمسة هم الذين أعقبوا والمحسن طرح ومحمد الأصغر قتل بالطف ...

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

لیکن وہ بچے جن کی نسل نہ چلی ان میں سے ایک محسنؑ ہے جو سقط ہوئے، محمد اصغر جو کربلا میں شہید ہوئے، عباس اصغر جن کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی کربلا میں مارے گئے تھے۔۔۔[1]

۴۔ عبدالرحمن بن عبدالسلام الصفوری (متوفی 894ھ)

حضرت فاطمہؑ کی پانچ اولادیں ہیں: حسنؑ، حسینؑ، محسنؑ کہ جو سقط ہو گیا تھا، زینب کبریٰ و زینبؑ صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم تھی۔۔۔اور رسول اللہ ﷺ کی حیات میں متولد ہوئیں۔۔[2]

۵۔ جمال الدین یوسف المقدسی الشہور ابن المبرد (متوفی 909ھ)

محسنؑ کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ سقط ہوا اور کہا جاتا ہے وہ بچپنے کی حالت میں فوت ہوا البتہ صحیح یہ ہے کہ وہ شکم مادر میں ہی سقط ہو گیا تھا۔۔[3]

۶۔ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (متوفی 911ھ)

حضرت فاطمہؑ کے 5 بچے تھے حسنؑ، حسینؑ، محسنؑ، ام کلثومؑ، اور زینبؑ، لیکن محسنؑ سقط ہو گیا تھا۔[4]

(1) تهذيب الكمال ج 20 ص 479 وكان له من الولد الذكور أحد وعشرون : الحسن، والحسين، ومحمد الاكبر وهو ابن الحنفية، وعمر الاطرف وهو الاكبر، والعباس الاكبر أبو الفضل قتل بالطف ويقال له : السقاء أبو قربة أعقبوا، والذين لم يعقبوا : محسن درج سقطا، ومحمد الاصغر، قتل بالطف ...

(2) نزهة المجالس ج 2 ص 438 أولاد فاطمة الخمسة الحسن والحسين والمحسن كان سقطا وزينب الكبرى وزينب الصغرى المكناة بأم كلثوم ولدت في حياة النبي صلى الله عليه وسلم

(3) الشجرة النبوية فى نسب خير البرية، ورق 4 پى ذى ايف / محسن قيل : سقط، وقيل بل درج صغيرا، والصحيح أن فاطمة (عليها السلام) أسقطته جنينا

(4) الحاوي للفتاوي، كتاب الأدب والرقائق، العجاجة الزرنبية فى السلالة الزينبية، ج 2 ص 30 مسألة : فاطمة الزهراء رضي الله عنها رزقت من الأولاد خمسة : الحسن، والحسين، ومحسن، وأم كلثوم، وزينب فأما محسن فدرج سقطا

حضرت محسنؑ کا ہجوم کے واقعہ میں سقط ہونا

بعض اہل سنت علما اور غیر شیعہ علماء جو اہل سنت کے قریب ہیں اور ابوبکر و عمر کی شخصیت کو قبول کرتے ہیں نیز ان کی تکریم کے قائل ہیں، حضرت محسنؑ کے ہجوم کے واقعہ میں سقط ہونے کو تسلیم کرتے ہیں:

۱۔ ابراہیم بن سیار نظام المعتزلی (متوفی 231ھ)

شہرستانی نظام کے قول سے (معتزلی فرقہ کا ایک حصہ نظامیہ بھی ہے) نقل کرتا ہے:

جناب عمر نے بیعت کے دن اس قدر حضرت فاطمہؑ کے شکم پر ضربیں ماری کہ ان کا بچہ شکم میں ہی دم توڑ گیا۔

عمر بلند آواز میں کہہ رہا تھا اس گھر کو گھر میں موجود افراد سمیت آگ لگا دو، جبکہ اس گھر میں حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔[1]

خطیب بغدادی نظام کے حالات میں لکھتا ہے:

> ابراہیم بن سیار ان لوگوں میں سے تھا جو بغداد میں داخل ہوئے۔ وہ علم کلام میں مذہب معتزلی کے مطابق صاحب نظر و ماہر تھا۔ اس نے علم کلام پر معتزلی مذہب کی آراء کے مطابق بہت سی کتابیں بھی تحریر کی اور ایک ادیب شخص تھا۔ علم کلام میں اس نے بہت سے دقیق و معنی خیز اشعار کہے۔ اس کا شاگرد ابو عثمان اپنے استاد سے بہت سے مطالب نقل کرتا تھا۔[2]

ابوالفرج بن جوزی حنبلی بھی لکھتا ہے:

(1) العلل والنحل ج 1 ص 57 فقال ان عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتى القت الجنين من بطنها وكان يصيح احرقوا دارها بمن فيها وما كان فى الدار غير على وفاطمة والحسن والحسين

(2) تاريخ بغداد ج 6 ص 97 رقم 3131 إبراهيم بن سيار أبو إسحاق النظام ورد بغداد وكان أحد فرسان أهل النظر والكلام على مذهب المعتزلة وله في ذلك تصانيف عدة وكان أيضا متأدبا وله شعر دقيق المعاني على طريقة المتكلمين وأبو عثمان الجاحظ كثير الحكايات عنه

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ابراہیم بن یسار، ابو اسحاق بصری المشہور نظام معتزلی مذہب کے مشہور متکلمین میں سے تھا۔ اس نے معتزلی کلام پر بہت سے کتب بھی لکھیں۔ جاحظ نے اس سے بہت سی حکایات نقل کی ہیں۔[1]

خیر الدین زرکلی بھی نظام کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

ابو اسحاق النظام (متوفی 231ھ) معتزلی پیشواؤں میں سے تھا جاحظ کہتا ہے: اوائل سے نقل کرتے ہوئے: ہر ہزار سال میں ایک شخص آتا ہے جو بے مثل ہوتا ہے پس اگر یہ مطلب درست ہو تو ابو اسحاق ان میں سے ایک ہے، فلسفی علوم پر تسلط رکھتا تھا اور بہت سی رجالی، فلسفی، طبی، اور الہیاتی کتب سے آشنا تھا اور مخصوص نظریات کا مالک تھا کہ جن میں وہ معتزلی جو اس سے انتساب کی وجہ سے نظامیہ کہلواتے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں۔[2]

جاحظ کے بارے ذہبی کہتا ہے:

جاحظ تبحر علامہ، صاحب فنون، اہل بصرہ معتزلی مذہب، صاحب تالیفات اور نظام کا شاگرد تھا۔[3]

۲۔ ابن قتیبہ دینوری (متوفی 276ھ)

مرحوم ابن شہر آشوب مازندرانی علمائے متقدمین شیعہ میں سے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

محسنؑ سقط ہوا اور ابن قتیبہ کی کتاب المعارف میں آیا ہے کہ محسن قنفذ کی ضربوں سے مارا گیا۔[4]

صلاح الدین صفدی اہل سنت بزرگ عالم علامہ مازندرانی کی سچائی پر تصریح کرتے ہوئے کہتا ہے:

(1) المنتظم ج 11 ص 66 رقم 1259 ابراهيم بن سيار أبو إسحاق البصري النظام كان من كبار المتكلمين على مذهب المعتزلة وله في ذلك تصانيف والجاحظ يحكي عنه كثيرا

(2) الأعلام للزركلي، ج 1 ص 43 سايٹ شاملہ / النظام (000 - 231 هـ = 000 - 845 م) إبراهيم بن سيار بن هانئ البصري، أبو إسحاق النظام: من أئمة المعتزلة، قال الجاحظ: (الأوائل يقولون في كل ألف سنة رجل لا نظير له فان صح ذلك فأبو إسحاق من أولئك). تبحر في علوم الفلسفة واطلع على أكثر ما كتبه رجالها من طبيعيين وإلهيين، وانفرد بآراء خاصة تابعته فيها فرقة من المعتزلة سميت (النظامية) نسبة إليه

(3) سير أعلام النبلاء ج 11 ص 526 الجاحظ العلامة المتبحر ذو الفنون أبو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب البصري المعتزلي صاحب التصانيف أخذ عن النظام

(4) مناقب آل ابی طالب، ج 3 ص 133 سایٹ کتابخانہ مرکز فقاهت / والمحسن سقط، وفي معارف القتبي انّ محسناً فسد من زحم قنفذ العدوي

رشید الدین مازندرانی شیعی محمد بن شہر آشوب سین کے ساتھ، ابو جعفر سروری مازندرانی رشید الدین شیعی شیعہ بزرگ علماء میں سے ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور اصول شیعہ میں بلند ترین مقام پر پہنچا، لوگ دوسرے شہروں سے اس کی طرف سفر کر کے آتے تھے۔

پھر اس نے علم قرآن، غریب، نحو میں پیشرفت کی اور متقی ہندی کے زمانہ میں بغداد شہر میں منبر پر وعظ بیان کرتا تھا اور متقی اس سے متاثر ہوا اور اسے تحفے دیے۔۔ بہت خوش صورت، گفتگو میں سچا، علم میں بہت زبردست، عبادت میں خاشع، تہجد گزار، اور ہمیشہ وضو کی حالت میں رہتا تھا۔ ابن ابی طی، نے اپنی تاریخ میں اس کی بہت تمجید بیان کی ہے۔ اس نے 588ھ میں وفات پائی۔[1]

جو چیز علامہ ابن شہر آشوب کی بات کی تائید کرتی ہے وہ گنجی شافعی کا یہ قول ہے:

فاطمہؑ کا ایک بچہ بعد از رسول اللہ ﷺ سقط ہوا، جس کا نام حضرت محمد ﷺ نے محسنؑ رکھا تھا اور یہ وہ چیز ہے جو کسی سے نقل نہیں ہوئی سوائے ابن قتیبہ کے۔[2]

لیکن ابن قتیبہ کی موجودہ المعارف کتاب کے نسخوں میں جو عبارت ملتی ہے وہ یہ ہے۔۔

وأما محسن بن علی فهلك وهو صغير۔

البتہ محسنؑ بن علیؑ بچپن کی حالت میں فوت ہوا۔[3]

(1) الوافي بالوفيات ج 4 ص 118 رشيد الدين المازندراني الشيعي محمد بن علي بن شهراسوب الثانية سين مهملة أبو جعفر السروري المازندراني رشيد الدين الشيعي أحد شيوخ الشيعة . حفظ القرآن وله ثمان سنين وبلغ النهاية في أصول الشيعة كان يرحل إليه من البلاد ثم تقدم في علم القرآن والغريب والنحو ووعظ على المنبر أيام المقتفي ببغداد فأعجبه وخلع عليه . وكان بهي المنظر حسن الوجه والشيبة صدوق اللهجة مليح المحاورة واسع العلم كثير الخشوع والعبادة والتهجد لا يكون إلا على وضوء . أثنى عليه ابن أبي طي في تاريخه ثناء كثير توفي سنة ثمان وثمانين وخمس مائة

(2) كفاية الطالب، ص 413 پی ڈی ایف / إن فاطمة عليها السلام اسقطت بعد النبي ذكراء كان سماه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم محسنا، وهذا شي ء لم يوجد عند أحد من اهل النقل إلا عند ابن قتيبة

(3) المعارف ج 1 ص 211

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۳۔ ابو بکر بن ابی دارم (متوفی 352ھ)

شمس الدین ذہبی لکھتا ہے:

ابن ابی دارم، امام، حافظ، اور فاضل ابو بکر احمد بن محمد۔۔۔شیعی اور محدث، کوفہ کا رہنے والا تھا۔ حاکم اور ابن مردویہ نے اس سے احادیث نقل کی ہیں۔ وہ احادیث کا حافظ اور احادیث کی معرفت رکھتا تھا مگر یہ کہ وہ رافضی تھا اور بعض اصحاب کی تحقیر پر مطالب لکھتا تھا۔ اس لیے نقل میں مورد اعتماد نہیں۔ ابو بکر محرم 352 ہجری یا 351 ہجری میں فوت ہوا۔۔ حاکم کہتا ہے: وہ رافضی و غیر قابل اعتماد ہے اور حافظ محمد بن حماد کہتا ہے: اپنی پوری زندگی میں مستقیم رہا یعنی راہ راست پر (سنی رہا) اس کے بعد زندگی کے آخری حصہ میں اس کی موجودگی میں زیادہ تر چیزیں بیان کی جاتی تھی جو صحابہ کی عیب جوئی اور ان پر طعن ہے۔۔ اور ایک مرد اس کے سامنے بیان کرتا ہے: فاطمہ کو عمر نے لات ماری جس سے انکا بیٹا محسنؑ شہید ہو گیا۔ پس اس نے اس بات کی موافقت کی اور میں نے اس کی روایات کو ترک کر دیا۔۔۔

ذہبی دولابی کے کلام کے بعد شدت کے ساتھ ابن ابی دارم پر لفظی گولہ باری کرتا ہے اور اس کی سرزنش کرتا ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی دارم پہلے سنی تھا اور اس کے بعد عمر کے آخر میں شیعہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے ذہبی پہلے اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کے بعد اسے جھوٹا کہتا ہے۔

حافظ محمد بن حماد الدولابی جو کہ ابن ابی دارم کا ہم عصر تھا اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

لیکن جو نکتہ قابل توجہ ہے وہ یہ کہ حاکم و ذہبی نے ابن ابی دارم سے روایات نقل کی ہیں اور انہیں صحیح قرار دیا ہے۔۔[1]

---

(1) سير أعلام النبلاء ج 15 ص 576-578 ابن أبي دارم الإمام الحافظ الفاضل أبو بكر أحمد بن محمد السري بن يحيى بن السري بن أبي دارم التميمي الكوفي الشيعي محدث الكوفة ... حدث عنه الحاكم وأبو بكر بن مردويه ... كان موصوفا بالحفظ والمعرفة إلا أنه يترفض قد ألف في الحط على بعض الصحابة وهو مع ذلك ليس بثقة في النقل ... مات أبو بكر في المحرم سنة اثنتين وخمسين وثلاث مئة وقيل سنة إحدى . قال الحاكم هو رافضي غير ثقة وقال محمد بن حماد الحافظ كان مستقيم الأمر عامة دهره ثم في آخر أيامه كان أكثر ما يقرأ عليه المثالب حضرته ورجل يقرأ عليه أن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت محسنا وفي خبر آخر قوله تعالى (وجاء فرعون) عمر (ومن قبله) أبو بكر (والمؤتفكات) عائشة وحفصة فوافقته وتركت حديثه . قلت شيخ ضال معثر

اور ایک اور نکتہ جو اس کے شیعہ نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے وہ یہ کہ اس کا نام شیعہ کتب میں حشویہ مشائخ میں سے لکھا گیا ہے:

محمد ابن أبي دارم اليماني ابوبكر لم يذكروه، أحد مشائخ الحشويه۔[2]

حشویہ بھی اہل سنت میں سے ہیں جیسا کہ معلم یمانی نے کہا ہے:

پس استاد (علامہ کوثری) اس مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور وابصی (عبد السلام بن عبد الرحمن کو حشویہ جانتے ہیں اور ان کی حشویہ سے مراد اہل سنت ہیں جیسا کہ امام احمد بن حنبل ان کے اصحاب اور طرفداران وغیرہ۔۔[3]

اہل سنت اپنی علم رجال کی کتب میں ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر راوی رفض کے ساتھ متہم ہو تو شیعہ رجالی کتب کی طرف رجوع کیا جائے گا اگر اس راوی کا نام شیعہ روات میں ذکر ہوتا ہے تو اس کے شیعہ ہونے کے دعوے کو قبول کریں گے ورنہ قبول نہیں کریں گے۔۔ جیسا کہ اس متعلق محمد جمال الدین قاسمی، اہل سنت عالم اپنی کتاب میں مفصل بیان کرتے ہیں۔

۴۔ ابو جعفر النقیب (متوفی 614ھ)

جب شرح نہج البلاغہ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں ابن ابی الحدید اپنے استاد ابو جعفر النقیب سے نقل کرتا ہے:

مشرکین میں سے سب سے پہلے جو حضرت زینب کے ناقہ کی طرف آیا وہ ہبار بن اسود تھا۔ اس نے ایک نیزہ حضرت زینب کے ہودج کی طرف پھینکا، جس سے حضرت زینب ڈر گئیں، جبکہ وہ حاملہ تھیں۔ جیسے

---

(1) المستدرك على الصحيحين، ج 1 ص 393 ح 964 و ج 1 ص 437 ح 1102 و ج 2 ص 268 ح 2965 و...

(2) مستدركات علم رجال الحديث، الشيخ علي النمازي الشاهرودي، ج ٦ ص ٣٨٠ رقم 12328 سايٹ كتابخانه مدرسه فقاهت

(3) التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل، ج 2 ص 547 رقم 142 سايٹ شامله/ فكان الأستاذ أشار إلى هذا، كأنه أراد أن الوابصي - كما يقول - من الحشوية. وأراد بالحشوية أهل السنة الإمام أحمد وأصحابه وموافقيه

ہی حضرت زینب مدینہ پہنچی ان کا بچہ سقط ہو گیا (یعنی حمل ضائع ہو گیا) اس لیے جب مسلمانوں نے مکہ پر فتح حاصل کی پیامبر گرامی ﷺ نے اعلان کیا جہاں بھی ہبار بن اسود کو پاؤ قتل کر دو۔

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ اس خبر کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: میں نے اس روایت کو نقیب ابی جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بیان کیا، تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو ڈرانے اور بچہ سقط ہونے پر ہبار بن اسود کے خون کو مباح قرار دیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پیامبر ﷺ اس زمانہ میں حیات ہوتے تو بغیر کسی شک کے ان لوگوں کے خون کو جنہوں نے سیدہ فاطمہؑ کو ڈرایا اور ان کے بچہ کے سقط کا سبب بنے مباح قرار دے دیتے۔۔

ابن ابی الحدید کہتا ہے میں نے نقیب سے کہا: کیا میں یہ بات جو آپ نے کی آپ سے منسوب کر کے نقل کر سکتا ہوں۔

نقیب نے کہا: نہیں مجھ سے نقل نہ کرو لیکن اس خبر کے باطل ہونے کو بھی مجھ سے نقل نہ کرو کیونکہ میں اس بارے روایات کے تعارض کی وجہ سے اپنی نظر بیان کرنا نہیں چاہتا۔۔[1]

ابن ابی الحدید اپنے استاد کا تعارف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

ابو جعفر نقیب کہ خدا ان پر رحمت نازل کرے علم سے سرشار، عاقل اور جدال میں منصف مزاج تھے۔ اگرچہ علوی تھے لیکن مذہبی تعصب ان میں نہ تھا۔ اصحاب کے فضائل کا اقرار کرتے تھے اور شیخین (ابوبکر و عمر) کی مدح کرتے تھے۔۔[2]

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

(1)شرح نهج البلاغة ج 14 ص 115 قلت : وهذا الخبر أيضا قرأته على النقيب أبي جعفر رحمه الله، فقال : إذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أباح دم هبار بن الأسود لأنه روع زينب فألقت ذا بطنها، فظهر الحال أنه لو كان حيا لأباح دم من روع فاطمة حتى ألقت المحسن . فقلت : أروي عنك ما يقوله قوم إن فاطمة روعت فألقت المحسن، فقال : لا ترو عني ولا ترو عني بطلانه، فإني متوقف في هذا الموضع لتعارض الأخبار عندي فيه

(2)شرح نهج البلاغة ج 10 ص 129 وكان النقيب أبو جعفر رحمه الله، غزير العلم، صحيح العقل، منصفا في الجدال، غير متعصب للمذهب وإن كان علويا وكان يعترف بفضائل الصحابة، ويثني على الشيخين

النقیب ابو جعفر شیعہ امامی نہ تھے بلکہ زیدی تھے اور صحابہ سے برات کا اظہار نہیں کرتے تھے اور شیعوں کی اصحاب کی بارے باتوں سے راضی نہ تھے لیکن جو چیز ان کی زبان سے جاری ہوتی بحث و جدل کی صورت میں وہ میرے اور ان کے درمیان ہوتی۔۔[1]

ابن کثیر دمشقی بھی یوں تعریف کرتا ہے:

یحیٰی بن محمد علوی حسینی، نقیب بصرہ، اپنے والد کے بعد شیخ، ادیب، فاضل، بہت زیادہ فنون کا عالم، جن سے میں علم انساب، ایام عرب، شعر، وغیرہ ہے۔ اسے بہت سے شعر حفظ تھے اور خلیفہ الناصر الدین اللہ عباسی کی محفل میں بیٹھنے والوں میں سے ایک تھا۔[2]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ابو جعفر النقیب اگرچہ سنی نہ تھا لیکن شیعہ بھی نہ تھا بلکہ زیدی مذہب کا تھا اور غیر جانبدار شخص تھا جو ان روایات کو دیکھنے کے باوجود بھی ان میں بیان ہونے والے حوادثات سے متفق تھا لیکن خوف کی وجہ سے اظہار کرنے سے گریز کرتا تھا۔۔

۵: ابراہیم بن محمد الجوینی (متوفی 722ھ)

روایت کو ارسال کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ سے اتصال کے ساتھ بیان کرتا ہے: جس میں بیان ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ ان ضربوں کی وجہ سے جو ان کے پہلو پر لگائی گئیں اپنے بچہ کو سقط کر دیتی ہیں اور اسی وجہ سے وفات پا جاتی ہیں۔۔

روایت چونکہ تفصیلی ہے ہم محققین کے لیے عربی متن نیچے حاشیہ میں درج کر رہے ہیں تاکہ رجوع کرنے میں آسانی ہو۔۔[1]

(1)شرح نهج البلاغة ج 12 ص 57 النقيب أبي جعفر، ولم يكن إمامي المذهب، ولا كان يبرأ من السلف، ولا يرتضي قول المسرفين من الشيعة، ولكنه كلام أجراه على لسانه البحث والجدل بيني وبينه .

(2)البداية والنهاية ج 13 ص 74 يحيى بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن علي العلوي الحسيني نقيب الطالبيين بالبصرة بعد أبيه كان شيخا أديبا فاضلا عالما بفنون كثيرة لا سيما علم الانساب وأيام العرب وأشعارها يحفظ كثيرا منها وكان من جلساء الخليفة الناصر

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

شمس الدین ذہبی جو جوینی کے شاگردوں میں سے ہے اپنی کتابوں میں اپنے استاد کو (الامام، المحدث، الامام الکبیر، الامام الزاهد، الاوحد، الاکمل، فخر الاسلام، شدید الاعتنا بالروایه و تحصیل الاجزاء، الشیخ القدوه۔ شیخ المشائخ جیسے القابات سے یاد کرتا ہے۔۔[2]

صلاح الدین صفدی (متوفی 764ھ) بھی جوینی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

صدر الدین جوینی شافعی ابراہیم بن محمد، امام، زاہد، محدث، شیخ خراسان تھا۔۔

(1)فرائد السمطين في فضائل المرتضى والبتول والسبطين، ج 2، ص 34 و 35 سایٹ كتابخانه مدرسه فقاهت / أنبأني الشيخ أبو طالب علي بن أنجب بن عبيد الله بن الخازن، عن كتاب الإمام برهان الدين أبي الفتح ناصر بن أبي المكارم المطرزي، عن أبي المؤيّد ابن الموفق، أنبأنا علي بن أحمد بن موسى الدقاق قال أنبأنا محمد بن أبي عبد الله الكوفي قال: أنبأنا موسى بن عمران، عن عمّه الحسين بن يزيد النوفلي، عن الحسن بن عليّ بن حمزة، عن أبيه عن سعيد بن جبير، عن ابن عبّاس، قال: إنّ رسول الله صلّى الله عليه وآله كان جالساً ذات يوم... إنّي لمّا رأيتها ذكرت ما يُصنع [بها] بعدي، كأنّي بها: وقد دخل الذلّ بيتها، وانتُهكت حرمتها، وغُصب حقّها، ومُنعت إرثها، وكُسر جنبها، وأُسقطت جنينها، وهي تنادي يا محمّداه فلا تُجاب، وتستغيث فلا تُغاث، فلا تزال بعدي محزونة مكروبة باكية ... فيلحقها الله عزّ وجلّ بي فتكون أوّل مَن يلحقني مِن أهل بيتي، فتقدم عليّ محزونة مكروبة مغمومة مغصوبة مقتولة. يقول رسول الله [صلّى الله عليه وآله وسلّم] عند ذلك: اللّهمّ العن مَن ظلمها، وعاقِب مَن غصبها، وذلّ مَن أذلّها، وخلّد في نارك مَن ضرب جنبها حتّى ألقت ولدها، فتقول الملائكة عند ذلك آمين

(2)وسمعت من الإمام المحدث الأوحد الأكمل فخر الإسلام صدر الدين إبراهيم بن محمد بن المؤيد بن حمويه الخراساني الجويني شيخ الصوفية قدم علينا طالب حديث وروى لنا عن رجلين من أصحاب المؤيد الطوسي وكان شديد الاعتناء بالرواية وتحصيل الأجزاء حسن القراءة مليح الشكل مهيبا دينا صالحا وعلى يده أسلم غازان الملك مات سنة اثنتين وعشرين وسبع مائة وله ثمان وسبعون سنة رحمه الله تعالى» ترجمہ: امام، محدث یگانہ، اکمل، فخر السلام صدر الدین جوینی، جو صوفیہ کے مشہور شیخ تھے، کی بابت ایک روایت سنی۔ وہ ہمارے پاس حدیث کے طلب کے لیے تشریف لائے اور ہمارے لیے اصحاب مؤید طوسی سے دو روایتیں نقل کیں۔ وہ روایت اور حدیث جمع کرنے میں بہت زیادہ دل چسپی رکھتے تھے۔ ان کی قرأت خوش الحان تھی، چہرہ خوبصورت، شخصیت باوقار، دیندار اور صالح تھے۔ مغول بانشاہ غازان نے انہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ وہ 722 ہجری میں 78 سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔
. خداوند متعال ان پر رحمت نازل کرے.» تذكرة الحفاظ ج 4 ص 1500

ابن الموفو اذکان اور شام، عراق، حجاز کی ایک جماعت سے حدیث سنتا تھا اور اس کام کا یعنی حدیث سننے و لکھنے کا شوقین تھا۔۔۔۔۔۔[1]

اب اس کی کتاب فرائد السمطین کی جوینی سے نسبت ثابت کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ زرندی حنفی جو جوینی کا ہم عصر تھا اس سے حدیث نقل کرتا ہے اور اسے جوینی کی کتاب جانتا ہے۔۔

نقل الشيخ الامام العالم صدر الدين ابراهيم بن محمد المؤيد الحموى رحمه الله فى كتابه فضل اهل البيت: بسنده عبد الله بن مسعود رض قال۔[2]

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ زرندی کی کتاب جوینی کی کتاب سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔۔

خیر الدین زرکلی زرندی حنفی کے احوال میں لکھتا ہے:

شمس الدین زرندی حنفی فقیہ اہل سنت عالم اہل مدینہ میں سے تھا۔ اپنے باپ کے بعد تدریس کا کام سنبھالا، 742ھ کے بعد شیراز چلا گیا اور وہاں قضاوت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے ایک درر السمطین فی مناقب السبطین ہے۔[3]

(1)الوافي بالوفيات ج 6 ص 92-93 صدر الدين الجويني الشافعي إبراهيم بن محمد الإمام الزاهد المحدث شيخ خراسان صدر الدين أبو المجامع ابن الشيخ سعد الدين ابن المؤيد بن حمويه الجويني الصوفي ولد سنة بضع وأربعين وست مائة وتوفي رحمه الله سنة اثنتين وعشرين وسبع مائة وسمع من ابن الموفق الأنكاني صاحب المؤيد الطوسي ومن جماعة بالشام والعراق والحجاز وعني بهذا الشأن جدا وكتب وحصل وكان مليح الشكل جيد القراءة دينا وقورا وعلى يديه أسلم قازان

(2)نظم درر السمطين في فضائل المصطفى والمرتضى والسبطين، ص 155 سایٹ مدرسه فقاهت

(3)الأعلام للزركلي، ج 7 ص 152 سایٹ شامله / الزرندي (693 - 747؟ هـ = 1294 - 1347 م) محمد بن يوسف بن الحسن، شمس الدين الزرندي: فقيه حنفي، من العلماء بالحديث. من أهل المدينة. تولى التدريس فيها بعد أبيه، ورحل إلى شيراز بعد سنة 742 فولي القضاء بها حتى مات. له كتب، منها (درر السمطين في مناقب السبطين - خ)

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اسماعیل پاشا نے بھی واضح طور پر اس کتاب کو جوینی سے منسوب کیا ہے اور اس کی تالیف کے تمام ہونے کی تاریخ بھی بیان کیا ہے--

فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ و البتول و السبطین لابی عبد اللہ ابراھیم بن سعد الدین محمد بن ابی بکر محمد بن حمویہ بن محمد الجوینی المعروف بالحموی فرغ منہ سنۃ 716ھ۔[1]

(1) ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون ج 4 ص 182

چھٹا باب

چند اہم اعتراضات کے جوابات

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

جب بھی ایام فاطمیہ قریب آتے ہیں، کچھ مکتب تشیع مخالف اہل سنت مفتیوں کی جانب سے سوشل میڈیا پر اس حوالے سے متعدد اعتراضات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ چونکہ ان چند سالوں میں پوری دنیا کے لوگ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت کو اس قدر اہتمام سے برپا کر رہے ہیں کہ آج کے اس سوشل میڈیا کے دور میں زندگی بسر کرنے والا اہل سنت نوجوان جب یہ سب دیکھتا ہے تو اس کے ذہن میں سوالات جنم لیتے ہیں کہ بالآخر ایسا کیا ہوا کہ حضرت فاطمہؑ، ہمارے پہلے خلیفہ سے ناراض ہوئیں اور نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ جناب ابوبکر و عمر کو رسول اللہ ﷺ کی اکلوتی بیٹی کے جنازے سے بے خبر رکھا گیا جبکہ دوسری جانب پہلے خلیفہ کی زوجہ جناب اسماء بنت عمیس حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے غسل و کفن میں شریک رہیں! اس طرح کے دسیوں سوالات انسان کے ذہن کو ان کے جوابات کی جستجو میں نکلنے پر مجبور کرتے ہیں اور یوں وہ راہِ تحقیق پر نکل پڑتا ہے اور جب جوابات تک رسائی حاصل کر لیتا ہے، مکتب خلفا سے اظہار برائت کرتا نظر آتا ہے۔

ان معاملات کے پیش نظر مذکورہ علمائے اہل سنت نے تشیع کی جانب بڑھتے ان نوجوانوں کو روکنے کے لیے مختلف قسم کے بے بنیاد اعتراضات کا سہارا لینا شروع کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان اعتراضات کے جوابات کی جانب بڑھتے ہیں تاکہ حق کے متلاشی کو حق تک رسائی میں دشواری پیش نہ آئے اور وہ ان مفتیوں کے دام فریب کا شکار نہ ہو۔

پہلا اعتراض

یہ شیعہ چند سال پہلے ایام فاطمیہ نہیں مناتے تھے یہ سلسلہ ان کے یہاں ابھی چند سالوں سے ہی شروع کیا گیا ہے!

https://downloadshiabooks.com/

جواب

اگر اعتراض کرنے والا اپنی ہی کتب کا مطالعہ کرلیتا، اسے معلوم ہوجاتا کہ شیعہ قدیم الایام سے بی بی زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت مناتے آئے ہیں اور اس بات کا اعتراف خود اہل سنت علما نے اپنی کتب میں کیا ہے ہم یہاں چند قدیم کتب سے یہ مطالب آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ضرار بن عمرو الغطفانی: یہ معتزلی (اہل سنت) متوفی (200ھ) عالم اپنی کتاب میں اپنے زمانے میں موجود تشیع کے اعتقادات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

امامیہ کے رائج اعتقادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابوبکر و عمر نے جناب زہرا سلام اللہ علیہا پر اس قدر مظالم ڈھائے کہ ان کا محسنؑ نامی بچہ سقط ہوگیا۔[1]

۲۔ عبداللہ بن یزید الفزاری: نابغہ نازترین متکلمین میں سے ایک شخصیت ہے۔ ان کا تعلق اباضیہ فرقہ سے تھا۔ یہ امام صادق و امام موسی کاظم علیہما السلام کے زمانہ کے ہیں۔ تجارتی اعتبار سے ہشام بن حکم کے شراکت دار تھے۔ اپنے زمانے کے روافض و شیعوں کے عقائد بیان کرتے ہوئے راقم ہے: ان کے مطابق ابوبکر و عمر نے بی بی سلام اللہ علیہا کو زدوکوب کیا جس سے ان کا بچہ سقط ہوگیا تھا۔[2]

۳۔ قاضی عبدالجبار بن ہمدانی: معتزلی علماء میں سے ایک بہت بڑا نام متوفی (415ھ)۔ یہ اپنی کتاب میں اپنے زمانہ میں موجود شیعوں کے اعتقادات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس وقت کے شیعہ جن میں شیخ مفید بھی شامل ہیں حضرت فاطمہؑ و حضرت محسنؑ کی شہادت بیان کرتے ہوئے گریہ وزاری کرتے اور عزاداری برپا کرتے ہیں۔ مزید لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں جس وقت یہ کتاب مکمل ہوئی (یعنی سال 209ھ) علمائے تشیع میں سے، ابو جبلہ ابراہیم

(1)کتاب التحریش، ص 52 پی ڈی ایف / وأن ابابکر وعمر ظلما و ضربا فاطمة بنت رسول الله حتي ألقت جنينا

(2)الردود، ص 34 قال عبدالله: ثم جاءت طائفة أخرى إلى رئيسها فقالوا: ما تقول في علي بن أبي طالب، فإن قوما برئوا منه وأكفروه وقاتلوه، فقال: احذروهم فإنهم أهل البدع واكتبوا ما أحدثكم...وأنّ أبابكر وعمر رضوان الله عليهما ضربا فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى ألقت جنيناً

بن عثمان، جابر متوفی، ابوالفوارس حسن بن محمد میمدی، ابوالحسین احمد بن محمد بن کیت، ابو محمد طبری، ابوالحسن الحلبی، وابو عبداللہ محمد بن نعمان (شیخ مفید) یہ لوگ مصر و رملہ (سوریہ) میں صور (لبنان) عسقلان (ساحل فلسطین) دمشق، بغداد، وغیرہ میں شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور محمدؐ و آل محمدؐ سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ نیز ان کا ماننا تھا کہ دوسرے خلیفہ نے حضرت فاطمہؑ و حضرت محسنؑ کو شہید کیا تھا اور اسی بابت یہ لوگ عزاداری کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ شیعہ ان مجالس عزا میں شعراء کو دعوت بھی دیتے ہیں۔[1]

اس جواب کی تکمیل ہم نے آئندہ باب میں ائمہ علیہم السلام سے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت کی روایات کو بیان کرکے کی ہے جو ساتویں اعتراض کے جواب میں بیان کی جائیں گی۔

دوسرا اعتراض

کہا جاتا ہے کہ اگر عمر کے زدوکوب کرنے کے بعد حضرت فاطمہؑ کا محسن نامی جو بچہ سقط ہوگیا تھا جبکہ ایسا بچہ جو ابھی پیدا بھی نہ ہوا ہو اس کی جنس کیسے معلوم ہوئی؟ اور جب جنس معلوم نہ ہوئی تو اس کا نام کیسے رکھا گیا؟ کیا اس وقت الٹراساؤنڈ مشین موجود تھی؟

(1)تثبيت دالنل النبوة، ج 2 ص 594،595سایٹ شاملہ / و في هذا الزمان منهم) ان، يعة(مثل أبي جبلةإبراهيم بن غسّ الش دّ دبن الكميت، و أبي محمّ و أبي الحسين أحمدبن محم دالميدنيّ ي، و أبي الفوارس الحسن بن محمّ ومثل جابرالمتوفّي، و أبي يتيم، و أبي الحسن الحلبّ، و أبي الوفا الديلمي الطبري، و ابن أبي اريّ، و أبي القاسم النج الرلبايّ الديس، و خزيمة، و أبي ا و بعسقالن و بدمشق و ببغدادو بجبل السماق. عمان، فهؤلاء بمصر و بالرملتو بصور، و بعكّ دبن النّ همحمّ خزيمة، و أبي عبدالل م و أهل بيته، فيكون على فاطمةّ هعليهو سلّ ى اللّ ه صلّ ةرسول اللّ عون التشيع ومحبّ هؤلاء بهذه النواحي يدّ وكل وعلى ابنها خالفهم لهو مذكر همن أنّ عمر قتله، و يذكرون لهم تبديل القرآن و الفرائض، و يذكرون ما قدتقدّ ن الذي زعموا أن المحسّ اس تـه، و يقيمون المنشدين و المناحات في ذلك، و يأخذون على النّ في نبوّ كّ م و للشّ هعليهو سلّ ى اللّ ما هو لعداوته صلّ قتالهم إن العهود، و يحلفونهم باأليمان الغليظة۔

https://downloadshiabooks.com/

جواب

اولاً: شیعوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت محسنؑ کا نام رسول اللہ ﷺ کے توسط سے رکھ دیا گیا تھا اور آپ حضرتؐ علم غیب رکھتے تھے اور علوم الٰہی سے مسلح تھے لہٰذا آپؐ اس بچے کی جنس سے آگاہ تھے۔[1]

ثانیاً: قرآن مجید میں ہے کہ خداوند متعال نے اپنے نبی جناب زکریاؑ سے فرمایا کہ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام یحییٰؑ ہوگا۔

﴿یا زَکَرِیا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ یَحْیَی لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِن قَبْلُ سَمِیا﴾[2]

اے زکریا ہم آپ کو ایک بچے کی خوشخبری دے رہے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہوگا اس سے پہلے اس نام کا کوئی بچہ نہ ہوگا۔

اسی طرح ملائکہ نے حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کے متولد ہونے کی بشارت دی:

﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ یا مَرْیَمُ إِنَّ اللَّهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیحُ عِیسَى ابْنُ مَرْیَمَ﴾[3]

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں آبرومند ہوگا۔

ثالثاً: قدیم زمانہ میں ایسے ماہر افراد ہوتے تھے جو بچے کی ولادت سے قبل جنس کی تشخیص دینے کی صلاحیت رکھتے تھے یعنی وہ کچھ خاص علائم کو مدنظر رکھنے کے بعد بتا دیتے تھے کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اور ایسے افراد کو قابلہ کا نام دیا جاتا تھا۔

رابعاً: خود اہل سنت نے اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے اسے جناب ابوبکر کی کرامات میں سے شمار کیا ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ نقل کرتے ہیں: جب جناب ابوبکر کا آخری وقت قریب آیا، اپنی بیٹی عائشہ سے کہا: جو مال تم مجھ سے بطور ارث حاصل کرو گی اس میں تمہارے دو بھائیوں اور دو

(1) سورہ جن 26،27

(2) سورہ مریم 7

(3) آل عمران 45

بہنوں کا حصہ ہوگا، عائشہ نے اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میری تو بس ایک بہن ہے جس کا نام اسماء ہے۔ ابوبکر نے کہا: جو بچہ ابھی خارجہ کے شکم میں ہے میں اسے بیٹی دیکھ رہا ہوں یعنی جناب ابوبکر نے ولادت سے پہلے ہی بتا دیا کہ شکم مادر میں موجود اس جنین کی جنس مؤنث ہے۔

اس روایت کو امام مالک نے بیان کیا اور البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔[1]

خامساً: شیعہ کتب میں روایت موجود ہے جس میں امیر المؤمنینؑ نے فرمایا:

اپنے بچوں کے نام ان کی ولادت سے پہلے رکھو، اگر نہیں جانتے کہ بیٹا ہے یا بیٹی تو اس کے ایک مشترک نام کا انتخاب کرو۔ پس اگر بچہ سقط ہو جائے اور قیامت میں تم سے ملاقات کرے جبکہ تم نے اس کا نام نہ رکھا ہو تو وہ سقط شدہ بچہ اپنے والد سے شکایت کرتے ہوئے کہے گا: آپ نے میرا نام کیوں نہیں رکھا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے محسنؑ کا نام اس کی ولادت سے پہلے رکھ دیا تھا۔[2]

تیرا اعتراض

جناب عمر نے حضرت علیؑ کو زبردستی پکڑا اور کھینچ کر باہر لے گئے جبکہ اس وقت حضرت فاطمہؑ کا گھر مسجد کے اندر تھا اور اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا؛ (یعنی علی و فاطمہ علیہما السلام کے گھر کا ایک ہی در تھا) البتہ اس زمانے میں دروازے بھی نہیں ہوا کرتے تھے اور اس کی جگہ کپڑا لٹکا ہوتا تھا۔

(1) رواه الغليل لألباني، ج 6، ص 61، ح 1619 سایٹ شاملہ/ " إن أبا بكر الصديق كان نحلها جاد عشرين وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال : والله يا بنية ما من الناس أحد أحب إلى غنى بعدي منك وال أعز علي فقراً بعدي منك وإني كنت نحلتك جاد عشرين وسقا فلو كنت جددتيه واحتزتيه كان لك وإنما هو اليوم مال وارث وإنما هما أخواك وأختاك فاقتسموه على كتاب الله قالت عائشة : فقلت : يا أبت والله لو كان كذا وكذا لتركته إنما هي أسماء فمن الأخرى؟ فقال أبو بكر : ذو بطن بنت خارجة أراها جارية "

(2) الكافي للكليني، ج 6، ص 18، سایٹ کتابخانہ مدرسہ فقاهت / سموا أولادكم قبل أن يولدوا فإن لم تدروا أذكر أم أنثى فسموهم بالأسماء التي تكون للذكر والأنثى فإن أسقاطكم إذا لقوكم يوم القيامة ولم تسموهم يقول السقط أل بيه : ألا سميتني وقد سمى رسول الله محسنا قبل أن يولد

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

جواب

اس اعتراض کو 2 حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

1. مسجد کے علاوہ امیر المؤمنینؑ کے گھر کا دروازہ نہ ہونا۔
2. مدینہ میں اس وقت گھروں کے دروازے نہ ہونا۔

جواب

۱۔ حضرت فاطمہؑ کے گھر کے دو دروازے تھے، ایک مسجد میں کھلتا تھا جبکہ دوسرا باہر کی طرف۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حکم دیا کہ مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دیے جائیں سوائے ابوبکر کے روشن دان کے۔

یہ بات اسی وقت ثابت ہو سکے گی جب آپ یہ مانیں کہ حضرت فاطمہؑ کے حجرے کا ایک دروازہ مسجد سے باہر بھی تھا بلکہ کوئی دروازہ مسجد کی طرف نہ تھا، جیسا کہ برہان الدین حلبی نے کہا ہے کہ علیؑ کے گھر کا ایک دروازہ مسجد سے باہر بھی تھا۔[1]

بنابریں جو بات بیان کی جاتی ہے وہ حضرت فاطمہؑ کے گھر کے مسجد سے باہر (گلی میں کھلنے والے) دروازے کے بارے میں کی جاتی ہے۔

۲۔ یہ ایک ایسا بچگانہ اعتراض ہے جسے آج کل مرزا (محمد علی جہلمی) سمیت کئی اہل سنت مفتی بیان کر چکے۔ لیکن اگر شیعہ سنی روایات کو مدنظر رکھا جائے تو باآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس زمانے میں گھروں کے دروازے ہوا کرتے تھے اس پر بہت سے شواہد پیش کیے جا سکتے ہیں، لیکن ہم چند پر اکتفاء کرتے ہیں:

اول: دروازوں کو چابی کے ساتھ کھولنا قرآن مجید میں: خداوند متعال صحابہ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جن گھروں کی چابیاں تمہارے پاس ہیں ان سے کھانا کھا سکتے ہو۔

(1) السیرۃ الحلبیۃ ج 3، ص 461، وهو يفيد أن باب علي كرم الله وجهه سد مع سد الخوخ ولم يبق إلا خوخة أبي بكر رضي الله تعالى عنه، وجعل لبيت علي كرم الله وجهه باب من الخارج

﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ ... أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا﴾[1]

اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ مریض پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر اس بات میں کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ کے گھروں سے یا اپنی بڑی ماؤں (نانی، دادی) کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے اختیار میں ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ ایسے گھر جن کے لکڑی یا لوہے کہ دروازے نہ ہوں ان کے لیے چابیوں کی بات کرنا ایک بے معنی بات ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث میں بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ دروازے چابی کے ذریعے کھولے جاتے تھے:

پس عمر بن خطاب اٹھے اور ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے اور اوپر کے کمرے کی جانب گئے۔ عمر نے اپنے کمر بند سے چابی نکالی اور دروازہ کھولا۔۔۔ (اس کتاب کے محقق ڈاکٹر عطیہ الزہرانی نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے)[2]۔

ثانیاً: پیغمبر گرامی ﷺ کا رات کے وقت دروازے بند کرنے کا حکم دینا مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے:

ابو حمید کہتا ہے: پیغمبر گرامی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ رات میں پانی کے برتنوں کو ایک طرف رکھیں اور حکم دیا کہ رات کے وقت دروازں کو بند رکھیں۔[3]

ثالثاً: جناب عائشہ کے گھر کا دروازہ ساگون کے درخت کا تھا۔

بخاری اپنی کتاب میں محمد بن ابی فدیک سے روایت نقل کرتا ہے:

(1) سورہ نور 61۔

(2) السنة للخالل ج 1 ص 504، 505، فقام عمر وقمنا معه فصعد إلى غرفة له فأخرج عمر المفتاح من حجزته ثم فتح الباب إسناد هذا الحديث صحيح.

(3) صحيح مسلم ج 3، ص 1593 ح 2010 قال أبو حميد إنما أمر بالسقية أن توكأ ليال وبالبواب أن تغلق ليال

https://downloadshiabooks.com/

محمد بن ہلال نے نبی کی بیویوں کے گھر دیکھے جو بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اس سے جناب عائشہ کے گھر کے بارے میں سوال پوچھا گیا: کہتا ہے کہ ان کے گھر کا دروازہ شام کی جانب کھلتا تھا؛ پوچھا گیا ایک پٹ کا تھا یا دو پٹ کا؟ بولا: ایک پٹ کا تھا۔ میں نے کہا: کس چیز کا تھا؟ کہا: عرعر یا ساج کے درخت کا بنا ہوا تھا۔ (1)

چوتھا اعتراض

امام علیؑ جو شیرِ خدا ہیں اور اسد اللہ غالب ہیں، جنہوں نے ایک ہاتھ سے درِ خیبر اکھاڑ لیا تھا۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے سامنے ان کی بیوی کو زدوکوب کیا جائے اور وہ خاموش رہیں؟

جواب

ہم اس کے جواب میں چند اہم نکات کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہیں گے۔

اولاً: حملہ آور افراد نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کو گرفتار کیا، رسیوں سے باندھا، جب انہوں نے چاہا کہ حضرت کو بیعت کے لیے لے جایا جائے تب بی بیؑ حضرت علیؑ اور ان افراد کے درمیان حائل ہوئیں، اسی اثنا میں قنفذ نے جسارت کی جس سے آپ زخمی ہوگئیں اور اسی وجہ سے آپ مقام شہادت پر فائز ہوئیں۔ سلیم بن قیس نے اپنی کتاب میں دو روایات اس بارے میں نقل کی ہیں جن میں سے ایک سلمان سے اور دوسری امیر المؤمنینؑ سے مروی ہے۔

۱۔ حضرت سلمانؓ کی روایت: قنفذ ابو بکر کے پاس واپس آیا۔ اسے خوف لاحق تھا کہ علیؑ تلوار لیے اس کی جانب آجائیں گے، کیونکہ وہ امام علیؑ کی سختی سے آگاہ تھا۔

ابو بکر نے قنفذ سے کہا: واپس جاؤ اگر علیؑ باہر آجائے تو ٹھیک ورنہ گھر پر حملہ کرو۔ اگر مقاومت کرے تو گھر کو آگ لگا دو۔ قنفذ واپس گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر پر حملہ کر دیا۔ امام علیؑ اپنی تلوار کی طرف بڑھے لیکن حملہ آور افراد کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ امام علیؑ پر غالب آگئے۔ بعض حملہ آور افراد نے تلواریں نکالی اور امام علیؑ کی

(1) الأدب المفرد ج 1 ص 272 ح 776 عن محمد بن هلال أنه رأى حجر أزواج النبي صلى الله عليه وسلم من جريد مستورة بمسوح الشعر فسألته عن بيت عائشة فقال كان بابه من وجهة الشام فقلت مصراعا كان أو مصراعين قال كان بابا واحدا قلت من أي شيء كان قال من عرعر أو ساج

گردن میں رسی ڈال کر اسیر کر لیا۔ حضرت فاطمہؑ دروازے کے قریب امام علیؑ اور ان افراد کے درمیان حائل ہوئیں۔ اس وقت قنفذ نے تازیانہ سے آپؑ کو ضرب لگائی اور آپ کچھ عرصہ بعد اسی ضرب کے سبب دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ (آخری دم تک) قنفذ کے تازیانہ کا نشان آپ کے بازو پر نمایاں رہا۔ (1)

یہاں پر توجہ رہے کہ اسی روایت میں امام علیؑ کا عمر بن خطاب سے الجھنا بھی بیان ہوا ہے۔

۲۔ روایت امام علیؑ: سلیم بیان کرتا ہے: میں نے امام علیؑ سے ملاقات کی اور جو عمر نے کیا اس بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو عمر نے قنفذ سے کیوں چشم پوشی کی اور اسے جرمانہ نہیں کیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: کیونکہ جب فاطمہؑ میرے اور حملہ آور افراد کے درمیان حائل ہوئیں تھیں، اس نے انہیں تازیانے سے مارا اور اس ضرب کا نشان فاطمہؑ کے بازو پر (تا دم آخر) باقی رہا۔ (2)

اور اسی طرح مرحوم عیاشی (متوفی 320ھ) نے بھی اس واقعہ کو امام باقرؑ یا امام صادقؑ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

جب نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اختلافات شروع ہوئے، حکومت وقت نے تیسری مرتبہ قنفذ کو بھیجا، فاطمہ، علیؑ اور ان لوگوں کے درمیان حائل ہوگئیں، اسی اثنا میں قنفذ نے آپ سلام اللہ علیہا پر تازیانہ سے ضرب لگائی۔ (3)

(1) كتاب سليم بن قيس هلالى حديث 4، فرجع قنفذ إلى أبي بكر وهو يتخوف أن يخرج علي عليه السلام إليه بسيفه، لما قد عرف من بأسه وشدته.
فقال ابو بكر لقنفذ: (ارجع، فإن خرج وإلا فاقتحم عليه بيته، فإن امتنع فاضرم عليهم بيتهم النار). فانطلق قنفذ الملعون فاقتحم هو وأصحابه بغير إذن، وثار علي عليه السلام إلى سيفه فسبقوه إليه وكاثروه وهم كثيرون، فتناول بعضهم سيوفهم فكاثروه وضبطوه [فألقوا في عنقه حبلا]
وحالت بينهم وبينه فاطمة عليها السلام عند باب البيت، فضربها قنفذ الملعون بالسوط فماتت حين ماتت وإن في عضدها كمثل الدملج من ضربته، لعنه الله ولعن من بعث به.

(2) كتاب سليم بن قيس هالالى، حديث 13، قال أبان: قال سليم: فلقيت عليا عليه السلام فسألته عما صنع عمر، فقال: هل تدري لم كف عن قنفذ ولم يغرمه شيئا؟ قلت: لا. قال: لأنه هو الذي ضرب فاطمة عليها السلام بالسوط حين جاءت لتحول بيني وبينهم، فماتت صلوات الله عليها وإن أثر السوط لفي عضدها مثل الدملج.

(3) تفسير العياشى ج 2، ص 83، 30 سائث كتابخانه فقاهت، فلما قبض نبي الله ص كان الذي كان لما قد قضى من الاختلاف- و عمد عمر فبايع أبا بكر و لم يدفن رسول الله ص بعد، فلما

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس واقعے کی تائید معتبر سند سے بھی ہوتی ہے۔ امام صادقؑ سے روایت بیان ہوئی ہے، آپ نے فرمایا:

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس دنیا سے پردہ فرما گئیں اور آپ کی وفات کا سبب عمر کے غلام قنفذ کا آپؑ کو عمر کے حکم سے تلوار کی نیام سے ضرب لگانا تھا، جس سے محسنؑ ساقط ہو گیا اور اسی سبب آپ شدید مریض ہو گئیں۔ (1)

ثانیاً: ہم فرض کر لیتے ہیں کہ امام علیؑ نے دفاع نہیں کیا بالکل اسی دلیل کے تحت جس دلیل کے تحت پیغمبر گرامی ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنی آنکھوں کے سامنے جناب سمیہ پر مشرکین کا ظلم دیکھا، لیکن آپؐ نے دفاع نہیں کیا بلکہ آپ نے اس مقام پر فرمایا: اے یاسرؓ کے گھر والوں! تم پر صبر کرنا لازم ہے کیونکہ تم لوگوں کا وعدہ جنت ہے۔ (2)

یا بالکل اسی دلیل کے تحت دفاع نہیں کیا جس دلیل کے تحت حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی کا دفاع نہیں کیا۔ جیسا کہ بخاری روایت کرتا ہے:

ابوہریرہ بیان کرتا ہے: پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہ کہا سوائے تین جھوٹوں کے۔ ان میں سے دو اللہ کی ذات سے متعلق تھے کہ میں بیمار ہوں اور آپ کا فرمان کہ بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا[3]۔ فرمایا کہ ایک دن آپ اور جناب سارہ سفر میں تھے کہ آپ کا گزر ظالمین میں سے ایک ظالم حاکم کے شہر سے ہوا۔ اسے خبر دی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جس کے ساتھ ایک حسین ترین عورت ہے۔ اس نے آپ کو بلوایا اور سارہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں آپ نے فرمایا: میری بہن ہیں۔ پھر آپ سارہ کے پاس آئے ان سے فرمایا کہ یہ

رأى ذلك علي ع و رأى الناس- قد بايعوا أبا بكر خشي أن يفتتن الناس- ففرغ إلى كتاب الله و أخذ بجمعه في مصحف فأرسل أبو بكر إليه أن تعال فبايع- فقال علي: لا أخرج حتى أجمع القرآن، فأرسل إليه مرة أخرى- فقال: لا أخرج حتى أفرغ فأرسل إليه الثالثة ابن عم له يقال قنفذ، فقامت فاطمة بنت رسول الله ص عليها- تحول بينه و بين علي ع فضربها

(1)دالئل الإمامة - ط مؤسسة البعثة، ص 134، وَ كَانَ سَبَبُ وَفَاتِهَا أَنَّ قُنْفُذاً مَوْلَى عُمَرَ لَكَزَهَا بِنَعْلِ السَّيْفِ بِأَمْرِهِ، فَأَسْقَطَتْ مُحَسِّناً وَ مَرِضَتْ مِنْ ذَلِكَ مَرَضاً شَدِيداً، وَ لَمْ تَدَعْ أَحَداً مِمَّنْ آذَاهَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا.

(2)مختصر السيرة ج 1 ص 80، يا آل ياسر، فإن موعدكم الجنة

[3] سورہ انبیاء آیت ۶۳

ظالم اگر جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو، یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کر لے گا۔ اگر وہ تم سے پوچھے تو اسے بتانا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو۔ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے۔ پھر اس نے سارہ کو بلوایا آپ کو وہاں پہنچایا گیا۔ جناب ابراہیم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ جب آپ اس کے پاس گئیں اس نے چاہا کہ آپ پر غلبہ پا لے لیکن خود عذاب میں مبتلا ہو گیا اور مرگی میں مبتلا انسان کی طرح زمین پر گر کر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ بولا اللہ سے دعا کر دیں تم کو نقصان نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر دوبارہ پکڑنا چاہا اسی طرح اور زیادہ سخت پکڑا گیا۔ بولا میرے لیے اللہ سے دعا کریں تم کو تکلیف نہ دوں گا۔ جناب سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا۔ پھر اس نے جناب سارہ کو دوبارہ پکڑنا چاہا تو اس طرح اور بہت سخت پکڑا گیا۔ بولا اللہ سے میرے لیے دعا کر دیں تم کو تکلیف نہ دوں گا۔ سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دربان کو بلایا اور کہا: تم میرے پاس انسان نہیں لائے جنی لائے ہو۔ چنانچہ انہیں بی بی ہاجرہ بطور خادمہ دی گئیں۔ آپ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں تو آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ہاتھ کے اشارہ سے کہا: کیا گزری؟ بولیں: اللہ نے کافر کا مکر اس کے گلے میں لوٹا دیا اور ہاجرہ خادمہ عطا فرمائی۔ (1)

(1)صحيح البخاري ج 3، ص 1225 ح 1379، ابوبکر حسن زادہ کے فارسی ترجمے کے ساتھ، فارسی ترجمہ اللؤ لؤ والمرجان / عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكذب إبراهيم إل ثالثا ... وقال بينا هو ذات يوم وسارة إذ أتى على جبار من الجبابرة فقيل له إن ها هنا رجال معه امرأة من أحسن الناس فأرسل إليه فسأله عنها فقال من هذه فأخبرته أنك أختي فال تكذبيني فأرسل إليها فلما دخلت عليه ذهب يتناولها بيده فأخذ فقال ادعي الله وال أضرك فدعت الله فأطلق ثم تناولها الثانية فأخذ مثلها أو أشد فقال ادعي الله لي وال أضرك فدعت فأطلق فدعا بعض حجبته فقال إنكم لم تأتوني بإنسان إنما أتيتموني بشيطان فأخدمها هاجر فأتته وهو يصلي فأومأ بيده مهيا قالت رد الله كيد الكافر أو الفاجر في نحره وأخدم هاجر.

https://downloadshiabooks.com/

البتہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی کتب میں کچھ فرق کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جو اہل سنت کی کتب میں نقل کردہ روایت کے برخلاف حضرت ابراہیمؑ کے غیرت مند ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔[1]

ثالثاً: حضرت علیؑ کو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے صبر کرنے کا حکم ہوا تھا۔ جیسا کہ احمد بن حنبل نے حضرت علیؑ سے صحیح السند روایت نقل کی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جلدی میرے بعد اختلاف یا ایسا معاملہ درپیش آئے گا اگر صلح کا امکان ہو تو یہی کام کرنا۔[2]

احمد شاکر نے اس روایت کی سند کی تصحیح کی ہے[3]۔ اور ہیثمی نے بھی اس روایت کے تمام رجال کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔[4] اور حسین سلیم نے اس روایت کو حسن گردانا ہے۔

اور سلیم بن قیس کی کتاب میں بھی وارد ہوا ہے کہ جب عمر بن خطاب گھر میں داخل ہوا، امام علیؑ سے الجھا۔ امام علیؑ نے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اس کے بعد آپ کو رسول اللہ ﷺ کی وصیت یاد آئی جس میں آپ کو صبر کی تلقین کی گئی تھی لہذا آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ روایت کچھ یوں ہے:

> امام علیؑ نے عمر کو گریبان سے پکڑا اور زمین پر پٹخ دیا۔ آپ اسے مار ہی دیتے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی وصیت یاد آئی تو آپ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے محمد ﷺ کو نبوت سے نواز کر مکرم کیا، اگر خدا اور رسولؐ نے مجھ سے عہد نہ لیا ہوتا تو میں دیکھتا کیسے تم میرے گھر میں داخل ہوتے ہو۔[5]

(1)الكافي- ط االسالمية، ج8، ص 370، 373

(2)حدثنا عبد الله حدثني محمد بن أبي بكر المقدمي ثنا فضيل بن سليمان يعني النميري ثنا محمد بن أبي يحيى عن إياس بن عمرو الأسلمي عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال قال رسول الله إنه سيكون بعدي اختلاف أو أمر فإن استطعت أن تكون السلم فافعل

(3)مسند أحمد بن حنبل ج 1 ص 469، ح 695- بی ڈی ایف؛ قال الشاكر: إسناده صحيح

(4)مجمع الزوائد ج 7 ص 234، رواه عبدالله ورجاله ثقات

(5)كتاب سليم بن قيس، حديث به فوثب علي بن أبي طالب عليه السلام فأخذ بتلابيب عمر ثم هزه فصرعه ووجأ أنفه ورقبته وهم بقتله، فذكر قول رسول الله صلى الله عليه وآله وما أوصى به من الصبر والطاعة، فقال: (والذي كرم محمدا بالنبوة يا بن صهاك، لولا كتاب من الله سبق لعلمت أنك لا تدخل بيتي).

رابعاً: اسی سے ملتا جلتا واقعہ اہل سنت نے عثمان کے لیے بھی نقل کیا ہے اور اہل سنت وہاں کوئی اعتراض نہیں کرتے روایت کچھ یوں ہے:

> ابو سہلہ، عثمان کا غلام یوم الدار (وہ دن جب عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا) نقل کرتا ہے کہ عثمان نے کہا: رسول خدا ﷺ نے مجھے صبر کی وصیت کی تھی اور مجھ سے عہد لیا تھا۔[1]

اس روایت کی ترمذی نے تصحیح کی ہے[2]۔ اور البانی نے بھی اسے صحیح سنن ترمذی میں نقل کیا ہے[3]۔ حاکم نیشاپوری نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے البتہ تفصیل کے ساتھ اور سند پر صحت کا حکم لگایا ہے ذہبی نے بھی موافقت کی ہے:

> ابو سہلہ، عثمان کا غلام عائشہ سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے اصحاب میں سے کسی ایک کو کہو میرے پاس آئے یا فرمایا اے کاش میرے اصحاب میں سے کوئی ایک میرے پاس ہوتا۔ عائشہ کہتی ہیں: میں نے پوچھا: آیا آپ کا مطلوب ابوبکر ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پوچھا: عمر آپ کا مطلوب ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا: آپ کی مراد آپ کا چچازاد بھائی علیؑ ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا پھر آپ کی مراد عثمان ہے؟ فرمایا: ہاں۔ عائشہ کہتی ہیں: عثمان آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے وہاں سے جانے کا کہا۔ اس وقت آپ نے عثمان کے کانوں میں آہستہ سے کچھ کہا جس سے عثمان کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ جس دن عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا اور وہ عثمان کو قتل کرنا چاہتے تھے، میں نے اس سے کہا: آیا تم ان سے جنگ نہیں کرو گے؟ عثمان نے کہا: نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے وعدہ لیا ہے اور میں اس وعدہ کو نبھاتے ہوئے صبر کروں گا۔[4]

(1)حدثني أبو سهلة قال قال عثمان يوم الدار إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد عهد إلي عهدا فأنا صابر عليه

(2)سنن الترمذي ج 5 ص 431، ح 3711، قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح غريب

(3)صحيح سنن ترمذی، ج 3 ص 520 ح 3711 بی ڈی ایف

(4)المستدرك على الصحيحين ج 3، ص 104، ح 4543، عن أبي سهلة مولى عثمان عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ادعو لي أو ليت عندي رجال من

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اب ملاحظہ کریں جناب عثمان نے کن چیزوں پر صبر کیا۔

۱۔ جناب عثمان کے گھر کو آگ لگادی گئی

ابن اثیر جزری لکھتا ہے: جب جناب عثمان نے اپنے گھر کے دروازے کو اُن مصریوں پر جو عثمان کو قتل کرنے آئے تھے بند کیا، نیار بن عیاض جو اصحاب رسول ﷺ میں سے تھا بلند آواز سے عثمان سے مخاطب ہوا: لوگوں کی جان بخشو اور حکومت سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔ اس وقت کثیر بن الصلت الکندی جو عثمان کے اطرافیان میں سے تھا، اس نے نیار بن عیاض کو تیر کے نشانے پر لیا اور اسے قتل کردیا۔ جب مصریوں نے یہ دیکھا، عثمان سے مخاطب ہوتے ہوئے اس سے کہا: نیار بن عیاض کے قاتل کو ہمارے حوالہ کردو تاکہ اسے قصاص میں قتل کیا جاسکے۔ عثمان نے کہا: تم لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہو اور میں اس شخص کو جو میرا مددگار ہے تمہارے حوالہ نہیں کرسکتا۔ جب مصریوں نے عثمان کے اس فیصلہ کو سنا، گھر پر حملہ آور ہوئے۔ جو افراد دروازہ کے پاس موجود تھے حملہ روکنے نہیں آئے کیونکہ گھر کا دروازہ بند تھا۔ ان میں سے کوئی بھی اندر داخل نہ ہوپایا لہذا انہوں نے دروازے اور اس کے اوپر موجود سائبان کو آگ لگادی[1]۔۔

أصحابي قالت قلت أبو بكر قال ال قلت عمر قال ال قلت بن عمك علي قال ال قلت فعثمان قال نعم قالت فجاء عثمان فقال قومي قال فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يسر إلى عثمان ولون عثمان يتغير قال فلما كان يوم الدار قلنا ألا تقاتل قال ال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد إلي أمرا فأنا صابر نفسي عليه هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه

(1) الكامل في التاريخ ج 3 ص 65، فدخلوا فأغلق الباب دون المصريين فقام رجل من أسلم يقال له نيار بن عياض وكان من الصحابة فنادي عثمان فبينا هو يناشده أن يعتزلهم إذ رماه كثير بن الصلت الكندي بسهم فقتله فقالوا لعثمان عند ذلك ادفع إلينا قاتله لنقتله به قال لم أكن لأقتل رجال نصرني وأنتم تريدون قتلي فلما رأوا ذلك ثاروا إلى الباب فلم يمنعهم أحد منه والباب مغلق ال يقدرون علي الدخول منه فجاؤوا بنار فأحرقوه والسقيفة التي علي الباب

۲۔ جناب عثمان کی بیوی سے جسارت آمیز سلوک

مؤرخین مثلاً طبری (i) اور ابن کثیر دمشقی (2) نے لکھا ہے: سودان بن حمران آیا تاکہ عثمان پر حملہ کرے۔ اسی وقت عثمان کی بیوی نائلہ عثمان کی طرف لپکی اور تلوار کا وار اپنے اوپر لے لیا، جس سے عثمان کی بیوی کی انگلیاں کٹ گئیں۔ نائلہ درد کی شدت سے پلٹی تو سودان، عثمان کی بیوی کی ران کی طرف متوجہ ہوا اور جسارت آمیز لہجہ میں اشارہ کرکے کہا: کس قدر بڑے کولہے ہیں! اس کے بعد (انہوں نے) عثمان پر حملہ کرکے اسے قتل کردیا۔

۳۔ ام حبیبہ (ام المومنین) کی شان میں جسارت

ابن کثیر نقل کرتا ہے کہ اس دن ام المؤمنین جناب ام حبیبہ کی شان میں بھی جسارت کی گئی۔ جناب حبیبہ خچر پر سوار اپنے خادم کے ہمراہ عثمان کو دیکھنے تشریف لائیں۔ جن لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کر رکھا تھا انہوں نے آپ سے کہا: یہاں کیوں آئی ہیں؟ جواب دیا: عثمان کے پاس بنی امیہ کے چند یتیموں اور بیواؤں کی وصیتیں ہیں، میں اسے یاد آوری کرانے آئی ہوں۔ لیکن ان لوگوں نے آپ کی اس بات کو جھوٹ سمجھا اور سختی سے پیش آتے ہوئے خچر کی لگام کھینچی، جس سے وہ بے قابو ہوگیا۔ آپ زمیں پر گرنے والی تھیں یا گر گئیں تھیں (ابن کثیر خود تردد کا شکار ہے)۔ اگر لوگ خچر کی مہار سے اسے قابو نہ کرتے تو عنقریب جناب ام حبیبہ ہلاک ہوجاتیں۔ (3)

(1) تاريخ الطبري ج 2 ص 676- وجاء سودان بن حمران ليضربه فانكبت عليه نائلة ابنة الفرافصة واتقت السيف بيدها فتعمدها ونفح أصابعها فأطن أصابع يدها وولت فغمز أوراكها وقال إنها لكبيرة العجيزة وضرب عثمان فقتله

(2) البداية والنهاية ج 8 ص 188 ثم تقدم سودان بن حمران بالسيف فما نعته نائلة فقطع أصابعها فولت فضرب عجيزتها بيده وقال إنها لكبيرة العجيزة وضرب عثمان فقتله

(3) البداية والنهاية ج8،ص 187، وجاءت أم حبيبة راكبة بغلة وحولها حشمها وخدمها فقالوا ما جاء بك فقالت إن عنده وصايا بني أمية اليتام وارامل فأحببت أن أذكره بها فكذبوها في ذلك ونالها منهم شدة عظيمة وقطعوا حزام البغلة وندت بها وكادت أو سقطت عنها وكادت تقتل لولا تلحق بها الناس فأمسكوا بدابتها و وقع أمر كبير جدا

https://downloadshiabooks.com/

حتیٰ ابن کثیر کے مطابق، عائشہ اسی خوف سے کہ جو سلوک ام حبیبہ کے ساتھ روا رکھا گیا کہیں وہی ان کے ساتھ بھی نہ رکھا جائے، حج کے لیے روانہ ہوگئیں۔ حج کا موسم آن پہنچا اور عائشہ اس سال حج کے لیے روانہ ہوگئیں۔ ان سے کہا گیا: اگر رک جاؤ اور حج پر نہ جاؤ تو بہتر ہے ممکن ہے یہ قوم آپ کو ڈرائے اور یہ سفر آپ کے لیے خطرناک ثابت ہو! عائشہ نے کہا: مجھے خوف ہے اگر میں اس معاملہ میں کچھ کہتی ہوں، یہ مجھ سے سختی سے پیش آئیں گے اور ام حبیبہ کی طرح مجھے بھی اذیت دیں گے۔ اسی وجہ سے میں نے مدینہ سے خارج ہونے اور حج پر جانے کا فیصلہ کیا ہے۔[1]

پانچواں اعتراض

حضرت علیؑ نے اپنے تین بچوں کے نام ابوبکر، عمر اور عثمان کیوں رکھے؟

جواب

اولاً: اگر یہ ناگذاری حقیقت بھی رکھتی ہو تو ایک احتمال یہ ہے کہ یہ عمل تقیہ کے طور پر انجام پایا ہو، جیسا کہ سلیم بن قیس نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے:

> معاویہ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو لکھا: جو تم نے کہا اور دعویٰ کیا ہے اور تمہارے ساتھی اس پر گواہی دیں اور سچ ہو تو یقیناً تمہارے علاوہ اور تمہارے اہل البیت کے علاوہ ابوبکر و عمر و عثمان اور تمام مہاجرین و انصار ہلاک ہوئے۔ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ان تینوں کے لیے تم نے رحمت طلب کی ہے اور ان کی بخشش کی دعا کی ہے، تمہارا یہ عمل دو حالتوں سے خارج نہیں۔ یا تو تقیہ کے طور پر تھا کیونکہ تم جانتے ہو اگر ان تینوں سے بیزاری کا اظہار کرو گے تو وہ افراد جو پہلے ان کی بیعت میں تھے اور اب تمہارے ساتھ میرے مقابل جنگ کر رہے ہیں تم سے دور ہو جائیں گے۔ دوسری حالت یہ کہ جو تم نے دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے

(1) البداية والنهاية ج 8 ص 187 وجاء وقت الحج فخرجت أم المؤمنين عائشة في هذه السنة إلى الحج فقيل لها إنك لو أقمت كان أصلح لعل هؤلاء القوم يهابونك فقالت إني أخشى أن أثير عليهم برأى فينالني منهم من الذية ما نال أم حبيبة فعزمت على الخروج

> اور یہ خبر تمہارے قریبی و خواص میں سے ایک شخص نے مجھ تک پہنچائی ہے کہ تم اپنے پیروکاروں سے کہتے ہو: میں نے اپنے تین بچوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان کے نام پر رکھے ہیں، جب بھی سنو ان تین پیشواؤں میں سے کسی پر میں نے رحمت بھیجی ہے تو سمجھ جانا اس سے مراد میرے بچوں میں سے کوئی ایک ہے اور اس خبر کے سچ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ہم نے خود تمہیں دیکھا ہے لہٰذا کسی سے پوچھنے کی احتیاج نہیں ہے، جب ابوبکر کی بیعت ہوئی تم نے اپنی بیوی فاطمہؑ اور دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور مسلمانوں کے گھروں میں سے ہر ایک کے دروازے پر جاتے اور انہیں اپنی مدد کے لیے دعوت دیتے تھے اور سوائے چار افراد، سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور زبیر کے کسی نے تمہاری حمایت نہیں کی تھی۔[1]

دوسری دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ کام شیعوں کی جان بچانے کے لیے کیا گیا ہو تاکہ شیعہ اپنے ائمہ کی اقتدا میں اپنے بچوں کے نام دشمنان اہل البیت کے نام پر رکھیں اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہؑ کے اصحاب میں ہمیں عمر بن یزید بیاع السابری، عمر بن اذنیہ، عمر بن ابی شعبہ حلبی، عمر بن ابی زیاد، یزید بن عمر بن طلحہ، یزید بن عبد الملک، یزید بن حاتم، شمر بن زیاد وغیرہ جیسے نام دکھائی دیتے ہیں۔

اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ شیعہ روایات میں سے ایک روایت میں احمد بن عمرہ سے نقل ہوا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: امام رضاؑ کی طرف جانے کے لیے سفر کا آغاز کیا۔ اس وقت میری بیوی حاملہ تھی۔ میں نے یہ بات امامؑ کی خدمت میں بیان کی اور عرض کیا کہ میں نے خدا سے چاہا ہے کہ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ امامؑ نے مجھ

(1) كتاب سليم بن قيس هلالي، حديث 25، ثم كتب معاوية إلى أمير المؤمنين عليه السلام: لئن كان ما قلت وادعيت واستشهدت عليه أصحابك حقا لقد هلك أبو بكر وعمر وعثمان وجميع المهاجرين والأنصار غيرك وغير أهل بيتك وشيعتك. وقد بلغني ترحمك عليهم واستغفارك لهم، وإنه لعلى وجهين ما لهما ثالث: إما تقية إن أنت تبرأت منهم خفت أن يتفرق عنك أهل عسكرك الذين تقاتلني بهم، أو أن الذي ادعيت باطل وكذب. وقد بلغني وجاءني بذلك بعض من تثق به من خاصتك بأنك تقول لشيعتك الضالة وبطانتك بطانة السوء: (إني قد سميت ثلاثة بنين لي أبا بكر وعمر وعثمان فإذا سمعتموني أترحم على أحد من أئمة الضلالة فإني أعني بذلك بني والدليل على صدق ما أتوني به ورقوة إلي: أنا قد رأيناك باعيننا، فلا نحتاج أن نسأل من ذلك غيرنا، رأيتك حملت امرأتك فاطمة على حمار وأخذت بيد ابنيك الحسن والحسين - إذ بويع أبو بكر - فلم تدع أحدا من أهل بدر وأهل السابقة إلا دعوتهم واستنصرتهم عليه فلم تجد منهم إنسانا غير أربعة: سلمان وأبو ذر والمقداد والزبير

https://downloadshiabooks.com/

سے فرمایا: اس کا نام عمر رکھو! اس پر میں نے امامؑ سے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کا نام علیؑ رکھوں اور گھر والوں کو بھی میں نے یہی حکم دیا ہے۔ امامؑ نے دوبارہ فرمایا: اس کا نام عمر رکھو۔ پس میں واپس کوفہ پہنچا تو میرا بیٹا اس دنیا میں آچکا تھا اور اس کا نام علیؑ رکھا جا چکا تھا۔ لیکن میں نے اس کا نام عمر رکھ دیا۔ اس پر میرے ہمسایوں نے مجھے کہا: اس کے بعد ہم تیرے بارے میں جو بھی سنیں گے اس پر یقین نہیں کریں گے۔ یہ سن کر میں نے سوچا کہ امام رضاؑ مجھ سے کئی گنا زیادہ بابصیرت ہیں۔ (1)

ثانیاً: اگر نام رکھنا اچھے روابط کی دلیل ہے تو تینوں خلفاء میں سے کسی نے اپنے بچوں کا نام علی، حسن اور حسین کیوں نہ رکھے؟ (یعنی معاملہ یک طرفہ کیوں ہے دو طرفہ کیوں نہیں ہے؟)

ثالثاً: جیسا کہ ہم نے بیان کیا، آئمہ کے اصحاب میں بعض ایسے افراد تھے جن کے نام دشمنان کے نام پر تھے۔ حتیٰ ایک کا نام تو شمر بن یزید تھا۔ یا امام سجادؑ کے ایک بچے کا نام عبید اللہ تھا۔ آیا یہ عبید اللہ بن زیاد کی وجہ سے تھا؟ اس کے علاوہ صحابہ کے کئی بچوں کے نام کفار و مشرکین کے ناموں پر تھے جیسا کہ؛ عثمان کے ایک بیٹے کا نام عمرو تھا جو عمرو بن عبدود ابوجہل کا ہمنام ہے۔ اسی وجہ سے وہابیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا:

> روافض کی حماقتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کے نام ابوبکر، عمرو عثمان کے نام پر نہیں رکھتے۔ حتیٰ روافض جن کے نام ان تین کے نام پر ہوں ان سے اجتناب کرتے ہیں جبکہ نہایت واضح بات ہے کہ یہ تینوں اگر کافر ہوتے تب بھی ان تین کے نام پر نام نہ رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ جیسا کہ صحابہ میں بعض کا نام ولید تھا دوسری جانب دشمنان اسلام میں ولید نامی افراد تھے۔ اس کے علاوہ بعض صحابہ کا نام عمرو تھا اور دوسری جانب عمرو بن عبدود مشرک تھا اور ابوجہل کا اصلی نام بھی عمرو بن ہشام تھا۔ خالد بن سعید بن عاص سابقین میں سے تھے اور دوسری طرف خالد بن سفیان مشرکین میں سے تھا۔ بعض صحابہ کا نام ہشام تھا جیسے ہشام بن

(1) بحار الانوار، ج 49، ص 52، سایٹ کتابخانہ مدرسہ فقاہت / یج: روي عن أحمد بن عمرة قال: خرجت إلى الرضا وامرأتي حبلى، فقلت له: إني قد خلفت أهلي وهي حامل فادع الله أن يجعله ذكرا فقال لي: وهو ذكر فسمه عمر فقلت: نويت أن اسميه عليا وأمرت الهل به قال سمه عمر، فوردت الكوفة وقد ولد ابن لي وسمي عليا فسميته عمر، فقال لي جيراني: ال نصدق بعدها بشئ مما كان يحكى عنك، فعلمت أنه كان أنظر إلي من نفسي

حکیم جبکہ ابوجہل کے باپ کا نام بھی ہشام تھا۔ بعض صحابہ تھے جن کا نام عقبہ تھا جیسا کہ ابو مسعود بن عقبہ بن عمرو بدری، عقبہ بن عامر جہنی، دوسری جانب مشرکین میں سے ایک شخص کا نام عقبہ بن معیط تھا۔ بعض صحابہ تھے جن کا نام علی و عثمان تھا اور دوسری جانب مشرکین میں بھی ایسے نام موجود تھے جیسا کہ علی بن امیہ بن خلف جو جنگ بدر میں کفر و ضلالت کی حالت میں مارا گیا۔ عثمان بن طلحہ جو مسلمان ہونے سے پہلے مارا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے کفار تھے جن کا نام علی و عثمان تھا۔

لہذا اس بنا پر پیغمبرؐ اور آپ کے اصحاب میں سے کوئی بھی کفار کی ہمنامی سے کراہت نہیں رکھتا تھا۔ حتیٰ بالفرض کافر ہونا (منافق) کسی مسلمان کا جو یہ نام (ابوبکر، عمر، عثمان) رکھتے ہوں تب بھی ان ناموں کے رکھنے میں کراہت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بدیہی ہے کہ پیغمبر گرامیؐ انہیں ان ناموں سے پکارتے تھے اور عام عوام بھی ایسا کرتے تھے۔

بہت سے روافض یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ خلفاء منافق تھے اور پیغمبرؐ بھی یہ بات جانتے تھے لیکن یہ بھی کوئی مناسب دلیل نہیں کیونکہ اگر اس بات کو درست فرض کر لیا جائے تب بھی پیغمبرؐ ان ناموں سے انہیں پکارتے تھے یا نہیں؟

علی بن ابی طالبؑ نے بھی اپنے بچوں کے نام ان تینوں کے نام پر رکھے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے اسلام کی نظر میں ان تینوں کے نام پر بچوں کے نام رکھنا چاہے خلفاء کافر تھے یا مسلمان جائز ہے اور جو کوئی بھی ان ناموں کو پکارنے میں کراہت رکھتا ہو وہ گویا اسلام کا مخالف ہے۔

اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ علی یا جعفر، حسن یا حسین یا اس قبیل کے ناموں کے افراد کے ساتھ روافض معاملات کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں جبکہ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ان ناموں کو رکھنے والا شیعہ ہی ہو بلکہ اہل سنت بھی یہ نام رکھتے ہیں۔ پس ناگفتہ اری سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ (اہل سنت) ان شیعوں میں سے ہیں۔ پس

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

(ابوبکر، عمر، عثمان) نام شیعوں کے درمیان اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ حتماً سنی ہوجائے گا لیکن یہ گروہ (شیعہ) جہالت کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔[1]

رابعاً: ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب جو اس نے صحابہ کی شناخت پر لکھی ہے، اس میں 21 ایسے صحابہ کا ذکر کرتا ہے جن کا نام عمر[2] اور 26 ایسے صحابہ کا ذکر کرتا ہے جن کا نام عثمان[3] تھا۔

پس بغیر کسی دلیل کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام علی علیہ السلام نے عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان کی محبت میں اپنے بچوں کے نام ان کے نام پر رکھے۔

خامساً: ابوبکر، امیر المؤمنین علیہ السلام کے دو بچوں کی کنیت تھی، محمد اصغر اور عبید اللہ کی، نہ کہ ان کا نام ابوبکر تھا۔[1]

(1) منهاج السنة النبوية ج 1 ص 41، 43 بـا ترجمه اسحاق دبيرى / وكذلك هجرهم ألسم أبي بكر وعمر وعثمان ولمن يتسمى بذلك حتى إنهم يكرهون معاملته ومعلوم أن هؤلاء لو كانوا من أكفر الناس لم يشرع أن ال يتسمى الرجل بمثل أسمائهم فقد كان في الصحابة من اسمه الوليد ... وفي الصحابة من اسمه عمرو وفي المشركين من اسمه عمرو مثل عمرو بن عبدود وأبو جهل اسمه عمرو بن هشام وفي الصحابة خالد بن سعيد بن العاص من السابقين ألاولين وفي المشركين خالد بن سفيان الهذلي وفي الصحابة من اسمه هشام مثل هشام بن حكيم وأبو جهل كان اسم أبيه هشاما وفي الصحابة من اسمه عقبة مثل أبي مسعود عقبة ابن عمرو البدري وعقبة بن عامر الجهني وكان في المشركين عقبة بن أبي معيط وفي الصحابة علي وعثمان وكان في المشركين من اسمهعلي مثل علي بن أمية بن خلف قتل يوم بدر كافرا ومثل عثمان بن ابي طلحة قتل قبل أن يسلم ومثل هذا كثير فلم يكن النبي صلى الله عليه وسلم والمؤمنون يكرهون اسما من ألسماء لكونه قد تسمى به كافر من الكفار فلو قدر أن المسمين بهذه ألسماء كفار لم يوجب ذلك كراهة هذه ألسماء مع العلم لكل أحد بأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يدعوهم بها ويقر الناس على دعائهم بها وكثير منهم يزعم أنهم كانوا منافقين وكان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم أنهم منافقون وهو مع هذا يدعوهم بها وعلي بن أبي طالب رضي الله عنه قد سمى أولاده بها فعلم أن جواز الدعاء بهذه ألسماء سواء كان ذلك المسمى بها مسلما أو كافرا أمر معلوم من دين ألسالم فمن كره أن يدعو أحدا بها كان من أظهر الناس مخالفة لدين ألسالم ثم مع هذا إذا تسمى الرجل عندهم باسم علي أو جعفر أو حسن أو حسين أو نحو ذلك عاملوه وأكرموه وال دليل لهم في ذلك على أنه منهم بل أهل السنة يتسمون بهذه ألسماء فليس في التسمية بها ما يدل على أنهم منهم والتسمية بتلك ألسماء قد تكون فيهم فال يدل على أن المسمى بها من أهل السنة لكن القوم في غاية الجهل والهوى

(2) ألصابة في تمييز الصحابة ج 4 ص 587 رقم 5738 الى 5759

(3) ألصابة في تمييز الصحابة ج 4 ص 447 رقم 5436 الى 5461

اور عثمان کے بارے عرض کریں کہ خود امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت ہوئی، آپ نے فرمایا:

میں نے اپنے بچہ کا نام اپنے بھائی عثمان بن مظعونؓ کے نام پر عثمان رکھا ہے۔[2]

اور ناموں کے متعلق یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ جناب عمر کی عادتوں میں سے ایک نام تبدیل کرنا تھا بلاذری[3] و ذہبی[4] کی تصریح کے مطابق یہ جناب عمر تھے، جنہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے بچوں کے نام اپنے نام پر رکھے۔ پس اگر امیر المؤمنینؑ کے کسی بچہ کا نام عمر تھا تو یہ ان کا اپنا انتخاب نہ تھا۔

سادساً: امیر المؤمنینؑ کے فرزند کے ناموں کے حوالے سے یہ احتمال بھی موجود ہے کہ بعد میں واو حذف کر دیا گیا ہو اور عمر بن گیا، یہاں ہم اپنے اس دعوی پر چند موارد پیش کرتے ہیں:

۱۔ ابن ابی شیبہ، (متوفی 232ھ)

محمد بن عمرو بن علي عن علي بن أبي طالب قال أول من دفن بالبقيع عثمان بن مظعون۔[5]

حدثنا أبو أسامة عن عبد الله بن محمد بن عمرو بن علي قال حدثني أبي قال قال علي والذي فلق الحبة وبرأ النسمة۔۔۔[6]

۲۔ مصعب بن عبداللہ زبیری (متوفی 236ھ)

وكانت فاطمة بنت الحسين بن الحسن بن علي بن أبي طالب وأمها: أم حبيب بنت عمرو بن علي بن أبي طالب۔۔[7]

(1) تحریف اسماء اوالد المعصومین مصنف شیخ نجاح طائی کی جانب رجوع کریں

(2) مقاتل الطالبيين ج 1 ص 23، وعثمان بن علي الذي روى عن علي أنه قال: إنما سميته باسم أخي عثمان بن مظعون

(3) أنساب ألشراف ج 1 ص 297۔ وكان عمر بن الخطاب سمى عمر بن علي باسمه

(4) سير أعالم النبالء ج 4، ص 134، ومولده في أيام عمر فعمر سماه باسمه

(5) مصنف ابن أبي شيبة ج 7 ص 273 ح 36023

(6) مصنف ابن أبي شيبة ج 7 ص 462 ح 37245

(7) نسب قريش ج 2 ص 66

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

موسی بن عقبہ کی تالیف المغازی کے آخر میں ابن شہاب سے نقل ہوا ہے کہ عمر نے کہا: خدا کی قسم کوئی بھی ہماری مخالفت نہ کرے وگرنہ میں اسے قتل کر دونگا۔[1]

ذہبی نے المغازی موسی بن عقبہ کے بہت سے مطالب کو معتبر شمار کیا ہے اور یحییٰ بن معین نے بھی اس کتاب کو اس موضوع میں صحیح ترین کتاب شمار کیا ہے۔

کتاب مغازی موسی بن عقبہ کی جلد بڑی نہیں، میں نے ان روایات کو سنا اور ان میں زیادہ تر صحیح و مرسل قابل قبول ہیں۔[2]

یحییٰ بن معین ہمیشہ کہتا تھا کہ کتاب موسی بن عقبہ، زہری سے صحیح ترین کتاب ہے۔

ڈاکٹر محمد السید الوکیل معاصرین علماء اہل سنت میں سے ہیں، راقم ہیں:

خلیفہ دوم نے کئی بار اپنے مخالفین کو مارنے کی تاکید کی ہے چاہے وہ ایک شخص ہو یا ایک سے زیادہ کیونکہ وہ جانتا تھا اس اختلاف کا نتیجہ تلخ ہے اور اس تلخی کا ذائقہ چکھنے والے مسلمان ہوں گے اس بنا پر ایک یا دو لوگوں کو مارنا اسلام کی بقا و اسلامی حکومت کی سربلندی، اس کی کرامت و کمال کی حفاظت، پرچم حق کی بلندی، اور کلمۃ اللہ کے اوج پر باقی رہنے کے لیے ناگزیر تھا چاہے قتل کیے جانے والے افراد بزرگ اصحاب ہی کیوں نہ ہوں۔[3]

(1) فتح الباري ج 7 ص 31 ووقع في اخر المغازي لموسى بن عقبة عن بن شهاب ... قال فقال عمر لا والله لا يخالفنا أحد الا قتلناه

(2)سير أعلام النبلاء ج 6 ص 116-117 وأما مغازي موسى بن عقبة فهي في مجلد ليس بالكبير سمعناها وغالبها صحيح ومرسل جيد ... كان يحيى بن معين يقول كتاب موسى بن عقبة عن الزهري من اصح هذه الكتب

(3)جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين (دراسة وصفية تحليلية لأحداث تلك الفترة)، ص310 پی دی اف / إن الخليفة يؤكد أكثر من مرة على قتل المخالفين سواء كانوا واحدا أم أكثر لأنه - رضي الله عنه - كان يعلم أن ثمرة هذا الخلاف مرة، وأن الذين سيتجرعون مرارتها هم المسلمون ..... فلا بأس إذا بقتل رجل أو رجلين أو ثلاثة – ولو كانوا من كبار الصحابة – في سبيل البقاء على الإسلام ودولته مرفوعة الرأس، موفورة الكرامة، ترفع راية الحق وتعلى كلمة الله

ہجوم کے واقعہ کا آغاز

اس واقعہ کی ابتداء اس وقت ہوئی جب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب، زبیر اور دیگر افراد کے ہمراہ اپنے گھر میں جمع تھے اور ابوبکر کی بیعت نہیں کر رہے تھے۔

عمر بن خطاب کہتا ہے:

جب رسول اللہ وفات پا گئے تمام انصار نے ہماری مخالفت کی اور خلیفہ کی تقرری کے معاملہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، نیز علیؑ اور ان کے ساتھیوں نے ہماری مخالفت کی۔[1]

اس واقعہ کا وقت و کیفیت

چونکہ سقیفہ کے بعد ہونے والے واقعات اور ان کی جزئیات اہل سنت کتب میں واضح بیان نہیں ہوئیں اس لیے ہم مجبوراً بطور خلاصہ اس سے متعلق شیعہ روایات بیان کرتے ہیں۔

البتہ یہ چیز لطف سے خالی نہیں نیز جو تناقضات اور ظاہری اعتراضات مخالفین کی جانب سے ہمیشہ سے روایات فاطمیہ پر ہوتے آئے ہیں، (ان شاءاللہ) وہ حل ہو جائیں گے۔

المختصر:

جب سب نے ابوبکر کی بیعت کر لی (اختیاری یا اجباری صورت میں) امیر المومنینؑ، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور بچوں کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اہل بدر مہاجرین و انصار کے گھروں میں جاتے اپنے حق کی یاد آوری کے ضمن میں ان سے تقاضہ کرتے کہ وہ علی الصبح سر مونڈوائیں اور تلواروں کے ہمراہ آپؑ کی بیعت کریں کہ تا دم مرگ آپ کی نصرت کریں گے لیکن صبح کے وقت چار افراد یعنی سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ و زبیر کے علاوہ کوئی نہ آیا اور یہ کام تین راتوں تک جاری رہا۔

لیکن نتیجہ وہی رہا۔

(1)صحيح البخاري ج 6 ص 2505 ح 6442 حين توفى الله نبيه صلى الله عليه وسلم أن الأنصار خالفونا واجتمعوا بأسرهم في سقيفة بني ساعدة وخالف عنا علي والزبير ومن معهما

https://downloadshiabooks.com/

فولد يحيى بن زيد بن علي : حسنة، وأمها : محبة بنت عمرو بن علي بن أبي طالب۔[1]

۳۔خلیفہ بن خیاط (متوفی 240ھ)

ومحمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب أمه أم عبد الله، وأمها أسماء بنت عقيل۔[2]

۴۔احمد بن شعیب نسائی (متوفی 303ھ)

عن عبد الله بن محمد بن عمرو بن علي قال حدثني أبي عن كريب قال أرسلني بن عباس وناس من أصحاب النبي إلى أم سلمة أي الأيام كان النبي أكثرها صياما۔[3]

5۔حاکم نیشاپوری (متوفی 405ھ)

عبد الله بن محمد بن عمرو بن علي عن أبيه أن كريبا مولى بن عباس أخبره أن بن عباس وناسا من أصحاب رسول الله بعثوني إلى أم سلمة أسألها عن أي الأيام كان رسول الله أكثرها صياما۔۔۔[4]

6۔ابن اثیر جزری (متوفی 630ھ)

قال علي بن عبد الله بن محمد بن عمرو بن علي حضرنا باب رياسة في المقصورة فقال الآذن من كان ههنا من بني الحسين۔[5]

7۔جمال الدین مزی (متوفی 742ھ)

ت: محمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب القرشي الهاشمي۔[1]

(1)نسب قريش ج 2 ص 31

(2)الطبقات لخليفة بن خياط ص 417 رقم 2048 سايت شامله

(3)سنن النسائي الكبرى ج 2 ص 146 ح 2776

(4)المستدرك على الصحيحين ج 1 ص 602 ح 1593

(5)الكامل في التاريخ ج 5 ص 143

8۔شمس الدین ذہبی

محمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب عن جده وعنه يحيى بن سعيد كذا عند الترمذي

الصواب محمد بن علي ت[2]

9۔ابو سعید العلائی (متوفی 761ھ)

محمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب أخرج له الترمذي عن جده عنه عن النبي حديث إذا عملت أمتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء[3]

۱۰۔ابن حجر عسقلانی (متوفی 852ھ)

محمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب مجهول من الثالثة وقيل الصواب عن محمد بن علي ت[4]

ت الترمذي محمد بن عمرو بن علي بن أبي طالب عن علي رفعه إذا عملت أمتي خمس عشرة خصلة الحديث[5]

۱۱۔تقی ہندی (متوفی 975ھ)

عن ابن أبي هديك قال: حدثني علي بن عمر بن علي بن أبي طالب عن أبيه عن جده... ابن جرير وقال: هذا خبر عندنا صحيح سنده إن كان عمرو بن علي هذا هو عمر بن علي بن أبي طالب۔[6]

(1)تهذيب الكمال ج 26 ص 118 رقم 5514

(2)الكاشف ج 2 ص 207 رقم 5087

(3)جامع التحصيل ج 1 ص 267 رقم 703

(4)تقريب التهذيب ج 1 ص 499 رقم 6189

(5)تهذيب التهذيب ج 9 ص 334

(6)كنز العمال ج 4 ص 54 رقم 9876

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اس طبع میں واد، عمرو سے سند میں حذف ہوا ہے لیکن اس حذف پر شاہد موجود ہے اور وہ متقی ہندی کا قول ہے جو اس نے ابن جریر سے نقل کیا ہے۔ کہتا ہے: اس روایت کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے اگر یہ عمرو بن علی وہی عمر بن علی بن ابی طالبؑ ہو۔

۱۲۔ عبدالرؤوف مناوی، (متوفی 1031ھ)

الشافعی فی مسندہ عن محمد بن عمرو بن علی بن أبی طالب مرسلا هو فی التابعین متعدد فکان ینبغی تمییزہ[1]۔

چھٹا اعتراض

امام علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثومؑ کا عقد عمر بن خطاب سے کیوں کیا؟

جواب

یہ ایک ایسا اعتراض ہے جسے اہل سنت اپنے لیے بہت زیادہ بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ اس موضوع پر ہمارے علماء نے بہت سی کتب لکھی ہیں۔ اس لیے ہم یہاں اپنی کتاب میں چند نکات کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفاء کریں گے۔

پہلا نکتہ

صرف دو افراد کی شادی سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ دو خاندانوں کے درمیان اچھے تعلقات بھی اچھے تھے۔ اگر اہل سنت اس شادی سے حسن معاملات پر دلیل قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کو یہ ثابت کرنے کے لیے اس شادی کے ماجرا کو مکمل وضاحت سے بیان کرنا چاہیے نیز بتانا چاہیے کہ اس شادی سے امام علیؑ و عمر کے درمیان اچھے تعلقات کی نشاندہی ہوتی ہیں۔

(1)فیض القدیر ج 6 ص 283

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسی شادیاں ہوئیں جو کسی صورت بھی حسن معاملات پر دلالت نہیں کرتیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی ام حبیبہ سے شادی جو ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ یہ شادی اس زمانہ میں ہوئی جب ابوسفیان کافر تھا اور اسلام دشمنوں کی صف میں سرفہرست تھا۔

تاریخی شواہد کی بنا پر یہ شادی چھ یا سات ہجری میں ہوئی جب ام حبیبہ حبشہ میں تھیں اور ابوسفیان نے 8 ہجری میں ظاہراً اسلام قبول کیا۔

اور اسی طرح جب رسول خدا ﷺ نے جناب صفیہ و جویریہ سے شادی کی ان دونوں کے باپ یہودی تھے اور اسلام دشمنوں میں سے تھے۔ آیا یہاں پر یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ یہ شادیاں رسول اللہ ﷺ اور ابو سفیان نیز دیگر اسلام دشمنوں کے درمیان محبت کی علامت تھی؟

تاریخ میں ایسے نمونہ دیکھنے کو ملتے ہیں کہ کچھ با اثر جابر افراد عمر بن خطاب کی پیروی میں جب بھی خاندان اہل بیتؑ کو اذیت پہنچانا چاہتے اس خاندان کی خواتین سے شادی کی خواہش کا اظہار کرتے۔ اگر وہ لوگ راضی نہ ہوتے، زور زبردستی سے اپنے مقاصد حاصل کرتے۔

محمد بن سعد (230ھ) محمد بن حنفیہ سے نقل کرتا ہے؛

منہال بن عمر کہتا ہے: ایک شخص محمد بن حنفیہ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ جب آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا تو اس شخص نے آپ سے آپ کا حال دریافت کیا اور کہا: آپ کیسے ہیں؟ جس پر آپ نے کہا: تمہیں ہمارے حالات سے باخبر ہونا چاہیے کیونکہ اس وقت ہماری حالت نبی کی امت میں ایسے ہی ہے جیسے بنی اسرائیل کی آل فرعون میں تھی۔ فرعون ان کے بچوں کے سر قلم کر دیتا اور ان کی خواتین کو اپنے لیے مباح سمجھتا تھا (اشارہ ہے سورہ قصص کی آیت نمبر 4) یہ امت بھی ہماری اولادوں کے سر کاٹ دیتی ہے اور ہماری خواتین سے بغیر ہماری اجازت کے شادی کر لیتی ہے۔[1]

(1)الطبقات الکبری ج 5 ص 95 عن المنهال بن عمرو قال جاء رجل إلى بن الحنفية فسلم عليه فرد عليه السالم فقال كيف أنت فحرك يده فقال كيف أنتم أما أن لكم أن تعرفوا كيف نحن

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس غاصبانہ عمل کا آشکار ترین نمونہ حجاج بن یوسف ثقفی کا ام کلثوم بنت عبداللہ بن جعفر سے شادی کرنا ہے جو خاندان رسولؐ کی توہین کے قصد سے تھا۔

ابن حزم اندلسی لکھتا ہے:

زینبؑ بنت علیؑ کی شادی عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوئی اور اس سے آپ کو ایک بیٹی ہوئی جس سے حجاج بن یوسف نے شادی کی۔[1]

ابن طیفور (متوفی 280ھ) الآبی (متوفی 421ھ)، زمخشری (متوفی 538ھ) اور ابن حمدون (متوفی 608ھ) نقل کرتے ہیں:[2]

جب عبداللہ بن جعفر کی بیٹی کو حجاج بن یوسف کے پاس لے جایا گیا، حجاج نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا، وہ گریہ کر رہی تھیں۔ جس پر حجاج نے کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں! روکیوں رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اس شرافت پر جو رسوائی کی دہلیز پر آن پہنچی اور اس ذلت پر جس نے شرافت کا جامہ پہن لیا۔[3]

آیا ان تمام مظالم کے باوجود حجاج بن یوسف کے لیے تجاہل اختیار کیا جائے اور کہا جائے کہ حجاج بن یوسف کے روابط و رویہ اہل بیت نبی کے ساتھ دوستانہ تھا اور اس نے ان پر کسی قسم کا ظلم و ستم نہیں کیا تھا؟

إنما مثلنا في هذه الأمة مثل بني إسرائيل في آل فرعون كان يذبح أبناءهم ويستحيي نساءهم وإن هؤلاء يذبحون أبناءنا وينكحون نساءنا بغير أمرنا

(1)جمهرة أنساب العرب ج 1 ص 38 وتزوجت زينب بنت علي من فاطمة بنت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عبدالله بن جعفر بن أبي طالب ؛ فولدت له ابنة تزوجها الحجاج بن يوسف، فولدت له ابنة

(2)بالغات النساء، ج، 1 ص 51؛ نثر الدر في المحاضرات، ج، 4 ص 39 ؛ ربيع الابرار، ج، 1 ص 92؛ التذكرة الحمدونية، ج، 2 ص 48

(3)لما زفت ابنة عبد الله بن جعفر " وكانت هاشمية جليلة " إلى الحجاج بن يوسف ونظر إليها في تلك الليلة وعبرتها تجول في خديها فقال لها بأبي أنت وأمي مما تبكين قالت من شرف اتضع ومن ضعة شرفت.

زبردستی کی شادی کا ایک اور نمونہ، امام حسینؑ کی بیٹی کا مصعب بن زبیر سے شادی کرنا ہے۔ سبط بن جوزی لکھتا ہے:

مصعب بن زبیر نے سکینہ بنت حسینؑ سے شادی کی اور وہ اسی کی زوجیت میں رہتے ہوئے وفات پا گئیں۔ مصعب وہ پہلا شخص تھا جس نے سکینہ سے شادی کی تھی اور یہ شادی زور زبردستی سے ہوئی تھی۔[1]

دوسرا نکتہ

اضطراری حالت میں کافر سے بھی شادی جائز ہے جیسا کہ حضرت لوطؑ نے ان فرشتوں کی وجہ سے اپنی قوم کو مکرر طور پر اپنی بیٹیوں سے شادی کا کہا جبکہ ان کے کفر پر سب کا اتفاق ہے اور ان پر خدا کے عذاب کا نازل ہونا بھی یقینی ہے۔

﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَا قَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾[2]

اور لوطؑ کی قوم بے تحاشا دوڑتی ہوئی ان کی طرف آئی اور یہ لوگ پہلے سے بدکاری کا ارتکاب کرتے رہے۔ لوط نے کہا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں پس تم اللہ کا خوف کرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا مت کرو کیا تم میں کوئی ہوش مند آدمی نہیں؟

﴿قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ﴾

میری بیٹیاں حاضر ہیں اگر چاہتے ہو درست کام انجام دو (ان سے شادی کرو اور گناہ کی آلودگی سے کنارہ کشی اختیار کرو)۔[3]

---

(1)تذكرة الخواص، ص 249 - 250- بی ڈی ایف / وأما سكينة: فتزوجها مصعب بن الزبير فهلك عنها... وأول من تزوجها مصعب بن الزبير قهرا۔

(2)هود 78

(3)حجر 71

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

آیا یہاں یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ حضرت لوطؑ اپنی بیٹیوں سے محبت نہیں کرتے تھے؟

پس وہ اپنی بیٹیوں کو ان جنایت کار، لوطی افراد کی زوجیت میں دینے پر کیسے راضی ہوگئے؟ آیا یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت لوطؑ اپنی قوم کے ڈر سے اس کام پر مجبور ہوگئے تھے؟ پس ان کی شجاعت کدھر چلی گئی؟ اپنی بیٹیوں سے محبت کدھر چلی گئی؟ وہ کیسے اور کیونکر راضی ہوگئے؟ انکی غیرت کہاں چلی گئی تھی؟

یہ وہ سوالات تھے جو اہل سنت حضرت ام کلثومؑ و عمر بن خطاب کی شادی کے باب میں امام علیؑ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ہم یہی سوالات حضرت لوطؑ کی بیٹیوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ جو جواب وہ یہاں دیں گے وہی جواب ہمارا عقد ام کلثومؑ کے باب میں ہوگا۔

تیسرا نکتہ

ام کلثومؑ و عمر بن خطاب کے عقد کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر و عمر نے خود حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا رشتہ مانگا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو رد کر دیا تھا اور رد کی دلیل شیخین و حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی عمر میں فاصلہ کا زیادہ ہونا بتائی تھی۔

بریدہ اسلمی سے روایت نقل ہوئی ہے کہ فرماتے ہیں: ابوبکر و عمر نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا رشتہ مانگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ چھوٹی ہیں۔ اس کے بعد علیؑ نے جب رشتہ مانگا تو آپ نے ان سے شادی کر دی۔[1]

اس روایت کو نسائی نے نقل کیا ہے اور البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے[2]۔ اس کے علاوہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور شعیب ارنووط نے شرط مسلم کی بنا پر اسے صحیح قرار دیا ہے[3]۔ مزید یہ کہ حاکم نیشاپوری نے بھی اسے نقل کیا اور تصحیح کی ہے نیز ذہبی نے بھی موافقت کی ہے[4]۔

(1) عن عبد الله بن بريدة عن أبيه رضى الله عنه قال خطب أبو بكر وعمر فاطمة فقال رسول الله أنها صغيرة فخطبها على فزوجها

(2) صحيح النسائى، ج 2 ص 412 ح 3221 بى ڈى ايف / قال الألبانى: صحيح الإسناد

(3) صحيح ابن حبان ج 15 ص 399، ح 6948، سايث شاملہ / قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم

(4) المستدرک على الصحيحين ج 2 ص 181، ح 2705 سايث شاملہ

اس روایت میں دو بنیادی نکات موجود ہیں:

الف: ابوبکر و عمر کو رشتہ نہ دینا اور اس کی مخالفت کرنا (ظاہراً عمر کا فاصلہ ہونے کے سبب) رسول اللہ ﷺ کی قطعی سنت ہے لہذا امیر المومنینؑ قطعاً اس (سنتِ رسول ﷺ) کی مخالفت نہیں کر سکتے اور ان کو بیٹی نہیں دے سکتے۔

ب: جب شیخین مادر ام کلثوم صدیقہ طاہرہؑ کا رشتہ طلب کرنے آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بیٹی ابھی چھوٹی ہے یعنی تم لوگوں کی عمر میں اور میری بیٹی کی عمر میں جوڑ نہیں ہے۔

لہذا کیسے ممکن ہے کہ اس ماجرے کے گیارا سال کے بعد حضرت ام کلثومؑ بنت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا اور عمر کے درمیان عمر کا تناسب درست قرار پائے؟

براساس تاریخ، عمر بن خطاب و حضرت ام کلثومؑ کے درمیان پچاس سال کا (age difference) تھا۔

اور دوسری طرف عمر بن خطاب خود لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ ہر مرد حتماً اپنی ہم عمر خاتون سے شادی کرے۔ شمس الدین سرخسی حنفی فقہاء میں سے ایک نامور فقیہ لکھتے ہیں:

> عمر سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے: خواتین کی شادی ان کے ہم عمر افراد سے ہونی چاہیے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کفو ہونا شادی میں لازم ہے۔[1]

سعید بن منصور اہل سنت محدثین میں ایک بڑا نام ہے۔ وہ بھی روایت کرتے ہیں:

> ایک نوجوان لڑکی جس نے ایک بوڑھے شخص سے شادی کی اور پھر اسے قتل کر دیا اس لڑکی کو عمر کے پاس لایا گیا۔ عمر نے کہا: اے لوگوں خدا سے ڈرو ہر مرد اپنی کفو سے شادی کرے اور اسی طرح ہر خاتون اپنے کفو (عمر میں برابر) مرد سے شادی کرے۔[2]

(1) المبسوط للسرخسي ج 4، ص196) وبلغنا عن عمر رضي الله عنه أنه قال لمنعن النساء فروجهن إل من ال كفاء (...وفيه دليل أن الكفاءة في النكاح معتبرة

(2) سنن سعيد بن منصور ج 1، ص 243، ح 810، اتى عمر بن الخطاب ر ضي الله عنه بامرأة شابة زوجوها شيخا كبيرا فقتلته فقال يا أيها الناس اتقوا الله ولينكح الرجل لمته من النساء ولتنكح المراة لمتها من الرجال يعني شبهها

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اگر یہ شادی (عقد ام کلثومؑ) حقیقت رکھتی ہے تو عمر بن خطاب نے کیوں اپنے ضمیر کو نہ جھنجوڑا کہ تقویٰ اختیار کرے اور اپنی ہم عمر خاتون سے شادی کرے؟

آیا یہ شادی تقویٰ و دیانت داری کی بنیاد پر ہوئی؟

کیا دوسروں پر تقویٰ اور عدالت لازم ہے لیکن خود خلیفہ اس سے مستثنیٰ قرار پاتے ہیں؟

آیا یہ عمل اس آیت کا مصداق قرار نہیں پاتا؟

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ (1)

آیا لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔

کیا خداوند متعال نے قرآن میں نہیں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (2)

اے صاحبانِ ایمان! کیوں ایسی بات کرتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (3)

خدا کے نزدیک سخت مبغوض ہے کہ ایک چیز تم کہو اور خود عمل نہ کرو۔

ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے ایسا کون سا گناہ کیا جو وہ اپنے نانا کی عمر کے شخص سے شادی کرنے پر مجبور ہوں؟

اگر ام کلثوم سلام اللہ علیہا کو حق حاصل ہوتا تو کیا وہ ایسے 57 سالہ بوڑھے شخص کو شادی کے لیے منتخب کرتیں؟

چوتھا نکتہ

اگر اہل سنت مصر ہیں کہ عمر بن خطاب و اہل البیت کے درمیان حسنِ معاملات کو ثابت کیا جائے تو اس شادی کے پہلوؤں کو بیان کریں جن میں ناموس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دست درازی موجود ہے۔

(1) بقرہ 44

(2) صف 2

(3) صف 3

خطیب بغدادی (متوفی 463ھ) روایت نقل کرتا ہے:

علیؑ نے اپنی بیٹی کو تیار کیا اور عمر کے پاس بھیجا۔ عمر نے اسے دیکھا تو اس کی پنڈلی کو پکڑا اور کہا: اپنے والد سے کہو: میں راضی ہو گیا! راضی ہو گیا! ام کلثومؑ اپنے والد کے پاس واپس آئیں، امامؑ نے ان سے پوچھا: عمر نے آپ سے کیا کہا؟ ام کلثومؑ نے کہا: مجھے اپنے پاس بلایا اور بوسہ دیا جب میں کھڑی ہوئی تو میرے پنڈلی پکڑی اور کہا: اپنے والد سے کہو میں راضی ہو گیا۔ (1)

اس عمل میں اس قدر قباحت تھی کہ خود جو اس عقد کے طرف دار ہیں ان کی بھی چیخیں نکل گئیں۔

سبط ابن جوزی اس بارے میں لکھتا ہے؛

میرے جد نے اپنی کتاب منتظم میں نقل کیا کہ علیؑ نے ام کلثومؑ کو عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ اسے دیکھ سکے، لیکن عمر نے پنڈلی والی سائیڈ سے کپڑا ہٹایا اور اسے اپنے ہاتھ سے لمس کیا! خدا کی قسم یہ عمل نہایت قبیح ہے۔ حتی اگر کسی کنیز کے ساتھ بھی ہو۔ عمر کو حق نہیں پہنچتا تھا کہ ایسا کام کرے کیونکہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نامحرم کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ (2)

کیا امیر المومنینؑ کی طرف ایسی قبیح نسبت دینا درست ہے؟ آیا حضرت علیؑ نکاح سے پہلے ایسے دیدار کے لیے اپنی بیٹی کو بھیج سکتے ہیں؟

ہمیں بھی ان روایات کے جعلی ہونے پر یقین ہے لیکن اہل سنت کے دو بہت بڑے نام شمس الدین ذہبی اور ابن حجر عسقلانی جنہوں نے ان مطالب کو بڑے شد و مد کے ساتھ نقل کیا ہے، ہم ان سے سوال کرتے ہیں:

کیسے ممکن ہے کہ ایک چھوٹی بچی اس عمل کی قباحت کو درک کر لے لیکن مسلمانوں کا (عمر رسیدہ) خلیفہ درک نہ کر سکے؟

(1) تاریخ بغداد ج 6، ص 186 رقم 3237، فقام علی فأمر بابنته من فاطمة فزينت ثم بعث بها إلى أمير المؤمنين عمر فلما رآها قام إليها فأخذ بساقها وقال قولي أليبك قد رضيت قد رضيت فلما جاءت الجارية إلى أبيها قال لها ما قال لك أمير المؤمنين قالت دعاني وقبلني فلما قمت اخذ بساقي وقال قولي أليبك قد رضيت

(2) تذكرة الخواص، ص 288، 289، پی ڈی ایف ذكر جدي في كتابمنتظم ان عليا بعثها لينظرها و ان عمر كشف ساقها و لمسها بيده، هذا قبيح والله. لو كانت امة لما فعل بها هذا. ثم باجماع المسلمين اليجوز لمس االجنبيه.

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

کیا آپ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے جانشین کے لیے ایسا عمل انجام دینا درست ہے؟

اگر آپ (اپنے لیے) اس عمل کو پسند نہیں کرتے تو ناموسِ رسول خدا ﷺ کے لیے کیوں ایسے شرمناک قصہ کو نقل کرتے ہیں؟

پانچواں نکتہ

اس شادی کا معاملہ یا تو ایسے ہے جیسے ہم نے چوتھے نکتہ میں اہل سنت منابع سے نقل کیا (ناموس رسولؐ کے ساتھ قبیح عمل انجام دینا) جو کوئی بھی غیرت مند انسان برداشت نہیں کر سکتا یا ویسے ہے جیسے شیعہ کتاب میں صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا کہ یہ شادی زور زبردستی اور دھمکی سے انجام پائی۔

پہلی روایت: مرحوم کلینی رضوان اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ہشام بن سالم امام صادقؑ سے نقل کرتا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

جب عمر بن خطاب نے ام کلثومؑ کا رشتہ مانگا، امیر المومنینؑ نے فرمایا: ابھی وہ چھوٹی ہے۔ عمر نے عباس سے ملاقات کی اور ان سے کہا: میں کیسا ہوں؟ آیا مجھ میں کوئی کمی ہے؟ عباس نے کہا: تجھے کیا ہوا؟ عمر نے کہا: تمہارے بھتیجے سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو اس نے مجھے انکار کر دیا۔ خدا کی قسم! زمزم کے چشمہ کو بھر دونگا اور تم لوگوں کی کوئی عزت رہنے نہیں دوں گا۔ دو گواہ لاؤں گا جو گواہی دیں کہ علیؑ نے چوری کی ہے اور علیؑ کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ عباس امیر المومنینؑ کے پاس آئے اور سارا ماجرا بیان کیا اور آپ سے درخواست کی کہ اس معاملہ کو ان کے سپرد کر دیا جائے لہذا حضرت امیر المومنینؑ نے بھی معاملہ جناب عباس کے حوالہ کر دیا۔[1]

دوسری روایت: مرحوم کلینی زرارہؒ سے روایت نقل کرتے ہیں:

(1) الكافي- ط السالمية، ج 5 ص 346، سايٹ كتابخانہ مدرسہ فقاهت، مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: لَمَّا خَطَبَ إِلَيْهِ قَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهَا صَبِيَّةٌ قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي أَ بِي بَأْسٌ قَالَ وَ مَا ذَاكَ قَالَ خَطَبْتُ إِلَى ابْنِ أَخِيكَ فَرَدَّنِي أَمَا وَ اللَّهِ لَأُعَوِّرَنَّ زَمْزَمَ وَ لَا أَدَعُ لَكُمْ مَكْرُمَةً إِلَّا هَدَمْتُهَا وَ لَأُقِيمَنَّ عَلَيْهِ شَاهِدَيْنِ بِأَنَّهُ سَرَقَ وَ لَأَقْطَعَنَّ يَمِينَهُ فَأَتَاهُ الْعَبَّاسُ فَأَخْبَرَهُ وَ سَأَلَهُ أَنْ يَجْعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهِ فَجَعَلَهُ إِلَيْهِ

امام صادق علیہ السلام سے جناب ام کلثومؑ کے عقد کے بارے میں پوچھا گیا، حضرت نے فرمایا: وہ ہماری ناموس تھی جو غصب کر لی گئی۔[1]

واضح ہے کہ اہل سنت قطعاً ان روایات سے استناد نہیں کر سکتے کیونکہ یہ روایات نہ فقط حسن معاملات کو ثابت نہیں کرتیں بلکہ سوئے معاملات پر دلیل قرار پاتی ہیں کہ ایک سات سالہ بچی کا زور زبردستی رشتہ لینا جس پر نہ والد راضی نہ بچی راضی، کسی بھی صورت روابط حسنہ کی دلیل نہیں بنتا۔

چھٹا نکتہ

محی الدین نووی: شارح صحیح مسلم تصریح کرتا ہے: کہ جس ام کلثوم سے عمر نے شادی کی وہ ابوبکر کی بیٹی تھی وہ جناب عائشہ کی دو بہنوں کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے؛

عائشہ کی دو بہنیں۔۔۔ اسما بنت ابی بکر و ام کلثوم بنت ابی بکر جو شکم مادر میں تھی۔۔۔ اور یہی ام کلثوم ہے جس سے عمر نے شادی کی۔[2]

نووی کی اس رائے کی تائید یہاں سے ہوتی ہے کہ زید جو ام کلثوم کا بیٹا ہے اس سے نقل ہوا ہے:

میں دو خلیفوں کا بیٹا ہوں اور ہمیشہ اس پر فخر کرتا ہوں۔[3]

واضح ہے کہ اگر وہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا بیٹا ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی نسل سے ہوتا تو اس انتساب پر فخر کرتا لیکن اس نے ایک بار بھی نہ کہا (انا ابن رسول اللہ) جبکہ رسول اللہ ﷺ کی نسل سے ہونا اور ان سے نسبت از لحاظ نص، منطق و عقل، قطعی و یقینی طور خلفاء کی نسبت سے بالاتر ہے۔

(1) الكافي- ط السالمية، ج 5 ص 346، سايٹ كتابخانہ مدرسہ فقاهت عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ وَ حَمَّادٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع فِي تَزْوِيجِ أُمِّ كُلْثُومٍ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ فَرْجٌ غُصِبْنَاهُ

(2) تهذيب الاسماء ج 2 ص 630، رقم 1239، أختا عائشة ... وهاتان الأختان هما أسماء بنت أبي بكر وأم كلثوم وهي التي كانت حمال وقد تقدم هناك إيضاح القصة وأم كلثوم هذه تزوجها عمر بن الخطاب رضي الله عنه

(3) الوافي بالوفيات ج 15 ص 23 وكان زيد يقول أنا ابن الخليفتين

https://downloadshiabooks.com/

اس بنا پر یہاں پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی ماں ام کلثوم بنت ابی بکر اور باپ عمر بن خطاب ہے اور مقصود (انا ابن الخلیفتین) سے یہاں دو خلیفہ (یعنی ابو بکر و عمر) ہیں۔ (1)

(1) بیان کرتے چلیں کہ مخالفین اس مطلب کو رد کرنے کے لیے سورہ احزاب کی آیت نمبر 5 سے استدلال کرتے ہیں:

{اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ}

(ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔)

اس استدلال کے جواب میں کہا جائے گا:

اس آیت میں صرف پکارنا یا بلانا نہیں بلکہ اس میں جاہلیت کے منہ بولے بیٹوں کے احکام کی نفی ہو رہی ہے جو لے پالک بچوں کو خود سے منسوب کرتے تھے اور اپنے حقیقی بیٹوں اور ان کے درمیان کسی فرق کے قائل نہ تھے جیسا کہ اس آیت سے قبل بیان ہوا ہے:

{وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ}

لے پالک بچوں کو تمہارا حقیقی بیٹا قرار نہیں دیا۔

اسی سبب لے پالک بچے کی مطلقہ خاتون سے شادی کو حرام و زنا سمجھتے تھے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے لے پالک بیٹے (زید) کی مطلقہ سے شادی کر کے اس سنت جاہلیت کو منسوخ فرمایا تھا۔

عمر بن خطاب کی جناب ام کلثومؑ سے شادی بارے جواب کے لیے مکتب تشیع کے جوانان مندرجہ ذیل روش کو اختیار کریں:

مقدمہ: سب سے پہلے اہل سنت کے اس شادی پر اصرار کی وجہ کو جانیے کہ وہ کس چیز کو ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ بالفرض اگر اس کو ثابت کر بھی لیں تو ان کو اس سے کیا نفع پہنچتا ہے۔

جو چیز واضح ہے وہ یہ کہ اہل سنت کا اس شادی سے ہدف یہ ثابت کرنا ہے کہ امیر المومنینؑ اور عمر بن خطاب کے درمیان اچھے تعلقات اور شیر و شکر والے معاملات تھے۔ ان میں سے ایک، دوسرے کا داماد بن گیا۔ وہ اس سے عمر بن خطاب کے حضرت زہراؑ کو زدوکوب کرنے اور ان کی شہادت کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ بعبارت دیگر یہ کیسے ممکن ہے کہ امیر المومنینؑ اپنی بیٹی کا رشتہ اپنی بیوی اور اس بچی کی والدہ کے قاتل کو دے دیں جبکہ شادی تو دوستی و محبت کی علامت ہوا کرتی ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ شادی اچھے روابط کی علامت ہے، سو ثابت ہوا کہ عمر حضرت زہراؑ کا قاتل نہیں ہے۔

جواب: اس اعتراض کے جواب میں نہایت مختصر راستہ انتخاب کیا جائے:

ہم بھی اس جواب میں موجود اہم نکتے یعنی اچھے روابط پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ قابل اثبات ہے یا نہیں؟

ہم اہل سنت برادران سے سوال کرتے ہیں کہ آپ اس شادی کو ثابت کرنے کے لیے کن کتب سے استدلال کرتے ہیں؟

یہاں دو صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں بنتی:

پہلی صورت: اہل سنت روایات سے استدلال

ممکن ہے اہل سنت بھائی بولیں کہ اس شادی کو سنی کتابوں میں موجود روایات ثابت کرتی ہیں۔

ساتواں اعتراض

اہل البیتؑ نے عمر کے ہاتھوں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے شہید کیے جانے پر کبھی کچھ کیوں نہیں کہا؟

جواب

اس واقعہ کی روایات شیعہ کتب میں متواتر صورت میں نقل ہوئی ہیں۔ ہم یہاں چند مورد بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

پہلی روایت: مرحوم کلینی الکافی میں امام حسینؑ سے اور وہ امام علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امام علیؑ نے حضرت زہراؑ کو دفن کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

> جو امانت آپ نے میرے سپرد کی تھی وہ واپس ہوئی اور اپنے صاحب کے پاس پہنچ گئی۔ اس کے بعد میرا غم جاودانہ اور راتیں شب زندہ داری میں گزریں گی۔ جب تک خدا اپنے گھر کو میرے لیے انتخاب نہیں کر لیتا (یعنی جب تک میں زندہ ہوں) بہت جلد آپ کی بیٹی آپ کو مطلع کرے گی کہ کس طرح آپ کی امت ستم ڈھانے پر اکٹھی ہو گئی۔ فاطمہؑ سے پوچھیے اور ہمارے غمناک

اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ یہ راستہ آپ کے لیے مفید نہیں کیونکہ یہ اعتراض آپ شیعوں پر وارد کرتے ہیں لہٰذا الزاماً آپ کو یہ واقعہ تشیع کی ان کتب سے ثابت کرنا ہوگا جو تشیع کے ہاں قابل قبول ہیں۔ بس یہ پہلی صورت کالمًا باطل و غیر علمی ہے۔

دوسری صورت: شیعہ روایات سے استدلال

امکان ہے کہ اہل سنت قاعدہ الزام کے تحت شیعہ روایات سے استناد کریں تو اس صورت میں یہ شادی ان کو کوئی نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ یہ تو الٹا انہیں ہی نقصان پہنچاتی ہے۔ کیونکہ تمام شیعہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ رشتہ زور زبردستی، ظلم و جبر کی صورت میں ہوا اور عمر بن خطاب نے طاقت و ظاہری منصب کے زور پر یہ کام کیا۔

یہاں اہل سنت جواب دیں کہ ایسا رشتہ جو زور زبردستی اور مکر و حیلہ سے طے پائے وہ کیسے اچھے روابط پر دلالت کر سکتا ہے؟

دوسرا اہل سنت جواب دیں کہ کیوں عمر بن خطاب نے اس شادی کے لیے زور زبردستی کی اور قدرت کا ناجائز استعمال کیا؟

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

حالات کو اس سے دریافت کیجیے کہ ابھی تک آپ کی جدائی کو زیادہ عرصہ نہ گزرا اور آپ کی یاد کے نقش ذہنوں سے محو نہ ہوئے تھے۔[1]

یہی روایت نہج البلاغہ میں بھی نقل ہوئی ہے۔

دوسری روایت: سلیم بن قیس ہلالی، امام علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے:

سلیم کہتا ہے: میں نے امام علیؑ سے ملاقات کی اور جو کچھ عمر نے کیا اس بارے آپ سے سوال کیا: فرمایا: جانتے ہو عمر نے کیوں قنفذ کو کسی قسم کا جرمانہ نہ کیا اور اسے معاف کر دیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اس لیے کہ جب فاطمہؑ میرے اور حملہ آوروں کے درمیان حائل ہوئیں تو اس نے تازیانہ سے فاطمہؑ کو مارا تھا جس کے سبب وہ شہید ہوگئیں اور اس تازیانہ کا نشان باقی رہا۔[2]

تیسری روایت: ابن عباس، امام علیؑ سے نقل کرتے ہیں؛

سلیم کہتا ہے: جب حسینؑ شہید ہوئے، ابن عباس نے شدت سے گریہ کیا اور کہا: اس امت نے اپنے نبیؐ کے بعد کیا کیا دیکھا!؟ ایک دن علیؑ کے پاس گیا انہوں نے میرے لیے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: اے ابن عباس! یہ وہ کتاب ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے املا کروایا تھا۔ اسے پڑھا اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی رحلت سے لے کر حسینؑ کی شہادت تک جو کچھ تھا وہ میرے لیے بیان کیا اور اس میں تھا کہ خود علیؑ کے ساتھ امت کیا سلوک کرے گی اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کیسے شہید ہوں گی۔[3]

---

(1)الكافي - ط االسالمية، ج 1 ص 457،459 سایٹ کتابخانہ مدرسہ فقاهت، قَدِ انْتُزِعَتِ الْوَدِيعَةُ وَ أُخِذَتِ الرَّهِينَةُ وَ أُخْلِسَتِ الزَّهْرَاءُ فَمَا أَقْبَحَ الْخَضْرَاءَ وَ الْغَبْرَاءَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمَا حُزْنِي فَسَرْمَدٌ وَ أَمَّا لَيْلِي فَمُسَهَّدٌ وَ هَمٌّ لَا يَبْرَحُ مِنْ قَلْبِي أَوْ يَخْتَارَ اللهُ لِي دَارَكَ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا مُقِيمٌ كَمَدٌ مُقَيِّحٌ وَ هَمٌّ مُهَيِّجٌ سَرْعَانَ مَا فَرَّقَ بَيْنَنَا وَ إِلَى اللهِ أَشْكُو وَ سَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَظَافُرِ أُمَّتِكَ عَلَى هَضْمِهَا فَأَحْفِهَا السُّؤَالَ

(2)کتاب سلیم بن قیس هالی، حدیث 13، قال أبان: قال سلیم: فلقیت علیا علیه السلام فسألته عما صنع عمر، فقال: هل تدري لم کف عن قنفذ ولم یغرمه شیئا؟ قلت: لا. قال: لأنه هو الذي ضرب فاطمة علیها السلام بالسوط حین جاءت لتحول بیني وبینهم، فماتت صلوات الله علیها وإن أثر السوط لفي عضدها مثل الدملج.

(3)کتاب سلیم بن قیس ہلالی حدیث 66، سلیم، قال: لما قتل الحسین بن علي علیه السلام بکی ابن عباس بکاء شدیدا، ثم قال: ما لقیت هذه الأمة بعد نبیها اللهم إني أشهدك أني لعلي بن أبي

چوتھی روایت: مرحوم ابو منصور طبرسی (چھٹی صدی ہجری) کے علماء میں سے امام حسن مجتبیٰؑ سے روایت نقل کرتے ہیں:

امام حسنؑ نے معاویہ اور اس کے حواریوں کے ساتھ مناظرہ میں مغیرہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے مغیرہ! تو خدا کا دشمن ہے۔ تو وہی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی پر ہاتھ اٹھایا تھا یہاں تک کہ خون جاری ہوگیا اور جو ان کے شکم میں بچہ تھا وہ سقط ہوگیا۔[1]

پانچویں روایت: شیعہ طبری (متوفی 390ھ) امام سجادؑ و امام باقرؑ سے نقل کرتے ہیں:

محمد بن عمار کہتا ہے: میں نے اپنے والد عمار یاسر سے سنا، آپ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کی گئی اور جو واقعات اس دن رونما ہوئے، قوم (غاصبان خلافت) حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر داخل ہوگئی اور امام علیؑ کو گھر سے باہر نکال لائے اور جو تکلیف اس شخص سے فاطمہؑ کو پہنچی کہ آپ کا فرزند سقط ہوگیا اور اسی سبب آپ مریض ہوگئیں اور وفات پاگئیں۔[2]

چھٹی روایت: مرحوم عیاشی (متوفی 320ھ) امام باقرؑ امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا:

طالب ولي ولولده، ومن عدوه وعدوهم برئ، وإني أسلم لأمرهم لقد دخلت على علي علیه السلام بذي قار، فأخرج إلي صحیفة وقال لي: یا ابن عباس، هذه صحیفة أملاها علي رسول الله صلى الله علیه وآله وخطي بیدي. فقلت: یا أمیر المؤمنین، إقرأها علي فقرأها، فإذا فیها کل شئ کان منذ قبض رسول الله صلى الله علیه وآله إلى مقتل الحسین علیه السلام وکیف یقتل ومن یقتله ومن ینصره ومن یستشهد معه. فبکى بکاء شدیدا وأبکاني فکان فیما قرأه علي: کیف یصنع به وکیف یستشهد فاطمة۔

(1)الحتجاج للطبرسي، ج 1 ص سایٹ کتابخانہ مدرسہ فقاهت، وَ أَمَّا أَنْتَ يَا مُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ فَإِنَّكَ لِلَّهِ عَدُوٌّ وَ أَنْتَ الَّذِي ضَرَبْتَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ص حَتَّى أَدْمَيْتَهَا وَ أَلْقَتْ مَا فِي بَطْنِهَا

(2)دلائل الإمامة - ط مؤسسة البعثة، ص 103، سایٹ کتابخانہ مدرسہ فقاهت حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَحْمَدَ الطَّبَرِيُّ الْقَاضِي، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مَالِكٍ السَّيَّارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْغَلَابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ الْكِنْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُولُ:- لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ)، وَ جَرَى مَا جَرَى فِي يَوْمِ دُخُولِ الْقَوْمِ عَلَيْهَا دَارَهَا، وَ إِخْرَاجِ ابْنِ عَمِّهَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، وَ مَا لَحِقَهَا مِنَ الرَّجُلِ أَسْقَطَتْ بِهِ وَلَداً تَمَاماً، وَ كَانَ ذَلِكَ أَصْلَ مَرَضِهَا وَ وَفَاتِهَا (صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهَا

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

جب رسول اللہ ﷺ کی روح قبض ہوئی اور امت اختلافات سے دوچار ہوئی، حکومت وقت نے ایک مرد کو جس کا نام قنفذ تھا، تیسری بار بھیجا، فاطمہ سلام اللہ علیہا امام علیؑ اور اس کے درمیان حائل ہو کر ڈٹ گئیں۔ اس وقت قنفذ نے حضرت فاطمہؑ پر ضرب لگائی۔[1]

ساتویں روایت: شیعہ طبری (متوفی 390ھ) امام صادق علیہ السلام سے معتبر سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

ابو بصیر امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فاطمہؑ منگل کے دن تین جمادی الثانی گیارہ ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور آپ کی وفات کا سبب عمر کا غلام قنفذ تھا جسے عمر نے حکم دیا تھا تو اس نے تلوار کے غلاف سے ضرب لگائی جس سے محسنؑ ساقط ہو گیا اور آپ شدید بیمار ہو گئیں۔

آپ سلام اللہ علیہا نے کسی ایک کو بھی ان میں سے جنہوں نے آپ کو اذیت پہنچائی، اپنی تیمارداری کی اجازت نہ دی، اصحاب رسولؐ میں سے دو افراد نے امیر المومنینؑ سے اجازت طلب کی کہ آپ کی رضامندی کو حاصل کریں، امیر المومنین آپ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے اور اجازت طلب کی، بی بی نے اجازت دے دی جب وہ آئے اور آپ کا حال دریافت کیا، آپ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے ٹھیک ہوں۔

اس کے بعد فرمایا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ دونوں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے محضر سے رخصت ہوئے اس حالت میں کہ حضرت زہراؑ ان دونوں پر غضب ناک تھیں۔[1]

(1)تفسير العياشي ج 2، ص 3،8، 30 سائٹ کتابخانہ فقاهت، فلما قبض نبي الله ص كان الذي كان لما قد قضى من الاختلاف- و عمد عمر فبايع أبا بكر و لم يدفن رسول الله ص بعد، فلما رأى ذلك علي ع و رأى الناس- قد بايعوا أبا بكر خشي أن يفتتن الناس- ففرغ إلى كتاب الله و أخذ بجمعه في مصحف فأرسل أبو بكر إليه أن تعال فبايع- فقال علي: لا أخرج حتى أجمع القرآن، فأرسل إليه مرة أخرى- فقال: لا أخرج حتى أفرغ فأرسل إليه الثالثة ابن عم له يقال قنفذ، فقامت فاطمة بنت رسول الله ص عليها- تحول بينه و بين علي ع فضربها

آٹھویں روایت: مرحوم ابوالفتح کراجکی (متوفی 449ھ) معتبر سند سے امام صادقؑ سے روایت نقل کرتے ہیں:

امام صادقؑ نے یونس بن یعقوب سے فرمایا: اے یونس، میرے جد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جس نے میری بیٹی فاطمہؑ پر ظلم کیا اور اس کے حق کو غصب کیا اور اس کو قتل کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے فاطمہؑ تجھے بشارت دیتا ہوں تیرا خدا کے نزدیک ایسا باعظمت مقام ہے کہ اپنے شیعوں کی شفاعت کرے گی۔ اے فاطمہؑ اگر تمام پیغمبر اور تمام فرشتے اس شخص کی شفاعت کریں جس کے دل میں تیرا بغض ہو گا اور جس نے تیرا حق غصب کیا ہو گا خدا ان کی شفاعت قبول نہیں کرے گا اور اسے جہنم کی آگ سے چھٹکارا نہیں ملے گا۔[2]

نویں روایت: مرحوم ابن قولویہ قمی (متوفی 367ھ) امام صادقؑ سے روایت نقل کرتے ہیں:

(1)الدلائل الإمامة - ط مؤسسة البعثة، ص 134،135؛ سايٹ كتابخانہ مدرسہ فقاهت حَدَّثَنِي أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ هَارُونَ بْنِ مُوسَى التَّلَّعُكْبَرِيُّ، قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَلِيِّ مُحَمَّدُ بْنُ هُمَامِ بْنِ سُهَيْلٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)، قَالَ: رَوَى أَحْمَدُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَرِيِّ الْقُمِّيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَجْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِنَانٍ، عَنِ ابْنِ مُسْكَانَ، عَنْ أَبِي بَصِيرٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، قَالَ: وَلَدَتْ فَاطِمَةُ (عَلَيْهَا السَّلَامُ) فِي جُمَادَى الْآخِرَةِ، يَوْمَ الْعِشْرِينَ مِنْهُ، سَنَةَ خَمْسٍ وَ أَرْبَعِينَ مِنْ مَوْلِدِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) وَ أَقَامَتْ بِمَكَّةَ ثَمَانَ سِنِينَ، وَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ، وَ بَعْدَ وَفَاةِ أَبِيهَا خَمْسَةً وَ سَبْعِينَ يَوْماً وَ قُبِضَتْ فِي جُمَادَى الْآخِرَةِ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ لِثَلَاثٍ خَلَوْنَ مِنْهُ، سَنَةَ إِحْدَى عَشْرَةَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَ كَانَ سَبَبُ وَفَاتِهَا أَنَّ قُنْفُذاً مَوْلَى عُمَرَ لَكَزَهَا بِنَعْلِ السَّيْفِ بِأَمْرِهِ، فَأَسْقَطَتْ مُحَسِّناً وَ مَرِضَتْ مِنْ ذَلِكَ مَرَضاً شَدِيداً، وَ لَمْ تَدَعْ أَحَداً مِمَّنْ آذَاهَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا وَ كَانَ الرِّجَالُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) سَأَلُوا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَشْفَعَ لَهُمَا إِلَيْهَا فَسَأَلَهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) فَأَجَابَتْ، فَلَمَّا دَخَلَا عَلَيْهَا قَالَا لَهَا: كَيْفَ أَنْتِ يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ؟ قَالَتْ: بِخَيْرٍ بِحَمْدِ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَتْ لَهُمَا: مَا سَمِعْتُمَا النَّبِيَّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) يَقُولُ: «فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِي، وَ مَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ»؟ قَالَا: بَلَى، قَالَتْ: فَوَ اللَّهِ، لَقَدْ آذَيْتُمَانِي، قَالَ: فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِهَا وَ هِيَ سَاخِطَةٌ عَلَيْهِمَا.

(2)كنز الفوائد ج ۱، ص 63 سايٹ كتابخانہ مدرسہ فقاهت۔ قال جدي رسول الله صلى الله عليه واله ملعون ملعون من يظلم بعدي فاطمة ابنتي ويغصبها حقها ويقتلها ثم قال يا فاطمة البشرى فلك عند الله مقام محمود تشفعين فيه لمحبيك و شيعتك فتشفعين يا فاطمة لو ان كل نبي بعثه الله وكل ملك قربه شفعوا في كل مبغض لك غاصب لك ما اخرجه الله من النار۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

امام نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے آپؐ سے عرض کیا گیا: خداوند متعال آپ کو تین چیزوں کے ذریعہ آزمائے گا۔۔ آپکی بیٹی فاطمہؑ پر ستم ڈھائے جائیں گے اس کا حق غصب کیا جائے گا اس کو حمل کی حالت میں زدوکوب کیا جائے گا جس سے اس کا بیٹا سقط ہو جائے گا۔[1]

دسویں روایت: مرحوم کلینی (متوفی 329ھ) سند صحیح کے ساتھ امام موسی کاظمؑ سے روایت نقل کرتے ہیں:

بیشک فاطمہؑ صدیقہ اور شہیدہ ہیں۔

مرحوم علامہ مجلسیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔[2]

---

(1) كامل الزيارات،ط مكتبه الصدوق، ص 343، سايٹ كتابخانه مدرسه فقاهت. حدّثني محمّد بن عبدالله بن جعفر الحِميريُّ، عن أبيه، عن عليّ بن محمّد بن سليمان، عن محمّد بن خالد، عن عبدالله بن حمّاد البصريّ، عن عبدالله بن عبدالرَّحمن الأصمّ عن حمّاد بن عثمان، عن أبي عبدالله عليه‌السلام قال : لمّا أُسري بالنَّبي صلى‌الله‌عليه‌وآله وسلم إلى السّماء قيل له : إنّ الله تبارك وتعالى يختبرك في ثلاث ــ وأمّا ابنتك فتظلم وتحرم ويؤخذ حقُّها غَصباً الَّذي تجعله لها وتُضرَب وهي حامل ويدخل عليها وعلى حريمها ومنزلها بغير إذن ثمَّ يمسّها هوان وذلٌ، ثمَّ لا تجد ماتعاً وتطرح ما في بطنها من الضَّرب وتموت من ذلك الضَّرب.

(2) امام موسی کاظم کا صدیقہ و شہیدہ کو ایک ساتھ فرمانا اس چیز کی طرف نشاندہی ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ بحث موجود تھی جیسا کہ آج بھی بعض نواصب کی جانب سے ہوتی ہے کہ فدک کے معاملے میں کون سچا تھا؟

امام کا صدیقہ کہنا اسی قضیے کی جانب اشارہ ہے اور شہیدہ لفظ سے امام نے اس سوچ کی نفی کی جو اس وقت کے لوگوں کے اذہان میں تھی کہ فاطمہ حمل سقط ہونے کی وجہ سے وفات پائیں، لہذا امام نے شہیدہ کا لفظ استعمال کیا۔

عرض مترجم:

نواصب اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض وارد نہ کریں لہذا اس روایت کی سند کو جسے تمام محدثین و مراجع تشیع نے صحیح قرار دیا ہے ارباب جحت ہم چند تصحیحات کے ساتھ یہاں ذکر کیے دیتے ہیں:

1. شیخ حسن عاملی:[صحيح]۔ منتقی الجمان ج:1 ص:224
2. شیخ بہائی:[هذا الحديث لصحّة سنده]۔ مشرق الشمسین ج:1 ص:275
3. علامہ مجلسی اول:[في الصحيح]۔ روضۃ المتقین ج:5 ص:324
4. علامہ مجلسی ثانی:[الحديث الثاني صحيح]۔ مرآۃ العقول ج:5 ص:315

5. شیخ محمد ہادی مازندرانی:[صحيحة علي بن جعفر]۔ شرح فروع الکافی ج:2 ص:83

بعض نواصب نے متن کو نشانے پر لے کر ایک بچگانہ اعتراض وارد کیا ہے:

اعتراض: (وَأنَّ بنَاتَ الأنبياءَ لا يَطْمَثْنَ) روایت کا یہ جملہ کہ انبیاء کی بیٹیوں کو حیض نہیں آتا، الکافی کی ہی ایک دوسری روایت سے ٹکرا رہا ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ صدیقہ شہیدہ والی روایت درست نہیں۔۔

جواب: سب سے پہلے نواصب کی طرف سے پیش کردہ روایت کا متن ملاحظہ فرمائیں:

عَلِيٌّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ أُذَيْنَةَ عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ قَضَاءِ الْحَائِضِ الصَّلَاةَ ثُمَّ تَقْضِي الصَّوْمَ قَالَ :لَيْسَ عَلَيْهَا أَنْ تَقْضِيَ الصَّلَاةَ وَ عَلَيْهَا أَنْ تَقْضِيَ صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ وَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص كَانَ يَأْمُرُ بِذَلِكَ فَاطِمَةَ ع وَ كَانَتْ تَأْمُرُ بِذَلِكَ الْمُؤْمِنَاتِ۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: عورت پر لازم نہیں کہ اپنی ان نمازوں کو جو اس نے حیض کے ایام میں چھوڑ دیں، ان کی قضا بجالائے لیکن جو روزہ وہ چھوڑ دے ان کی قضا خاتون پر لازم ہے اور پیغمبر نے اسی طرح حضرت زہراؑ کو حکم دیا اور نبی بھی خواتین کو ایسے ہی بیان فرماتی تھیں۔ (الکافی جلد 4 صفحہ 136)

اُریہ طے ہے کہ کسی ایک روایت کو رد کیا جائے تو نواصب کی پیش کردہ روایت کو کیا جائے گا کیونکہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا حیض سے پاک ہونا مستفیضہ روایات سے ثابت ہے۔

پہلی روایت:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ،عَنْ صَالِحِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ(ع) قَالَ:لَمَّا وُلِدَتْ فَاطِمَةُ(ع) أَوْحَى اللَّهُ إِلَى مَلَكٍ فَأَنْطَقَ بِهِ لِسَانَ مُحَمَّدٍﷺ «فَسَمَّاهَا فَاطِمَةَ ثُمَّ قَالَ إِنِّي فَطَمْتُكِ بِالْعِلْمِ وَفَطَمْتُكِ مِنَ الطَّمْثِ ثُمَّ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ اللَّهِ لَقَدْ فَطَمَهَا اللَّهُ بِالْعِلْمِ وَ عَنِ الطَّمْثِ فِي الْمِيثَاقِ».

ترجمہ: جب فاطمہؑ متولد ہوئی اللہ تعالی نے فرشتہ کو وحی کی اور اس کے ذریعہ حضرت محمدؐ کی زبان پر یہ جاری کیا جس سے آپؐ نے نبی کا نام فاطمہؑ رکھا اس کے بعد فرمایا کہ میں نے علم کے ذریعہ جہالت کو آپ سے دور کر دیا اور حیض کی آلودگی سے آپ کو پاک کر دیا۔ پھر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق فاطمہ سلام اللہ علیہا کو علم کے ذریعہ جہل سے اور حیض سے دور رکھا۔ (الکافی ج 1، ص 460)

دوسری روایت:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَسْبَاطٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْقَطَّانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّيِّبِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ(ع) :أَنَّ النَّبِيَّﷺ سُئِلَ مَا الْبَتُولُ فَإِنَّا سَمِعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَقُولُ إِنَّ مَرْيَمَ بَتُولٌ وَفَاطِمَةَ بَتُولٌ فَقَالَﷺ

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اَلْبَتُولُ اَلَّتِي لَمْ تَرَ خُمْرَةً قَطُّ أَيْ لَمْ تَحِضْ فَإِنَّ اَلْحَيْضَ مَكْرُوهٌ فِي بَنَاتِ اَلْأَنْبِيَاءِ۔ (علل الشرایع ج1، ص181)

پیغمبر گرامیؐ نے فرمایا: فاطمہؑ بتول ہیں اور فرمایا: بتول یعنی جسے حیض نہ آئے کیونکہ حیض انبیاء کی بیٹیوں کے لیے ناپسندیدہ ہے۔۔

تیسری روایت:

وَقَالَ اَلنَّبِيُّﷺ: «إِنَّ فَاطِمَةَ صَلَوَاتُ اَللَّهِ عَلَيْهَا لَيْسَتْ كَأَحَدٍ مِنْكُنَّ إِنَّهَا لاَ تَرَى دَماً فِي حَيْضٍ وَلاَ نِفَاسٍ كَالْحُورِيَّةِ» (من لایحضرہ الفقیہ ج1، ص89)

رسول اللہ نے فرمایا: فاطمہؑ تم خواتین کی مثل نہیں ہے کیونکہ اس پر حیض کی حالت طاری نہیں ہوتی اور نہ ہی نفاس کی۔

یہاں تک چار روایات سے ہم نے اس مسئلہ کو آپ کے لیے بیان کیا لہذا ایک روایت سے نواصب کسی قسم کا کوئی خدشہ اس موضوع پر وارد نہیں کر سکتے۔

اسکے علاوہ قاعدہ اَلْجَمْعُ أَوْلىٰ مِنَ الطَّرْحِ کے تحت احتیاج نہیں کہ ہم کسی روایت کو رد کریں بلکہ ہم کہتے ہیں جو روایت مخالفین بطور استدلال پیش کرتے ہیں وہ یہ بات بیان کر رہی ہے کہ پیغمبر گرامیؐ حضرت سیدہؑ کو حکم دیتے تھے کہ حیض کی حالت میں چھوڑے گئے روزوں کی قضا کا خواتین کو حکم اور اس کی تعلیم دیں۔

اس توجیہ کا قرینہ خود روایت میں موجود ہے: كَانَتْ تَأْمُرُ بِذَلِكَ اَلْمُؤْمِنَاتِ۔ یعنی حضرت فاطمہؑ اس طرح خواتین کو حکم دیتی تھیں۔

نتیجہ: فَاطِمَةُ صِدِّيقَةٌ شَهِيدَه روایت پر اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ روایت صحیح السند ہے اور اس کا معنی متواتر ہے۔

دوسرا حصہ

تحقیق واضافات

سید شہباز اصفہانی

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضب ناک ہونا اور زہری کا ادراج

جناب ابوبکر کا فدک غصب کرنا اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا ان پر غضب ناک ہونا نیز جناب ابوبکر سے تادم وفات کلام نہ کرنا تاریخی مسلمات میں سے ہے، لیکن گزشتہ چند سالوں سے اس بات سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے بعض علمائے اہل سنت نے ایک راہ حل نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے اور وہ یہ کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی جناب ابوبکر پر غضب ناک ہونے والی جتنی بھی روایات ہیں وہ زہری کے ادراجات میں سے ہیں۔ لہذا ہم اس فرسودہ توجیہ کا جواب عرض کرتے ہیں تاکہ اہل حق کے لیے واضح و روشن ہو جائے کہ دختر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب ابوبکر پر غضب ناک ہونا ایسی اٹل تاریخی حقیقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔

مسئلے کی وضاحت

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات کے مطابق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا جناب ابوبکر کے پاس اپنی میراث کا مطالبہ کرنے گئیں جب آپ نے فدک کا مطالبہ کیا، خلیفہ نے دینے سے انکار کر دیا، جس کے نتیجہ میں بی بی، ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں اور واپس آگئیں۔ اس کے بعد آپ سلام اللہ علیہا نے جناب ابوبکر سے کبھی کلام نہیں کیا یہاں تک کے آپ دنیا سے رخصت ہوگئیں۔[1] بخاری و مسلم میں بس یہیں تک حدیث بیان ہوئی ہے لیکن

---

(1) صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۰۹۳

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

دیگر منابع جیسے انساب الاشراف[1] میں ہے کہ حضرت زہراؑ نے وضاحت سے فرمایا: خدا کی قسم میں تمہارے لیے بددعا کروں گی۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا یہ کہنے کے بعد گریہ کرتی ہوئیں باہر تشریف لے گئیں۔ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ ابوبکر و عمر کو ان کی وفات کے وقت اور کفن و دفن کے معاملات سے آگاہ نہ فرمائیں۔[2] ابوبکر سے ارث سے متعلق حدیث سننے کے باوجود حضرت زہراؑ کا غضبناک ہونا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا اس حدیث کو جعلی سمجھتی تھیں کیونکہ اگر ابوبکر سچ کہہ رہے ہوتے، حضرت زہراؑ کبھی غصہ نہ فرماتیں اور ابوبکر کی دلیل پر قانع ہو جاتیں۔

لیکن واقعیت اس کے برخلاف ہے۔ آپؑ جناب ابوبکر پر اس قدر غضبناک ہوئیں کہ اپنے آخری وقت تک ان سے کلام نہ کیا۔ پس یہ واقعہ اہل سنت کی جانب سے عدالت صحابہ کی بنائی عمارت کو زمین بوس کر دیتا ہے اور اس کے علاوہ اس بات پر روشن دلیل ہے کہ جناب ابوبکر خلافت کی اہلیت نہ رکھتے تھے اور یہ بات حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کہ نزدیک بھی ثابت تھی۔ کیونکہ اہل سنت روایات کے مطابق اگر کوئی اپنے حاکم سے کوئی ظلم دیکھے تو اس پر صبر کرے اور اگر کوئی اپنے حاکم وقت سے ایک بالشت بھی دور ہوا، وہ جاہلیت کی موت مرا[3] اور حضرت زہرا علیہا السلام جو سیدۃ النساء العالمین ہیں یقینی طور پر جناب ابوبکر سے ناراض ہوئیں اور یہ ناراضگی آپ کی شہادت تک جاری رہی اور آپ نے ابوبکر سے کلام نہیں کیا۔ اس صورتحال کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ آپ ابوبکر کو بطورِ حاکم قبول نہیں کرتی تھی۔ پس آپ جس شخص کو حاکم مانتیں تھیں اور جس کی بیعت میں تھیں وہ امام علیؑ تھے، کیونکہ اس کے علاوہ جو صورت نکلتی ہے اسے اہل سنت قبول کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ یعنی حضرت زہراؑ بغیر کسی خلیفہ کی بیعت کے اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور اگر کوئی اس حالت میں مرجائے، جاہلیت کی موت مرتا ہے[4]۔

(1) انساب الاشراف جلد ۱۰ ص۷۹
(2) انساب الاشراف جلد ۳ ص۳۱۶
(3) صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ ۱۴۲۲ ق جلد ۹ ص۴۷
(4) صحیح مسلم جلد ۳ ص ۱۴۷۸

دوسری جانب حدیث فدک صحیحین میں نقل ہوئی ہے تو اس کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے بعض معاصر علما، اہل سنت نے اس کا راہ حل یوں نکالا اور کہا کہ (حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا ناراض ہونا اور جناب ابوبکر سے نادم شہادت کلام نہ کرنا) یہ جملات ابن شہاب زہری کا ادراج ہے، جو اس روایت کا راوی ہے۔ اس بہانہ سے اہل سنت نے کوشش کی ہے اس روایت سے جان چھڑوائی جائے اور بخاری و مسلم پر کوئی طعن بھی وارد نہ ہو۔

ادراج کا مطلب

ادراج لغوی اعتبار سے باب افعال کا مصدر ہے اور اس کی اصل (درج) ہے جس کے معنی کسی چیز میں داخل کرنے کے ہیں۔ البتہ ادراج در حدیث کا کیا معنی ہے؟ ذہبی اس متعلق لکھتا ہے:

ادراج وہ الفاظ ہیں جو بعض راویان حدیث متن میں اضافہ کر دیتے ہیں اور سننے والے کے لیے واضح نہیں ہوپاتا کہ یہ حدیث کا حصہ ہے یا نہیں۔

شہید ثانی بھی اپنی کتاب الرعایہ فی علم الدرایہ میں بیان کرتے ہیں: راوی کا کلام حدیث میں اس طرح ضمیمہ ہوتا ہے کہ گمان ہو یہ خود روایت کا حصہ ہے۔

اسی طرح شیخ بہائی بھی اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں: اگر راوی کا کلام اور روایت کے الفاظ اس طرح سے خلوط ہو جائیں کہ وہ راوی کا کلام روایت کا جز سمجھا جائے یا ایک روایت جو اسناد و متن میں مختلف ہوں ایک روایت میں ذکر کی جائے تو وہ حدیث مدرج کہلاتی ہیں۔

اہل سنت علما نے حدیث مدرج کی مختلف اقسام بیان کی ہیں؛

ذہبی لکھتا ہے:

ادراج کبھی متن حدیث کی ابتدا میں واقع ہوتا ہے اور کبھی حدیث کے وسط میں اور کبھی حدیث کے آخر میں۔ اس کے بعد بیان کرتا ہے وسط میں ادراج کا واقع ہونا نہایت بعید ہے۔ اہل سنت محدثین ادراج کو ایک علت قادحہ سمجھتے ہیں اسی سبب حدیث مدرج کو ضعیف حدیث سمجھا جاتا ہے اور ادراج کرنے کو حرام کام گردانتے ہیں۔ اور جو راویان جان بوجھ کر یہ کام کرے اس جھوٹا شمار کرتے ہیں اور عادل نہیں سمجھتے۔

ابن شہاب زہری:

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

محمد بن مسلم بن شہاب زہری (متوفی ۱۲۵ق) پہلی اور دوسری صدی کے مشہور رواۃ میں سے ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے بعض اصحاب کا دیدار کر رکھا ہے اور اس کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ اس نے مدینہ میں زندگی بسر کی۔ اہل سنت علما کا اس کی جلالت اور وثاقت پر اتفاق ہے۔ بخاری، علی بن مدینی (بخاری کا استاد) اور ابوداود سجستانی نے زہری کی روایات کی تعداد ۲۰۰۰ تک بیان کی ہے۔ باوجود اس کے کہ زہری اہل سنت کے نزدیک ثقہ ہے اسے متہم بہ تدلیس در روایات بتایا گیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے شافعی اور دارقطنی نیز دیگر افراد سے نقل کرتے ہوئے زہری کو مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ زین الدین عراقی نے بھی زہری کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔

اعتراض

جن روایات میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا ابوبکر پر غضبناک ہونا وارد ہوا ہے، ان میں غضب والا حصہ زہری کا ادراج ہے اسی وجہ سے قابلِ استناد نہیں، اسی اعتراض کو سلفی عالم محمد امین ہرری نے بیان کیا ہے:

کہ یہ غضب والے الفاظ راوی کا اپنا کلام ہے۔ عائشہ کی بات نہیں ہے جیسا کہ لفظ 'قال' اسی پر دلالت کرتا ہے پس روایات کی تحقیق کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غضب اور ہجر کے الفاظ زہری کا ادراج ہے۔

ہمارا جواب

حدیث مدرج کی شناخت کرنا علم حدیث کی رو سے نہایت دشوار کام ہے۔ اسی وجہ سے ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اصل یہ ہے کہ حدیث کا متن اسی حدیث کا حصہ سمجھا جائے مگر یہ کہ اس متن کے متن نہ ہونے پر کوئی دلیل بیان کی جائے اس بنا پر جو شخص مدعی ہے کہ یہ الفاظ ادراج ہیں وہ اس کے لیے محکم دلیل فراہم کرے تاکہ اس کی بات کو قبول کیا جائے۔

اب جو دلیل معترضین کی جانب سے پیش کی جاتی ہے وہ لفظ 'قال' کا روایت کے متن میں ذکر ہونا ہے اور یہ دلیل نہ فقط یہ کہ کافی نہیں بلکہ صحیح بھی نہیں ہے۔ ہم آگے چل کر چند جہات سے اس کا ابطال ثابت کریں گے۔

پہلی دلیل: اکثر متون حدیث میں لفظ قال کا ذکر نہ ہونا

وہ روایات جن میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا جناب ابوبکر پر غضبناک ہونا ملتا ہے ان میں سے اکثر و بیشتر روایات کے متن میں قال کا لفظ نہیں ہے۔ فقط ایک روایت ایسی ہے جس میں لفظ قال ملتا ہے۔ روایت فدک اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضب ناک ہونا زہری سے چھ افراد نے نقل کیا ہے اور فقط ایک روایت میں لفظ قال ذکر ہوا ہے اور باقی پانچ روایات میں ذکر نہیں ہوا۔ ہم آگے چل کر ان چھ روایات پر تحقیق پیش کریں گے۔

پہلی روایت: صالح بن کیسان کا ابن شہاب زہری سے بغیر ادراج کے نقل کرنا:

صالح بن کیسان مدنی دوسری اہل سنت راویوں کے چوتھے طبقہ میں سے ہے اور ابن شہاب زہری کے مشہور شاگردوں میں سے ایک ہے۔ یحیی بن معین، ابوحاتم رازی، نسائی، ابن خراش اور عجلی نے واضح طور پر زہری کی توثیق کی ہے۔ صالح بن کیسان کی وہ روایت جو اس نے زہری سے بیان کی ہے اور جس میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا ابوبکر پر غضبناک ہونا اور تادم آخر عمر کلام نہ کرنا ذکر ہوا ہے، اس میں کسی قسم کا ادراج نہیں ہے نیز اس میں لفظ قال کا وجود بھی نہیں ملتا۔ صالح بن کیسان نے روایت یوں بیان کی ہے:

فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ۔

دوسری روایت: عقیل بن خالد کا ابن شہاب زہری سے بغیر ادراج کے نقل کرنا:

عقیل بن خالد اموی (متوفی ۱۴۴ق) زہری کے پہلے طبقہ کے شاگردان میں سے ہے۔ زہری کے شاگردوں کا پہلا طبقہ ان افراد پر مشتمل ہے جو از لحاظ اتقان و حفظ احادیث میں باقیوں سے ممتاز ہیں اور زیادہ مدت زہری کے ساتھ رہے ہیں۔ اسی طرح عقیل ان شاگردان میں سے جو روایت کو جیسے سنتے تھے ویسے ہی

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

نقل کرتے تھے۔ احمد بن حنبل، یحیی بن معین، محمد بن سعد، ابوزرعہ رازی، ابن حبان، عجلی اور نسائی نے بہت واضح طور پر اس کی توثیق کی ہے۔ عقیل کی روایت میں بھی ادراج کا دور دور تک کوئی اتا پتا نہیں اور روایت جناب عائشہ کے بیان سے وصل ہے ملاحظہ فرمائیں:

فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ، فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ۔

تیسری روایت: شعیب بن ابی حمزہ، زہری سے:

شعیب بن حمزہ حمصی (متوفی ۱۲۶ق) زہری کے پہلے طبقہ کے شاگردان میں سے ہے۔ یہ بھی عقیل کی طرح زہری سے جس طرح روایت کو سنتا تھا ویسے ہی نقل کرتا تھا۔[1] احمد بن حنبل اس کی زہری سے روایات کو نہایت متقن مانتا تھا[2]، یحیی بن معین، احمد بن حنبل، عجلی، یعقوب بن شیبہ، نسائی، ابن حبان اور خلیلی ان سب نے اس کی واضح توثیق کی ہے۔[3]

شعیب کی نقل کردہ اس روایت میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضبناک ہونا نیز تادم آخر جناب ابوبکر سے کلام نہ کرنا بغیر ادراج کے نقل ہوا ہے اور جناب عائشہ کی عبارت سے وصل ہے۔ ابن حبان نے شعیب کی روایت یوں نقل کی ہے:

فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ، أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ، عَلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْ ذَلِكَ، فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ، حَتَّى تُوُفِّيَتْ[4]۔

چوتھی روایت: ولید بن محمد، ابن شہاب زہری سے:

(1) العلل و معرفۃ الرجال، احمد بن حنبل دار الخانی ج۲ ص۳۴۸

(2) العلل۔ جلد ۲ ص۴۹۶

(3) تہذیب الکمال امام مزی جلد ۱۲ ص۵۱۹

(4) صحیح ابن حبان جلد 11 ص 153 مؤسسہ الرسالہ

ولید بن محمد موقری (م 182 ق) ان راویان میں سے ہے جس نے زہری سے فدک کی روایت کو نقل کیا ہے۔ اہل سنت نے اس راوی کو شدید ضعیف قرار دیا ہے اور اسے متروک الحدیث، ضعیف، حتی کذاب کہا ہے[1]۔۔

ولید کی روایت میں بھی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضب ناک ہونا بغیر کسی ادراج کے نقل ہوا ہے اور غضب کے الفاظ جناب عائشہ سے نقل ہوئے ہیں۔ ملاحظہ کریں ابن شبہ نمیری کی تاریخ مدینہ۔

فأبى أبوبكر رضى الله عنه أن يدفع إلى فاطمة رضى الله عنها منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر رضى الله عنه فى ذلك، فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت۔[2]

یہ روایت کیونکہ گذشتہ روایات کے متن سے مماثلت رکھتی ہے لہذا بطور مؤید اس کو پیش کیا جاسکتا ہے اور یہ عدم ادراج پر قرینہ قرار پائے گی اور ایسے میں راوی کا ضعیف ہونا کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔

پانچویں روایت: محمد بن عبداللہ بن مسلم، ابن شہاب زہری سے بغیر ادراج کے:

محمد بن عبداللہ بن مسلم ابو عبداللہ مدنی (م152 ق) حدیث فدک کے راویان میں سے ایک راوی ہے۔ اس نے زہری سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یہ شخص زہری کا بھتیجا ہے اور صحیح بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہے۔ ابوداؤد سجستانی نے اس کی توثیق کی ہے۔ اس کے علاوہ احمد بن حنبل نے بھی اس کی تائید کی ہے۔[3]

محمد بن عبداللہ کی روایت میں بھی ادراج نہیں پایا جاتا اور لفظ قال موجود نہیں حاکم نیشاپوری روایت کو یوں نقل کرتے ہیں:

فغضبت فاطمه، فهجرت ابابكر، ولم تزل مهاجرته حتى توفيت۔[4]

چھٹی روایت: معمر نقل کرتا ہے ابن شہاب زہری سے ادراج کے ساتھ:

(1) تہذیب الکمال امام مزی ج 31 ص77

(2) تاریخ مدینہ ج 1 ص196-197

(3) تہذیب الکمال امام مزی ج25 ص556

(4) فضائل فاطمہ الزہراء حاکم نیشاپوری ص125

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

معمر بن راشد ازدی (م ۱۵۴ ق) زہری کے پہلے طبقہ کے شاگردان میں سے ہے اور اہل سنت کا اس کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اگرچہ ابو حاتم نے اس کی ان روایات کو جو اس نے بصرہ میں نقل کی ہیں غلط شمار کیا ہے اور اس کے علاوہ بعض نے قتادہ سے اس کی روایات کو ضعیف شمار کیا ہے۔[1]

معمر کی نقل کردہ روایت وہ تنہا روایت ہے جس میں ادراج کا شائبہ پایا جاتا ہے، بخاری نے روایت کو اپنی صحیح میں یوں نقل کیا ہے:

فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لاَ نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا المَالِ» قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللهِ لاَ أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ، قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ۔[2]

معمر کی روایت باقی رواۃ کی روایت سے کچھ متفاوت ہے کیونکہ معمر کی روایت میں حضرت زہراؑ کے غضبناک ہونے کو بیان نہیں کیا گیا بلکہ فقط نبیؐ کے کلام نہ کرنے کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ قال کا لفظ ہجران کی عبارت سے پہلے آیا ہے اسی وجہ سے بعض معاصر علمائے اہل سنت نے اسے زہری کا ادراج شمار کیا ہے۔ البتہ گذشتہ بیان کردہ تمام روایات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ معمر کی روایت کا متن باقی پانچ روایات کے مخالف ہے اور کسی نے معمر کی متابعت نہیں کی۔ اسی وجہ سے معمر کی روایت کا متن بقیہ روایات کے مقابل شاذ گردانا جائے گا اور دیگر روایات کا متن محفوظ و مقبول سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ علمائے اہل سنت نے معمر کی ایسی روایات جو زہری کے باقی شاگردوں کے مخالف ہوتیں ہیں انہیں شاذ مانا ہے۔[3]

(1) تہذیب الکمال امام مزی ج 28 ص 303

(2) صحیح بخاری جلد 8 ص129

(3) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری جلد 5 ص31، دار المعرفہ تحقیق محب الدین الخطیب بیروت لبنان، احمد بن علی بن ثابت بغدادی، الفصل للوصل المدرج فی النقل ج 2 ص 690 دار النشر چاپ اول تحقیق مطر الزہرانی۔

یہ جواب اس صورت میں ہے جب ہم ادراج کو قبول کر لیں۔ یعنی اگر ہم من باب جدل آپ کی بات مان لیں، تب بھی معمر کا یہ متن شاذ قرار پائے گا۔

لیکن شاہد موجود ہے جو نشاندہی کرتا ہے کہ معمر کی روایت بھی ادراج سے مبرا تھی۔ مروزی (م292) اہل سنت کے برجستہ علماء میں سے ہیں۔ وہ فدک کی معمر والی روایت کو نقل کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا ادراج نہیں پایا جاتا بلکہ اس میں قال کی بجائے قالت کا کلمہ موجود ہے:

أَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا المَالِ وَإِنِّي وَاللهِ لَا أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ قَالَتْ فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى مَاتَتْ۔[1]

اس وجہ سے احتمال دیا جا سکتا ہے جس متن میں قال کا لفظ موجود ہے اس میں تصحیف ہوئی ہو۔ در حقیقت قالت تھا جس کی ضمیر جناب عائشہ کی طرف پلٹ رہی ہے اس صورت میں معمر کی روایت و دیگر روات کی روایات میں اتفاق نظر آتا ہے۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا جناب ابوبکر سے تا آخر حیات کلام نہ کرنا ابوہریرہ کی روایت میں:

مدعیان ادراج کے بقول فدک کا مطالبہ رد کر دینے کے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا ابوبکر سے کلام نہ کرنے سے متعلق جملے راوی کا اپنا اضافہ ہے جبکہ ایک اور روایت ہے جسے ابوہریرہ نے روایت کیا ہے اور اس میں زہری موجود نہیں اس روایت میں بھی یہی ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر سے کبھی کلام نہیں کیا۔ ترمذی نقل کرتا ہے:

(1) (مسند ابی بکر صدیق) أبو بكر أحمد بن علي بن سعيد بن إبراهيم الأموي المروزي (المتوفى: 292) ص88،

https://downloadshiabooks.com/

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ عَلِيُّ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ جَاءَتْ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: سَمِعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ»، قَالَتْ: وَاللهِ لَا أُكَلِّمُكُمَا أَبَدًا، فَمَاتَتْ وَلَا تُكَلِّمُهُمَا۔ (1)

اس روایت میں ملاحظہ فرمائیں اگرچہ صراحت کے ساتھ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے غضبناک ہونے کو بیان نہیں کیا گیا لیکن جناب ابوبکر و عمر سے تادم آخر حیات کلام نہ کرنے کی قسم کھانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بی بیؑ ان پر غضبناک ہوئیں۔

ضمناً ایک شبہہ کا جواب

ترمذی کی اس روایت کے بارے میں بعض اہل سنت استدلال کرتے ہوئے خلفاء کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کلام نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ بی بیؑ نے فرمایا: میں اب دوبارہ کبھی اس مسئلہ (وراثت) میں تم لوگوں سے بات نہیں کروں گی۔۔۔

جواب: اول تو یہ کہ اگر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا عدم تکلم فدک کے موضوع پر تھا تو کیوں آپ نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر ان کے جنازہ و تدفین میں شرکت نہ کرے؟ اور یہ چیز مسلمات میں سے ہے کہ بی بیؑ کے جنازے میں جناب ابوبکر و عمر اسی طرح غائب رہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے غسل و کفن و دفن میں غائب تھے۔

دوسرا یہ کہ اس شبہہ کا جواب خود علماء اہل سنت نے دیا ہے۔ تشیع کو خود سے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ شارحین بخاری نے یہ زحمت خود اٹھائی ہے۔

ابن حجر نے اپنی کتاب فتح الباری میں ترمذی کی تاویل کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

(1) سنن ترمذی جلد 4 ص157 تحقیق احمد محمد شاکر

كَذَا نَقَلَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ بَعْضِ مَشَايِخِهِ أَنَّ مَعْنَى قَوْلِ فَاطِمَةَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا أُكَلِّمُكُمَا أَيْ فِي هَذَا الْمِيرَاثِ وَتَعَقَّبَهُ الشَّاشِيُّ بِأَنَّ قَرِينَةَ قَوْلِهِ غَضِبَتْ تَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا امْتَنَعَتْ مِنَ الْكَلَامِ جُمْلَةً وَهَذَا صَرِيحُ الْهَجْرِ۔ (1)

لفظ غضبت قرینہ ہے اس بات پر کہ بی بیؑ نے ہر طرح کی گفتگو کو ترک کر دیا تھا اور یہ واضح طور پر ہجر کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے بعد محمد بن بہادر بن عبداللہ الترکی بدر الدین الزرکشی (794 متوفی) نے بھی لکھا:

فهجرت ابابكر، و لم تزل مهاجرته حتى توفيت، هذا اللفظ يرد ما حكاه الترمذي عن شيخه علي بن عيسى انها لم تكلمه في هذا الميراث خاصه۔

حضرت فاطمہؑ نے جناب ابوبکر سے ترک ملاقات کیا اور یہ تسلسل برقرار رہا یہاں تک کہ آپ وفات پائیں۔ (2)

یہ عبارت جس چیز کو ترمذی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ بی بیؑ نے فقط میراث کے موضوع پر کلام نہ کرنے کی قسم کھائی رد کرتی ہے۔

اس کے علاوہ شمس الدین برمادی بیان کرتے ہیں:

و لم تزل مهاجرته) اسم فاعل من: هاجر لا مصدر و في هذا رد لما حكاه الترمذي عن شيخه علي بن عيسى انها لم تكلمه في هذا الميراث خاصه۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا ابوبکر سے ناراض تھیں۔ مہاجرت اسم فاعل ہے ہاجر سے نہ کہ مصدر اور یہ عبارت رد ہے اس چیز کا جو ترمذی نے اپنے استاد سے بیان کیا ہے کہ بی بیؑ فقط میراث کے مسئلہ میں کلام نہ کرنے کو اختیار کیے ہوئے تھیں (3)۔

(1) فتح الباری ج 6 ص202 چاپ دار المعرفہ
(2) التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح جلد 2 ص683
(3) اللامع الصبیح بشرح الجامع الصحیح، شمس الدین البرماوی۔ ج 9 ص149، دار النوادر سوریا

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

دیگر اقوال بھی اس بابت موجود ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بی بیؑ کا ناراض ہونا اور کلام نہ کرنا مطلق تھا نہ کہ کسی خاص مورد میں تھا۔

شعبی کی مرسل روایت حضرت زہراؑ کے غضب پر واضح دلیل

شعبی کی روایت کے مطابق، جناب ابوبکر، بی بیؑ کے آخری لمحات میں آپ سلام اللہ علیہا کی رضایت حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے گھر آئے۔[1]

ابن شاہین نے شعبی کی اس روایت کو مفصل طور پر نقل کیا ہے اور اس میں بی بیؑ کا غضبناک ہونا وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے[2]۔

بیہقی نے کوشش کی ہے کہ اس روایت سے حضرت زہراؑ اور جناب ابوبکر کے درمیان جو اختلاف ہوا اس کو ختم کیا جائے، ابن حجر عسقلانی[3] نے بھی بیہقی کی اتباع میں اس روایت کو نقل کیا ہے اسی طرح بدرالدین عینی نے بھی اس روایت سے استناد کیا ہے۔[4]

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شعبی کی روایت نہایت واضح دلیل ہے بی بیؑ کے غضبناک ہونے پر۔ کیونکہ رضایت کا طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کچھ ناراضگی والے معاملات تھے جس سبب راضی کرنے ابوبکر بی بیؑ کے گھر گئے۔ پس بی بیؑ کا غضبناک ہونا فقط زہری کا کلام نہیں بلکہ ایک واقعیت ہے۔ یہاں پر یہ ذکر کرنا بھی لازم سمجھتا ہوں کہ شعبی کی روایت کسی بھی طرح معتبر نہیں کیونکہ وہ روایت کو مرسل نقل کرتا ہے۔ ہم نے اس روایت کو فقط قاعدہ الزام کی خاطر نقل کیا ہے جس سے غضب کا اثبات ہوتا ہے۔

(1)الاعتقاد و الهدايه الى سبيل الرشاد على مذهب السلف و اصحاب الحديث، حافظ ابوبكر احمد بن حسين بيهقى ج 1 ص353 دار الافاق الجديده بيروت

(2)عمدة القارى فى شرح البخارى ج 15 ص20 دار الاحيا التراث بيروت

(3)فتح البارى ج6 ص202

(4)عمدة القارى ج 15 ص20

ادراج در حدیث ایک حرام عمل

اہل سنت کا اتفاق ہے کہ حدیث میں ادراج کرنا ایک حرام عمل ہے۔ البتہ بعض علمائے اہل سنت ادراج در حدیث کو بطور مطلق حرام سمجھتے ہیں[1] جبکہ بعض ادراج کو بعض الفاظ کی شرح کی بابت جائز سمجھتے ہیں[2]۔ نہایت واضح ہے کہ جو روایت ہمارے محل بحث ہے یہاں ادراج برائے شرح و تفسیر نہیں ہے۔ لہذا اگر یہاں ادراج کا دعوی کیا جائے تو اس حرام کام کی خاطر مجبوراً زہری کی عدالت کو قربان کرنا پڑے گا اور اسی طرح بخاری کی صحت بھی مشکوک قرار پائے گی جو کہ اہل سنت کے نظریات کے خلاف ہے۔

ادراج کی پہچان کے لیے معین کردہ قواعد کا فدک والی روایت پر منطبق نہ ہونا

اہل سنت علماء نے حدیث میں ادراج کی شناخت کے لیے کچھ قواعد وضع کیے ہیں۔ سیوطی نے اپنی کتاب تدریب الراوی میں چار راستے بیان کیے ہیں:

1. مدرج عبارت دوسری روایت میں جداگانہ نقل ہوئی ہو۔
2. اس مدرج عبارت کا رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا محال ہو۔
3. خود راوی اس بات کی تصریح کرے کہ یہ عبارت مدرج ہے۔
4. علم حدیث کا کوئی ماہر عالم وضاحت کرے کہ یہ عبارت مدرج ہے۔[3]

اوپر بیان کردہ پہلے تین طریقہ ہماری اس زیر بحث روایت پر منطبق نہیں ہوتے اور چوتھی صورت بھی فٹ نہیں بیٹھتی کیونکہ شارحین اہل سنت میں سے کسی نے بھی اس روایت میں ادراج کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کسی محدث نے ایسا کچھ بیان کیا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اہل سنت علماء نے احادیث مدرج پر مستقل کتب لکھی ہیں لیکن کسی نے بھی زیر بحث عبارت کو مدرج عبارات میں شمار نہیں کیا۔

(1)التبصره و التذكره فى علوم الحديث ج1 ص114 مكتبه دار المنهاج سعوديه عرب

(2)تدريب الراوى ج 1 ص322 مكتبه الكوثر بيروت

(3)تدريب الراوى ج1 ص315

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

پہلا اہل سنت عالم خطیب بغدادی (م463ق) ہے جس نے احادیث مدرج پر کتاب[1] لکھی لیکن حدیث فدک کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا۔ خطیب بغدادی کے بعد دوسری شخصیت ابن حجر عسقلانی (م852ق) کی ہے جس نے بغدادی کی کتاب کی تہذیب کی اور وہ روایت جو اس کی نظر میں مدرج تھیں، ان کا اس میں اضافہ کیا اور اس کتاب کا نام 'تقریب المنہج بترتیب المدرج' رکھا۔ اس نے بھی حدیث فدک کو اس میں نقل نہیں کیا۔ پھر سیوطی نے اسی کتاب کی المدرج الی المدرج کے نام سے تہذیب کی اور مزید احادیث کا اضافہ کیا، لیکن اس نے بھی حدیث فدک کو اس میں بیان نہیں کیا۔

عبد الحمید شیخون محمد معاصر اہل سنت عالم نے اپنا ڈاکٹریٹ کا رسالہ بنام بلاغات و ادراجات زہری در کتب ستہ لکھا۔ اس نے اپنے تھیسز میں ان روایات کو بیان کیا جن میں مدرج عبارات تھیں۔ ان کی تخریج کی۔ اس نے اگرچہ فدک والی روایت کو اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے لیکن غضب و کلام نہ کرنے والے جملات کو مدرج شمار نہیں کیا بلکہ روایت کے اس حصہ کو جو بی بیؑ کی وفات سے مربوط ہے اسے ادراج کے طور پر نقل کیا۔[2]

حضرت زہراؑ کا جناب ابوبکر پر غضبناک ہونا اور علمائے اہل سنت کا عدم ادراج پر اعتراف

طول تاریخ میں اہل سنت نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے جناب ابوبکر پر غضبناک ہونے والی روایت کی توجیہہ و تاویل کرنے کی کوشش ہے، تاکہ حضرت زہراؑ اور جناب ابوبکر کے درمیان اس اختلاف کا کوئی راہ حل نکالا جاسکے۔ واضح بات ہے کہ اگر ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہوتا کہ یہ الفاظ روایت کا جزء ہی نہیں بلکہ راوی کا اپنا اضافہ ہے (مدرج ہے) تو وہ اس قدر کوشش ہی نہ کرتے اور نہ ہی توجیہات پیش کرتے بلکہ یہ کہہ دینا کافی تھا کہ یہ الفاظ زہری کا اپنا ادراج ہے اور بات ختم ہو جاتی، اسی لیے کہا جاتا ہے: (التاویل فرع التصحیح)۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے ابوبکر سے غضبناک ہونے کی تاویل کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ علمائے اہل سنت نے اس روایت کو تسلیم کیا ہے۔

(1) الفصل للوصل المدرج فی النقل

(2) بلاغات ابن شہاب زہری و ادراجاتہ فی الکتب الستہ ص125

اب ہم بطور اختصار چند علمائے اہل سنت کے بیانات اس روایت کی بابت بیان کرتے ہیں:

۱۔ عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون سبتی (م544ق) اہل سنت کے ہاں بہت بڑا نام اور صحیح مسلم کے شارح ہیں۔ انہوں نے ادراج کی طرف اشارہ کیے بنا اور ہجران کو متن کا جز سمجھتے ہوئے کوشش فرمائی ہے کہ حضرت زہراؑ کی اس ناراضگی کی تاویل کریں۔ موصوف لکھتے ہیں: بی بیؑ کا جناب ابوبکر سے ہجران اس معنی میں نہیں کہ آپ جناب ابوبکر سے ملنا نہیں چاہتی تھیں اور یہ ہجران اس حرام ترک تعلق میں سے نہیں تھا جس میں انسان سلام تک نہ کرے اور ملتے وقت منہ پھیر لے[1]۔

۲۔ دوسری شخصیت یحییٰ بن ہبیرہ بن محمد ابو مظفر شیبانی (م560) ہیں۔ انہوں نے جناب ابوبکر اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ناراضگی کو جناب عائشہ کی روایت کا جز تسلیم کیا ہے اور آگے ہجران و ترک تکلم کو میراث کے مورد میں خاص کیا ہے موصوف لکھتے ہیں:

البتہ حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ حضرت فاطمہؑ، ابوبکر پر غضبناک ہوئیں[2]۔۔۔۔۔

انہوں نے اول تو ناراضگی والے متن کو جناب عائشہ کا کلام تسلیم کیا ہے دوسرے مرحلے میں جو تاویل کی ہے وہ یہ کہ کلام نہ کرنے سے مراد یہ تھی کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اب میراث کے مسئلہ میں ابوبکر سے ہم کلام نہیں ہونگیں۔ (اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں)

۳۔ احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی (م656ق) صحیح مسلم کے شارحین میں سے ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے مسلم کی تلخیص کی۔ اس کے بعد وہ احادیث جو مشکل تھیں ان کی اپنی کتاب بنام (المفہم لما اشکل من تلخیص مسلم) میں شرح بیان کی۔ انہوں نے بھی غضب و ہجران کو تسلیم کرنے کے بعد کوئی راہ حل نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے موصوف لکھتے ہیں:

(1) شرح النووی علی صحیح مسلم، امام نووی شافعی ج12 ص73 دار احیا التراث عربی بیروت

(2) الافصاح عن معانی الصحاح، ابو المظفر شیبانی، ج1 ص73-74، دار الوطن ریاض

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

یہ گمان نہ کیا جائے کہ بی بیؑ نے ابوبکر کی پیش کردہ روایت کو قبول نہ کرکے انہیں کسی طرح سے متہم کیا ہے بلکہ آپ پر گراں گزرا کہ آپ قرآن میں میراث کے متعلق جو ایک عمومی حکم بیان ہوا اسے ترک کریں اور یوں اشتباہ و سہو کی ابوبکر کی طرف نسبت دی۔[1]

۴۔ چوتھی شخصیت یحییٰ بن شرف ابوزکریا نووی شافعی (م676ق) ہیں جو نہایت معروف شارح صحیح مسلم ہیں۔ انہوں نے بھی غضب و ہجران کو قبول کرنے کے بعد وہی توجیہ فرمائی ہے جو عیاض سبتی نے کی ہے۔[2]

۵۔ اسی طرح شمس الدین کرمانی (م786ق) شارح بخاری، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے غضبناک ہونے اور ہجران کو قبول کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ بشری تقاضہ ہے جو انسان سے سرزد ہو جاتا ہے اور پھر آگے چل کر عیاض سبتی کی تاویل کو قبول کیا ہے۔[3]

۶۔ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (م774ق) اہل سنت کے مقبول مؤرخ و محدث حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے غضبناک ہونے اور ترک تکلم کے بارے لکھتے ہیں: اس کا سبب ہمارے لیے واضح نہیں اور پھر آگے متعدد احتمالات ذکر کئے ہیں۔[4]

۷۔ ابن حجر عسقلانی (م852ق) جنہیں امیر المومنین فی الحدیث بھی کہا جاتا ہے اپنی کتاب شرح صحیح بخاری میں ایک اور تاویل پیش کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں: حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا غضبناک ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپؑ کا ماننا تھا، جناب ابوبکر نے جو حدیث پیش کی ہے وہ قابل تاویل ہے جبکہ ابوبکر ایسا کوئی عقیدہ نہیں رکھتے تھے اور اسی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف واقع ہوا۔[5]

(1)المفہم لما اشکل من تلخیص مسلم، ابراہیم قرطبی، ج 3 ص568دار ابن کثیر دمشق
(2)شرح صحیح مسلم امام نووی ج 12 ص73 دار احیاء تراث العربی
(3)الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری جلد 13 ص75 دار احیاء التراث العربی
(4)البدایہ و النہایہ ج 8 ص 189 ابن کثیر دمشقی مطبوعہ دار ہجر
(5)فتح الباری ابن حجر عسقلانی ج 6 ص202 دار المعرفہ لبنان

۸۔ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد کورانی (م893ق) جو شارحین صحیح بخاری میں سے ہیں، رقمطراز ہیں: حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا یہ ناراض ہونا اور ترک تکلم ان حرام امور میں سے نہیں ہے پھر آگے وہی عیاض سبتی کی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔[1]

۹۔ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (م923ق) اہل سنت کے نامور شارح صحیح بخاری ہیں۔ یہ اپنی کتاب میں حضرت زہراؑ کے جناب ابوبکر پر غضبناک ہونے کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ ہجران اس سبب تھا کہ آپ سلام اللہ علیہا اپنے والد کے ارتحال میں سوگوار تھیں اور اسی وجہ سے خانہ نشین ہوگئیں اور ابوبکر سے کوئی ملاقات نہیں کی۔[2]

۱۰۔ بعض معاصرین علمائے اہل سنت نے بھی غضب و ہجران کو تسلیم کیا ہے اور اس کی توجیہات پیش کرنے کی کوششیں کی ہیں۔[3]

نتیجہ

حضرت زہراؑ کا ابوبکر سے ناراض و غضبناک ہونا اور تا آخر عمر کلام نہ کرنا ثابت و مسلم حقیقت ہے۔ جن علماء اہل سنت نے اسے ادراج قرار دیا ہے وہ بخوبی جانتے تھے کہ اس باب میں کسی قسم کی بھی تاویل و توجیہ کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی لہذا عافیت اسی میں ہے کہ سرے سے اس مسئلہ کا ہی انکار کر دیا جائے کیونکہ آج ایک اہل سنت جس کا دل عشق اہل بیت علیہم السلام سے سرشار ہے، وہ جب یہ سوچے گا کہ واقعاً دختر رسول جو ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا تھیں اور جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خواتین کی سردار کہا تھا، جن کا غضب اللہ کا غضب ہے ایسی ہستی جب جناب ابوبکر سے ناراض ہوگئی اور کلام کرنا چھوڑ دیا، تو وہ صحابہ

(1)الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری ج 6 ص89 دار احیاء التراث العربی
(2)ارشاد الساری ج5 ص192، المطبعۃ الکبری الامیریہ، مصر
(3)الانتصار للصحب و الآل من افتراءات السماوی الضال، ص309، مکتبہ العلوم و الحکم سعودیہ

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

سے متنفر ہو جائے گا، لہذا ان سب سے بچنے کے لیے تاویلات کے بجائے سرے سے اس معاملہ کا منکر ہو کر جان چھڑوانا زیادہ بہتر ہے۔

کیا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا حضرت ابوبکر و عمر کو بددعا کرنا سنداً صحیح ہے؟

سوال

ایک اہم اور تحقیق طلب مسئلہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خلیفہ اول اور ثانی کو بددعا دینے کا ہے۔ سوال یہ پیش آتا ہے کہ کیا اہل سنت کتب میں یہ روایات موجود ہیں کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا قنوت میں ان دونوں حضرات پر نفرین کرتی تھیں؟ اور کیا ان روایات کی سند پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

مختصر جواب

بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے بعد بی بی زہرا سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر کے پاس گئیں اور فدک کی زمین جو حضرت ابوبکر نے آپ کی ملکیت سے اپنی قبضہ میں لے لی تھی، اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ مگر حضرت ابوبکر نے اس کو واپس دینے سے انکار کر دیا جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ناراضگی اور غضب کا سبب بنا۔

بخاری و مسلم نے اس حد تک ہی روایت نقل کی ہے۔ مگر اہل سنت کے دیگر منابع جیسے بلاذری کی کتاب "انساب الاشراف" اور جوہری کی کتاب "السقیفہ" میں نقل ہوا ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے واضح طور پر فرمایا "واللہ لأدعون اللہ علیک۔" اللہ کی قسم! میں خدا کی بارگاہ میں تمہارے لیے بددعا کروں گی۔"

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس کلام کے بعد گریہ کرتے ہوئے ابوبکر کی پاس سے رخصت ہوئیں اور دنیا سے جاتے ہوئے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ "ابوبکر اور عمر کو آپ کے کفن اور دفن کے متعلق باخبر نہ کیا جائے اور انہیں آپ کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے دیا جائے۔"

لیکن ابن قتیبہ دینوری کے مطابق یہ ماجرا اس وقت پیش آیا جب حضرت ابوبکر اور عمر مولا علی علیہ السلام کو واسطہ بنا کر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی عیادت کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے مگر آپ نے ان دونوں سے منہ موڑ لیا۔ قبل اس کے حضرت ابوبکر کوئی بات کرتے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے ان سے اقرار لیا کہ "کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نہیں سنی ہے کہ "رضا فاطمة من رضای و سخط فاطمة من سخطی فمن احب فاطمة ابنتی فقد أحبنی و من أرضی فاطمة فقد أرضانی و من أسخط فاطمة فقد أسخطنی" فاطمہ کی مرضی میری مرضی ہے اور اس کی ناراضگی میری ناراضگی ہے پس جو کوئی بھی میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کرے گا تو یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہؑ کو راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا اور جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا، پھر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا "میں خدا اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم نے مجھے غضبناک کیا" اس کے بعد آپ نے فرمایا "واللہ لادعون علیك فی کل صلاۃ اصلیها" اللہ کی قسم! میں تمہارے اوپر ہر نماز میں نفرین کروں گی۔"

مفصل جواب

اس روایت کا متن جو مندرجہ بالا مضمون میں نقل ہوا وہ مختلف اسناد سے اہل سنت کی کتب میں موجود ہے۔

بلاذری روایت

ابن قتیبہ، اپنی کتاب "الامامة و السیاسة" میں سقیفہ کے واقعہ کے ذیل میں ایک مستقل باب "ذکر السقیفة و ما جری فیها من القول" باندھتے ہوئے عبداللہ ابن انصاری سے نقل کرتے ہیں کہ:

"وحدثنا قال وحدثنا ابن عفیر عن أبی عون عن عبد اللہ بن عبد الرحمن الأنصاری رضی اللہ عنه أن النبی علیه الصلاۃ والسلام لما قبض اجتمعت الأنصار رضی اللہ عنهم إلی سعد بن عبادۃ۔"

جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو انصار سعد بن عبادہ کے پاس جمع ہو گئے۔

https://downloadshiabooks.com/

یہ ایک طویل روایت ہے جس کے شروع میں انصار کے اختلاف اور ان کا انصار کے بزرگ سعد بن عبادہ کے گرد جمع ہونا، بعض مہاجرین کا حضرت ابوبکر کی بیعت کرنا اور حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کا بیعت نہ کرنا اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر ہجوم اور ہتک حرمت کرنا اور امیر المومنین علیہ السلام کو زبردستی بیعت کے لیے لے کر جانا وغیرہ کا مفصل ذکر ہوا ہے۔ روایت اس منزل پر آکر کہتی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا:

انطلق بنا إلى فاطمة فأنا قد أغضبناها فانطلقا جميعا فاستأذنا على فاطمة فلم تأذن لهما فأتيا عليا فكلماه فأدخلهما عليها فلما قعد عندها حولت وجهها إلى الحائط فسلما عليها فلم ترد عليهما السلام فتكلم أبو بكر فقال يا حبيبة رسول الله و الله إن قرابة رسول الله أحب إلي من قرابتي و إنك لأحب إلي من عائشة ابنتي و لوددت يوم مات أبوك أن مت و لا أبقى بعده أفتراني أعرفك و أعرف فضلك و شرفك و أمنعك حقك و ميراثك من رسول الله إلا أني سمعت أباك رسول الله يقول (لا نورث ما تركنا فهو صدقة) فقالت أرأيتكما إن حدثتكما حديثا عن رسول الله تعرفانه و تفعلان به قالا نعم. فقالت نشدتكما الله ألم تسمعا رسول الله يقول (رضا فاطمة من رضاي وسخط فاطمة من سخطي فمن أحب فاطمة ابنتي فقد أحبني و من أرضى فاطمة فقد أرضاني ومن أسخط فاطمة فقد أسخطني) قالا نعم سمعناه من رسول الله قالت فإني أشهد الله و ملائكته أنكما أسخطتماني وما أرضيتماني و لئن لقيت النبي لأشكونكما إليه فقال أبو بكر أنا عائذ بالله تعالى من سخطه و سخطك يا فاطمة ثم انتحب أبو بكر يبكي حتى كادت نفسه أن تزهق و هي تقول و الله لأدعون الله عليك في كل صلاة أصليها ثم خرج باكيا فاجتمع إليه الناس فقال لهم يبيت كل رجل منكم معانقا حليلته مسرورا بأهله وتركتمونى وما أنا فيه لا حاجة لي في بيعتكم أقيلوني بيعتي.

ہم دونوں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس جاتے ہیں کیونکہ ہم نے انہیں غضبناک کیا ہے۔ پس وہ دونوں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس آئے اور اجازت طلب کی مگر آپ نے اجازت

نہ دی۔ وہ دونوں حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئے اور اس معاملہ کا ذکر کیا۔ حضرت علی علیہ السلام ان دونوں کو لے کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس آئے۔ پھر جب وہ دونوں بیٹھے تو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا اور جب دونوں نے سلام کیا تو جواب سلام نہ دیا۔ پھر ابوبکر نے کہا: اے حبیبہ رسول خدا ﷺ، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی قرابت اور رشتہ داری مجھے اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے اور آپ میرے لیے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں۔ کاش میں اس دن مرجاتا جس دن آپ کے والد بزرگوار کا وصال ہوا اور اس کے بعد باقی نہ رہتا۔ کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ میں آپ کے فضل و شرف کی معرفت کے باوجود آپ کو آپ کے حق سے منع کر رہا ہوں۔ میں ایسا نہیں کرتا اگر میں نے آپ کے والد سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ "ہم کوئی چیز وراثت میں نہیں چھوڑتے ہم جو چھوڑ جاتے ہیں، صدقہ ہے۔" جس پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ "کیا تم دونوں یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اگر میں کوئی روایت تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ سے نقل کروں تو تم دونوں اس کا علم حاصل کرو گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ جس پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: تم دونوں کو اللہ کی بارگاہ میں گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ کیا تم دونوں نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا" فاطمہؑ کی مرضی میری مرضی ہے اور اس کی ناراضگی میری ناراضگی ہے پس جو کوئی بھی میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کرے گا یقیناً اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے فاطمہؑ کو راضی کیا اس نے مجھے راضی کیا اور جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا"۔ ان دونوں نے کہا: ہاں ہم نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ جس پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں اللہ اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا اور میں تم دونوں سے راضی نہیں ہوں اور میں جب بھی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کروں گی، تم دونوں کی ان سے شکایت کروں گی۔ جس پر ابوبکر نے کہا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے غضب سے اور پھر ابوبکر نے رونا شروع کر دیا۔ قریب تھا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

جس پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: خدا کی قسم! اللہ کی بارگاہ میں ہر نماز کے بعد تمہارے لیے بددعا کروں گی۔ جس پر ابوبکر روتے ہوئے گھر سے باہر نکلے اور لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ابوبکر کہنے لگے: تم لوگ آج رات اپنے اپنے گھروں کو جاؤ اور آرام سے سو جاؤ اور خوشحال رہو اور مجھے چھوڑ دو مجھے اب تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں میری بیعت سے ہاتھ اٹھالو۔(1)

دوسری روایت

مشہور سنی عالم احمد بن یحیی بلاذری نے یہ روایت ایک اور سند (راویوں کا سلسلہ) سے موسی بن عقبہ سے نقل کی ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت ابوبکر پر نفرین کی ہے:

اَلْبَلَاذِرِیُّ، عَنْ سَعِیدِ بْنِ خَالِدٍ مَوْلَی خُزَاعَةَ، عَنْ مُوسَی بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: دَخَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَی أَبِی بَکْرٍ حِینَ بُوِیعَ. فَقَالَتْ: إِنَّ أُمَّ أَیْمَنَ وَ رَبَاحًا یَشْهَدَانِ لِی أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ أَعْطَانِی فَدَکَ. فَقَالَ: وَ اللهِ مَا خَلَقَ اللهُ أَحَبَّ إِلَیَّ مِنْ أَبِیكِ، لَوَدِدْتُ أَنَّ الْقِیَامَةَ قَامَتْ یَوْمَ مَاتَ، وَلَأَنْ تَفْتَقِرَ عَائِشَةُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ تَفْتَقِرِی، أَفَتَرَیْنِی أُعْطِی الْأَسْوَدَ وَ الْأَحْمَرَ حُقُوقَهُمْ وَ أَظْلِمُكِ وَ أَنْتِ ابْنَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ إِنَّمَا کَانَ لِلْمُسْلِمِینَ، فَحَمَلَ مِنْهُ أَبُوكِ الرَّاجِلَ وَیُنْفِقُهُ فِی السَّبِیلِ، فَأَنَا إِلَیْهِ بِمَا وَلِیَهُ أَبُوكِ، قَالَتْ: وَ اللهِ لَا أُکَلِّمُكَ قَالَ: وَ اللهِ لَا أَهْجُرُكِ. قَالَتْ: وَ اللهِ لَأَدْعُوَنَّ اللهَ عَلَیْكَ. قَالَ: لَأَدْعُوَنَّ اللهَ لَكِ.

موسی ابن عقبہ کہتا ہے: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ابوبکر کی بیعت کے وقت ان کے پاس گئیں اور فرمایا: "ام ایمنؓ اور رباح میرے حق میں گواہی دیتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔ جس پر حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم میرے لیے اللہ نے آپ کے بابا سے زیادہ محبوب کسی کو خلق نہیں کیا ہے۔ بیشک میں اس بات کو پسند کرتا تھا کہ جس دن آپ کے والد کا وصال ہوا

(1) ابن قتیبة الدینوری، ابومحمد عبدالله بن مسلم الوفاة:۲۷۶ه. الامامة و السیاسة، ج۱، ص۱۷، دار النشر:دار الکتب العلمیة - بیروت - ۱۴۱۸ه - ۱۹۹۷م، تحقیق:خلیل المنصور

اس دن قیامت برپا ہو جاتی۔ عائشہ کا تنگدست ہو جانا میرے لیے آپ کے تنگدست ہو جانے سے زیادہ محبوب ہے۔ کیا آپ یہ خیال کرتی ہیں کہ میں کالے اور لال چمڑی والوں کو ان کا حق دوں اور آپ پر ظلم کروں جب کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہیں؟ بیشک یہ مال تمام مسلمانوں کا ہے اور آپ کے بابا نے اسے راہ خدا میں سواروں پر خرچ کیا (یعنی اسلامی لشکر کے سپاہیوں پر) اور میں بھی اس مال کو اسی چیز پر خرچ کروں گا جس پر آپ کے بابا خرچ کیا کرتے تھے۔" جس پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "میں اب ہرگز تم سے بات نہیں کروں گی۔" حضرت ابوبکر نے جواب دیا: "خدا کی قسم! میں آپ پر ظلم نہیں کروں گا۔" حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "میں تمہارے لیے بددعا کروں گی۔" حضرت ابوبکر نے کہا: "میں آپ کے لیے دعا کروں گا۔"(1)

تیسری روایت

چوتھی صدی کے عالم جوہری نے بھی اس مضمون کی روایت نقل کی ہے:

و روی هشام بن محمد، عن ابیه قال: قالت فاطمة، لابی بکر: ان امایمن تشهد لی ان رسول الله صلی الله علیه و آله، اعطانی فدك، فقال لها: یا ابنة رسول الله، و الله ما خلق الله خلقا احب الی من رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم) ابیك، و لوددت ان السماء وقعت علی الارض یوم مات ابوك، و الله لان تفتقر عائشة احب الی من ان تفتقری، اترانی اعطی الاحمر و الابیض حقه و اظلمك حقك، و انت بنت رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم) و سلم، ان هذا المال لم یکن للنبی (صلی الله علیه و آله و سلم) و سلم، و انما کان مالا من اموال المسلمین یحمل النبی به الرجال، وینفقه فی سبیل الله، فلما توفی رسول الله (صلی الله علیه و آله وسلم) و سلم ولیته کما کان یلیه.

(1) البلاذری، احمد بن یحیی بن جابر (متوفای۲۷۹ه)، انساب الاشراف، ج۱، ص۷۹، تحقیق:سهیل زکار ورياض الزرکلی. الناشر:دار الفکر – بیروت. الطبعة:الاولی، ۱۴۱۷ه - ۱۹۹۶ م.

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

قالت: و الله لا كلمتك ابدا، قال: و الله لا هجرتك ابدا، قالت: و الله لادعون الله عليك، قال: و الله لادعون الله لك، فلما حضرتها الوفاة اوصت الا يصلى عليها، فدفنت ليلا، و صلى عليها عباس بن عبد المطلب و كان بين وفاتها و وفاة ابيها اثنتان و سبعون ليلة۔

اس روایت میں مندرجہ بالا بلاذری کی روایت کا مضمون ہی نقل ہوا ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ: جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر آپ کی نماز جنازہ نہ پڑھے۔ پس آپ کو رات میں دفنایا گیا اور آپ کی نماز جنازہ عباس بن عبد المطلب نے پڑھی۔ آپ کے اور آپ کے بابا کے دنیا سے گزر جانے میں صرف ۷۲ دنوں کا فاصلہ تھا۔[1]

خلاصہ روایات

یہاں تک ان تین روایتوں کی روشنی میں چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:

پہلی بات: حضرت ابوبکر اور عمر فدک کو قبضہ میں لینے کے بعد خود یہ اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ان دونوں کی وجہ سے غضب ناک ہوئیں اور انہوں نے آپ کو رنجیدہ کیا۔ اس خاطر وہ دونوں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس معافی مانگنے آئے۔ انطلق بنا الى فاطمة فانا قد اغضبناها...

دوسری بات: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی ان سے ناراض تھیں اور آپؑ نے انھیں مرتے دم تک معاف نہ کیا کیونکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب شیخین (حضرت ابوبکر اور عمر) آپ کے پاس معافی مانگنے کے لیے آئے، آپ نے ان سے منہ موڑ لیا (حولت وجهها الى الحائط) اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ان دونوں سے اس حد تک غضبناک تھیں کہ جگر گوشہ رسول ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: ''میں تم دونوں کے لیے ہر نماز کے بعد اللہ کی بارگاہ میں بددعا کروں گی۔'' و الله لادعون الله عليك فى كل صلاة اصليها.

(۱) الجوهری، ابی بکر احمد بن عبد العزیز (متوفای ۳۲۳ھ)، السقیفة و فدک، ص ۱۰۱

تیسری بات: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے دو مقامات پر بددعا کرنے کا کہا: پہلی بار بلاذری اور جوہری کی روایت کے مطابق جب حضرت ابوبکر کی بیعت کی جارہی تھی اور آپ نے فدک کا مطالبہ کیا اور اس کے جواب میں انکار ملا، اس وقت آپ نے یہ الفاظ فرمائے اور دوسری بار ابن قتیبہ کی روایت کے مطابق غصب فدک کے بعد جب شیخین حضرت علی علیہ السلام کی درخواست پر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: والله لادعون الله عليك۔

چوتھی بات: جوہری کی روایت کے مطابق حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وصیت کی تھی کہ انھیں رات میں دفنایا جائے کیونکہ رسول ﷺ کی لاڈلی بیٹی اپنے جنازے اور نمازِ میت میں ابوبکر کی شمولیت پر راضی نہ تھیں۔ فلما حضرتها الوفاة اوصت الا يصلى عليها، فدفنت ليلا.

کیا یہ روایات صحیح ہیں؟

اہل سنت اور وہابیوں کے رجال کے دو قاعدوں کے مطابق یہ روایت معتبر اور حجت ہے۔ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا شیخین پر نفرین کرنا تین روایات اور متعدد اسناد سے نقل ہوا ہے اور علمائے اہل سنت کے مطابق جو روایت تین سندوں سے نقل ہو، مستفیض ہے اور روایت مستفیض سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اہلسنت کے نزدیک روایات مستفیض

۱۔ 'سبکی' اپنی کتاب 'رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب' میں مستفیض روایات کے بارے میں علمائے اہل سنت کی آراء کو ذکر کرتا ہے:

و المستفيض... فى الغنية: تزيد على الاثنين و الثلاثة و الاربع. و عبارة صاحب التنبيه: و اقل ما تثبت به الاستفاضة اثنان. و المختار عندنا: ان المستفيض ما يعده الناس شائعا، و قد صدر عن اصل، ليخرج ما شاع - لا عن اصل - و ربما حصلت الاستفاضة باثنين۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

کتاب الغنیۃ میں خبر مستفیض کے بارے میں لکھا ہے کہ خبر مستفیض وہ ہے جو ۲/ سے زیادہ طرق (وہ روایت جسے دو سے زیادہ راویوں کے سلسلہ نے نقل کیا ہو) سے نقل کی گئی ہوں۔ صاحب کتاب تنبیہ کہتے ہیں: اثبات استفاضہ کے لیے کم سے کم ۲/ طرق کا ہونا ضروری ہے۔

الغنیۃ کے مولف نے یہ نظریہ اختیار کیا ہے کہ لوگوں کی نظر میں وہ بات مشہور ہو اور کبھی کبھار دو روایات سے بھی استفاضہ ثابت ہو جاتا ہے۔[1]

۲۔ جزائری دِمشقی لکھتا ہے:

"و اقل ما تثبت به الاستفاضة اثنان" کم سے کم استفاضہ ثابت کرنے کے لیے دو طرق کا ہونا ضروری ہے۔[2]

۳۔ امام شوکانی بھی اس بارے میں لکھتے ہیں:

و القسم الثانی المستفیض و هو ما رواه ثلاثة فصاعدا و قیل ما زاد علی الثلاثة و قال ابو اسحاق الشیرازی اقل ما تثبت به الاستفاضة اثنان۔

مستفیض وہ ہے کہ جس کو تین سے زیادہ لوگوں نے نقل کیا ہو اور ایک ضعیف قول کے مطابق مستفیض وہ ہے جس کے تین سے زیادہ طرق ہوں اور ابو اسحاق شیرازی کہتا ہے: استفاضہ کو ثابت کرنے کے لیے کم سے کم ۲ طرق کا ہونا ضروری ہے۔[3]

۴۔ حسن عطار لکھتا ہے کہ:

(1) السبکی، تاج الدین ابی النصر عبد الوهاب بن علی بن عبد الکافی (متوفای ۶۴۶ھ)، رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب، ج۲، ص۳۰۸، تحقیق: علی محمد معوض، عادل احمد عبد الموجود، دار النشر: عالم الکتب - لبنان، بیروت - ۱۹۹۹م - ۱۴۱۹ھ الطبعة: الاولی

(2) الجزائری الدمشقی، طاهر بن صالح بن احمد (متوفای: ۱۳۳۸ھ)، توجیه النظر الی اصول الاثر، ج۱، ص۱۱۲، تحقیق: عبد الفتاح ابوغدة، ناشر: مکتبة المطبوعات الاسلامیة - حلب، الطبعة: الاولی، ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵م.

(3) الشوکانی، محمد بن علی بن محمد (متوفای ۱۲۵۵ھ)، ارشاد الفحول الی تحقیق علم الاصول، ج۱، ص۱۳۷.

و قد یسمی ای المستفیض مشهورا و اقله من حیث عدد راویه ای اقل عدد روی المستفیض اثنان و قیل ثلاثة الاول ماخوذ من قول الشیخ فی التنبیه و اقل ما یثبت به الاستفاضة اثنان۔

کبھی کبھار حدیث مستفیض کو حدیث مشہور بھی کہا جاتا ہے اور استفاضہ ثابت کرنے کے لیے کم از کم دو طرق کا ہونا ضروری ہے اور بعض نے کہا ہے: تین طرق کا ہونا ضروری ہے۔ پہلا قول (۲ طرق والا) شیخ کی کتاب التنبیہ سے لیا گیا ہے۔ اور استفاضہ کے لیے کم از کم ۲ طرق کا ہونا ضروری ہے۔[1]

یہاں تک یہ بات ثابت ہوئی کہ خبر مستفیض کے لیے کم سے کم دو روایات کا ہونا ضروری ہے اور ہمارے زیر بحث روایت تین طرق سے آئی ہے۔ اب ہم علمائے اہل سنت کے وہ اقوال ذکر کریں گے جن کے مطابق خبر مستفیض خبر مشہور کی ایک قسم ہے۔

محمد جلال الدین قاسمی لکھتے ہیں:

التاسع، المستفیض: هو المشهور، علی رای جماعة من ائمة الفقهاء۔

فقہاء کی ایک جماعت کے مطابق خبر مستفیض خبر مشہور ہی ہے۔[2]

ابن قدامہ خبر مستفیض کی حجیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

لان الاستفاضة اقوی من خبر الثقة۔

استفاضہ خبر ثقہ سے زیادہ قوی ہے۔[3]

حسن ابن عطار کے مطابق:

(1) حسن العطار (متوفای ۱۲۵۰ ھ)، حاشیة العطار علی جمع الجوامع، ج۲، ص۱۵۶، دار النشر: دار الکتب العلمیة - لبنان، بیروت، الطبعة: الاولی ۱۴۲۰ھ - ۱۹۹۹م.

(2) القاسمی، محمد جمال الدین (متوفای ۱۳۳۲ھ)، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، ج۱، ص۱۲۴، ناشر: دار الکتب العلمیة - بیروت، الطبعة: الاولی، ۱۳۹۹ھ - ۱۹۷۹م.

(3) ابن قدامة المقدسی، عبدالله بن أحمد بن محمد ابومحمد الوفاة: ۶۲۰، الکافی فی فقه ابن حنبل، ج۳، ص۱۹۲.

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

وقد یسمی ای المستفیض مشهورا۔

اور کبھی کبھار مستفیض کو مشہور بھی کہا جاتا ہے۔[1]

اس روایت کے طرق کی تعداد کتنی ہے؟

ابن تیمیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ اگر ایک روایت مختلف طرق رکھتی ہو یعنی (ایک روایت کو مختلف لوگوں نے بیان کیا ہو) تو یہ مختلف طرق روایت کی صحت میں ایک دوسرے کی تقویت اور مدد کرتے ہیں اور ایسی روایت کو قبول کیا جاتا ہے اور کبھی کبھار اس کے صادر ہونے کا (یعنی سچی اور واقعی ہونے کا) علم حاصل ہوتا ہے چاہے اس کے راوی فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو، چہ جائیکہ کہ اس کے راوی علمائے عادل ہوں۔

فان تعدد الطرق و کثرتها یقوی بعضها بعضا حتی قد یحصل العلم بها و لو کان الناقلون فجارا فساقا فکیف اذا کانوا علماء عدولا.[2]

خلاصہ بحث

۱۔ ان روایات کے مطابق حضرت زہرا سلام اللہ علیہا جناب ابوبکر سے ناراض تھیں اور آخر عمر تک ناراض رہیں اور آپ کا حضرت ابوبکر سے آخری خطاب یہ تھا کہ "تم پر ہر نماز کے بعد لعنت کروں گی۔"

۲۔ یہ روایات اہل سنت اور وہابیوں کے رجالی قواعد کے مطابق معتبر ہیں۔

۳۔ بہت سے علمائے اہل سنت کے مطابق خبر مستفیض، خبر مشہور کے برابر ہے اور حجت ہے۔ حتی بعض کے مطابق خبر ثقہ سے بھی زیادہ قوی ہے اور خود ابن تیمیہ کے قول کے مطابق روایت کا مختلف طرق رکھنا اس کے صادر ہونے کا علم دیتا ہے۔

(1) حسن العطار (متوفای ۱۲۵۰ ه)، حاشیة العطار علی جمع الجوامع، ج۲، ص۱۵۶، دار النشر: دار الکتب العلمیة - لبنان، بیروت، الطبعة: الاولی ۱۴۲۰ه - ۱۹۹۹م.

(2) ابن تیمیه الحرانی الحنبلی، ابوالعباس احمد عبد الحلیم (متوفای ۷۲۸ ه)، کتب ورسائل وفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة، ج۱۸، ص۲۶، تحقیق: عبدالرحمن بن محمد بن قاسم العاصمی النجدی، ناشر: مکتبة ابن تیمیة، الطبعة: الثانیة.

نتیجتاً ہمارے زیر بحث روایت کیونکہ ۳ طرق سے نقل ہوئی ہے، خبر مستفیض ہے۔ پس یہ روایات حجت ہیں۔ حتی بعض کے مطابق خبر ثقہ سے بھی زیادہ قوی ہیں اور یہ روایات کے مختلف طرق ایک دوسرے کی صداقت کا پتا دیتے ہیں۔

حضرت فاطمہؑ کے غسل وکفن میں جناب ابوبکر کی بیوی کا شریک ہونا اور ابوبکر کا جنازہ میں نہ ہونا

کچھ معاندین و مخالفین کے مکتب اہل البیت پر اٹھائے جانے والے اعتراضات میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ: شیعہ ایک بے دلیل دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر سے بی بی فاطمہؑ ناراض رہیں، اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے حضرت زہراؑ کی وفات کی خبر حضرت ابوبکر کو نہیں دی۔

سوال

شیعہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی وفات کے وقت کون سی خاتون موجود تھی؟ اور کس خاتون نے آخری لمحات میں آپؑ کی تیمارداری کی؟

وہ جناب اسماء بنت عمیس زوجۂ جناب ابوبکر تھیں۔ (پس اگر زوجۂ ابوبکر فاطمہ علیہا السلام کی آخری رسومات میں شریک رہیں، ایسے میں ان کے شوہر کیسے اس واقعے سے بے خبر رہ سکتے ہیں؟)

جواب

ہمارا برادران اہلسنت سے سوال ہے: جناب اسماء بنت عمیس اس وقت کس کی زوجیت میں تھیں؟ اگر آپ کہیں کہ پہلے خلیفہ کی زوجیت میں، تو وہ کیسے جناب فاطمہؑ کے غسل وکفن میں شریک ہوتی ہیں جبکہ حضرت ابوبکر کو تو اطلاع تک نہ تھی؟ اس بات کی سنگینی کا احساس خود علماء اہلسنت کو بھی تھا کہ جناب اسماء کی حضرت

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

زہراؑ کے تجہیز و تدفین میں شرکت اور جناب ابوبکر کی عدم شرکت پر کئی سوالات اٹھ سکتے ہیں۔ لہذا انہوں نے اسی میں عافیت دیکھی کہ حضرت اسماء کی شرکت کا سرے سے انکار کر دیا جائے۔

ملاحظہ فرمائیں کتب اہلسنت کے چند حوالے:

جناب قرطبی نقل کرتے ہیں: جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے وصیت کی کہ ان کو اسماء بنت عمیس اور علیؑ غسل دیں۔

ابن فتون کہتا ہے: جناب اسماء بنت عمیس کا غسل دینا بہت بعید ہے۔ کیونکہ جناب اسماء اس وقت حضرت ابوبکر کی زوجیت میں تھی تو کیسے ہو سکتا کہ وہ جناب فاطمہؑ کے غسل میں شریک ہوں [1]۔۔

دوسری روایت ملاحظہ کریں:

ابن حجر عسقلانی نے اپنی دوسری کتاب میں اس بات کا مزید شد و مد کے ساتھ انکار کیا ہے۔:

جناب فاطمہؑ نے وصیت کی کہ ان کو اسماء بنت عمیس اور علیؑ غسل دیں۔ اس بات پہ مجھے اشکال ہے۔ کیونکہ اس وقت جناب اسماء حضرت ابوبکر کی زوجیت میں تھیں اور یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جناب ابوبکر حضرت زہراؑ کی وفات سے لاعلم تھے۔ صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ سے یہ روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت زہراؑ کو رات کی تاریکی میں دفن کیا جبکہ ابوبکر اس سے لاعلم تھے۔ پس کیسے ممکن ہے ان کی زوجہ غسل دیں اور ان کو معلوم ہی نہ ہو۔ [2]

لہذا ان روایات کے بعد شیعوں سے سوال کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ خود آپ کے علماء نے جناب اسماء بنت عمیس کے وہاں موجود ہونے کا انکار کیا ہے۔

جناب عائشہ کو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے آخری وقت میں ان کے پاس نہ جانے دینا:

جب حضرت زہراؑ کی وفات ہوئی، جناب عائشہ آئی اور اندر داخل ہونا چاہا۔ اسماء بنت عمیس نے کہا: آپ کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جناب عائشہ نے اپنے والد گرامی سے شکایت کی کہ آپ کی زوجہ میرے

(1)الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج8, ص266) دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

(2)تلخیص الحبیر، ج2, ص 285

اور رسولؐ کی بیٹی کے درمیان حائل ہیں اور مثل ہودج عروسی اہتمام کیا ہے۔ پس جناب ابوبکر دروازے پر آئے اور جناب اسماء سے کہا: اے اسماء دختر عمیس کے پاس جانے سے رسولؐ کی بیویوں کو کیوں منع کر رہی ہو؟ جناب اسماء نے فرمایا: مجھے فاطمہؑ نے منع کیا ہے۔ [1]

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ جناب فاطمہؑ کی وصیت کا مقصد حضرت عائشہ کو اپنے جنازہ میں شریک ہونے سے روکنا تھا۔ پس اگر جناب اسماء کے بجائے کوئی اور خاتون ہوتی تو جناب عائشہ کو باز رکھنے پر قادر نہ ہوتی جیسا کہ دیگر زوجات مثلاً زینب بنت جحش جیسی زوجہ رسولؐ کے حوالے سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت عائشہ نے ان کے ساتھ جھگڑا کیا۔ پس جناب اسماء بنت عمیس کا ہونا ضروری تھا۔

اس کی وجہ اہلسنت کتب سے ملاحظہ کریں:

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں: جب جناب عائشہ اور رسول خداؐ کا عقد ہوا، میں نے عائشہ کو تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئی۔ [2]

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو جناب عائشہ اور نہ جناب ابوبکر جنازہ پر موجود تھے۔ ان افراد آخری رسومات میں شرکت نہ کرنا علمائے اہلسنت کے اس قول کو محض ایک دعویٰ بلا دلیل ثابت کر دیتا ہے کہ اہلبیتؑ اور صحابہ کے مابین شیر و شکر والے معاملات تھے۔

یہ بات کسی طور ثابت نہیں کی جا سکتی کیونکہ خود علمائے اہل سنت اس چیز کا اقرار کر رہے ہیں کہ اسماء بنت عمیس کی وہاں موجودگی بعید ہے۔ پس اس مقام پر شیعہ سے سوال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس بات کا جواب خود علمائے اہلسنت نے دیا ہے۔

(1)سنن الکبری ج 4، ص 56

(2)معجم الکبیر، ج 24, ص 156

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

امیر المومنینؑ کا حضرت عمر سے کراہت رکھنا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت کے صحیح بخاری میں اشارہ ملتے ہیں جیسا کہ بخاری کی یہ روایت جس میں ہے کہ امام علیؑ، عمر کے وجود سے کراہت کا اظہار فرماتے تھے۔

اہل سنت کے اہم ترین کلامی اور حدیثی مبانی میں سے ایک قاعدہ (امساک عما شجر بین الاصحاب) ہے۔ اس قاعدہ سے مراد ان احادیث کی نقل و اشاعت روکنا ہے جو صحابہ کرام میں اختلاف اور تنازعہ کا سبب بنتی ہیں۔ اور اس کا مقصد صدر اسلام سے متعلق تاریخ کی سنسر شپ کرنا ہے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد جو حوادث پیش آئے ان کے بعد کوئی بھی شخص تمام صحابہ کی عدالت پر یقین اور اعتماد نہیں کر سکتا۔ اور اس عدم اعتماد کا لازمی نتیجہ اہل تسنن کے بہت سے فقہی، عقائدی اور تفسیری مبانی کے باطل ہونے کی صورت میں برآمد ہونا ہے۔

احادیث اور تاریخ کے حقائق کے پیش نظر رسول ﷺ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت اور ان کی عترت اور سقیفہ میں منتخب ہونے والوں کے درمیان شدید اختلاف سامنے آیا۔ اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ رسول ﷺ کی لخت جگر سلام اللہ علیہا خلیفہ اول و دوم پر غضبناک رہیں اور اسی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ اس کی اہم ترین سند وہ روایات ہیں جو صحیح بخاری و مسلم اور دیگر صحاح میں ذکر ہوئیں ہیں، جن میں امام علیؑ کا ابوبکر سے ملاقات میں عمر ابن خطاب کے حضور سے کراہت کا ذکر ہوا ہے۔

خود خلیفہ دوم کا اپنی خلافت کے اواخر میں اس بات کا اعتراف کہ امام علیؑ اور رسول خدا ﷺ کے چچا عباس کی نظر میں ابوبکر اور عمر خائن، گناہ گار اور جھوٹے لوگوں میں سے ہیں اور یہ بات کہ امام علیؑ، عمر کے حضور سے کراہت رکھتے تھے، علمائے اہل سنت پر بہت گراں گزرتا ہے اور ان کی تمام کوششیں اس تلخ حقیقت کی توجیح کرنے میں صرف ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان مسائل کے وجود سے اس بات کا دعویٰ کوئی معنیٰ نہیں رکھتا کہ رسولؐ کی عترت اور خلفاء میں بہت دوستانہ تعلقات تھے۔

آئندہ صفحات میں قارئین کرام ان کاوشوں سے آگاہ ہو سکیں گے جو اس سلسلے میں کی گئیں تاکہ جیسے بھی ہو اہلبیتؑ اور شیخین کے درمیان موجود شدید اختلافات کا انکار کیا جا سکے۔

ضروری ہے کہ پہلے تمام شبہات کا ذکر کیا جائے اور پھر تمام دعووں کا ایک ایک کر کے جواب پیش کیا جائے۔

مخالفین کے شبہات

حضرت عمر کے حضور سے کراہت کا جواب:

شیعہ حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے عمر بن خطاب کا چہرہ دیکھنے سے کراہت آتی ہے۔

اس کے جواب میں ہم تین باتیں ذکر کرتے ہیں۔

پہلا جواب: اہل فن و علم اس بات سے آگاہ ہیں کہ بعض اوقات حدیث کے درمیان راوی اپنی رائے لے آتا ہے اور یہ لازم نہیں ہے کہ راوی کی رائے سو فیصد ٹھیک ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ محض اس کی اپنی رائے ہو۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ امام علیؑ نے ابوبکر سے کہا: ایک خصوصی ملاقات کے لیے میرے پاس آؤ البتہ اکیلے آنا۔ اس سے آگے خود راوی اس بات کا اضافہ کرتا ہے کہ امام علیؑ عمر کے حضور سے کراہت رکھتے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت کچھ اس طرح ہے:

فأرسل إلى أبي بكر: أن ائتنا ولا يأتنا أحد معك، كراهية لمحضر عمر۔[1]

واضح ہے کہ یہ جملہ امام علیؑ سے منقول نہیں ہے۔ اور دوسری دلیل جو یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ راوی کی اپنی بات ہے اور امام علیؑ کا کلام نہیں ہے وہ یہ کہ:

أن ائتنا ولا يأتنا معك أحد، وكره على أن يشهدهم عمر، لما يعلم من شدة عمر عليهم۔[2]

(1) کتاب صحیح بخاری 139/5

(2) کتاب صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۱۵۳

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

یہ روایت ابن حبان سے ہے اور واضح ہے کہ یہ راوی کی اپنی رائے ہے اور کلام امیرالمومنین نہیں ہے۔

ابن حبان کی روایت میں آیا ہے کہ امام علیؑ نے ابوبکر سے کہا: ایک خصوصی ملاقات کے لیے میرے پاس آؤ اور اکیلے آنا۔ اس سے آگے راوی خود سے اضافہ کرتا ہے کہ حضرت علیؑ عمر کے حضور سے کراہت رکھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے عمر ایک گرم مزاج انسان ہے اور ملاقات کو ایک ٹھنڈے ماحول کی ضرورت ہے۔

دوسرا جواب: اگر ان لیا جائے کہ یہ امام علیؑ کا ہی کلام ہے اور انہوں نے ہی فرمایا ہے کہ میں ملاقات میں عمر کے موجود ہونے سے کراہت رکھتا ہوں۔

ایسا کہنے میں کوئی عیب نہیں ہے۔ کیونکہ کسی ملاقات میں کسی خاص شخص کے حاضر ہونے کا ناپسند ہونا اس بات کی دلیل نہیں بنتی کہ پہلا شخص دوسرے شخص کے لیے کسی قسم کا کینہ یا بغض رکھتا ہے۔ مثلاً اکثر ہم اس بات سے کراہت رکھتے ہیں کہ سکول یا کالج کے پرنسپل سے ملاقات میں ہمارے والدین بھی شریک ہوں۔

آیا یہ کراہت یا یہ ناپسندیدگی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے دل میں والدین کے لیے کوئی بغض ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم اپنے والدین سے محبت کرتے ہیں اور یہ کراہت ایک خاص وجہ سے ہے۔

دوسری مثال: ایک خاندان میں آپ کے اور آپ کے بھائی کے درمیان کوئی تنازعہ ہو جاتا ہے۔ باپ، چچا، ماموں یا بھائیوں کے ساتھ ایک بیٹھک رکھی جاتی ہے مگر آپ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ آپ کی والدہ اس بیٹھک میں شریک نہ ہوں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو آپ کو پسند نہ آئے جس سے ممکن ہے کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکیں۔ واضح ہے کہ ایسے مقام پر آپ کو اس خاص بیٹھک میں ماں کا حضور ناپسند ہے نہ یہ کہ معاذاللہ آپ اپنی والدہ کو ہی ناپسند کرتے ہیں۔ کوئی بھی عاقل اور باشعور انسان ایسی غلط تفسیر نہیں کرے گا کہ فلاں شخص اپنی ہی ماں سے بغض رکھتا تھا۔

واضح ہوا کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

۱۔ کسی کی کسی جگہ پر موجودگی سے کراہت

۲۔ خود اس شخص سے بغض۔

یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ روایت میں "کراھیۃ لمحضر عمر" آیا ہے نہ کہ "کراھیۃ لعمر" اور ان دونوں میں واضح فرق ہے۔

نکتہ: اس روایت کے مطابق امام علیؑ کو پسند تھا کہ وہ ابوبکر سے ملاقات کریں اور اسی روایت میں آگے چل کر حضرت علیؑ ابوبکر کی خلافت کی تائید بھی کرتے ہیں اور ان کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ لیکن مدلس اس روایت میں تحریف کرتا ہے کیونکہ جب حضرت علیؑ کی ابوبکر سے محبت ثابت ہو گئی پھر بغض عمر کا دعویٰ بے جا ہے اور ایسا دعویٰ کرنا بیوقوفی ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو حضرت علیؑ ابوبکر سے ملاقات کرنا پسند کرتے ہوں اور اسی بیٹھک میں ابوبکر کی تعریف کریں اور ان کی خلافت کی تائید کریں اور دوسری طرف ہم کہیں کہ حضرت علیؑ عمر سے بغض رکھتے تھے۔ پس واضح ہوا کہ روایت میں جان بوجھ کر تحریف کی گئی ہے۔

تیسرا جواب: اگر مان بھی لیا جائے کہ امام علیؑ عمر سے بغض رکھتے تھے، لیکن اس بات پر بھی توجہ ضروری ہے کہ اہل سنت کے مبانی کے مطابق حضرت علیؑ صرف ایک مومن فقیہ اور مجتہد تھے اور معصوم نہیں تھے۔ اور اہل سنت کے مطابق ہر صحابی جو مومن اور فقیہ ہو دوسرے صحابیوں کی طرح اجتہاد کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ غلطی کرے یا کچھ مدت بعد اپنی بات سے رجوع کر لے۔

علمی، منطقی اہم نکتہ: کسی فقیہ کی نظر کو صحیح سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے تمام نظریات کو دیکھا جائے اور تمام نظریات چاہے وہ پہلے کے ہوں یا بعد کے ان کی جمع بندی کی جائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی کسی فقیہ کے کسی ایک نظریے کو اپنی مرضی سے منتخب کر کے باقی نظریات کو نادیدہ کر دے۔

مثلاً: شیخ طوسی ایک کتاب میں ایک راوی کی توثیق کرتے ہیں اور دوسری کتاب میں اسی راوی کی تضعیف کرتے ہیں۔ ہمیں حق نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے ان کی کسی ایک نظر کا انتخاب کر لیں اور دوسری سے صرفِ نظر کر لیں۔ علمی روش و معیار یہ ہے کہ شیخ طوسی کے تمام نظریات پر غور کریں۔ ہم نے کہا کہ حضرت امام علیؑ ایک مومن فقیہ تھے اور انہوں نے متواتر روایات میں واضح طور پر عمر کی تائید کی ہے۔ لہٰذا یہاں ایسا ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ کے اس کے علاوہ دوسرے نظریات کو نادیدہ لیا جائے۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

شبہات کی تحلیل و تحقیق

مندرجہ بالا متن مخالفین کے سوشل نیٹ ورک سے لیا گیا ہے۔ متعدد تحریری خامیوں سے قطع نظر مصنف کے دعووں کو پانچ شبہات میں بیان کر کے اس پر اپنی تحلیل پیش کریں گے۔

پہلا شبہہ: نقل بہ معنی

صحیح بخاری کی روایت میں حضرت علیؑ کی عمر سے کراہت والی عبارت نقل بہ معنی ہے اور یہ حضرت علیؑ کی طرف سے نہیں ہے۔ ابن حبان کی روایت جو اہل بیت اور عمر کے درمیان ناراضگی پر دلالت کرتی ہے وہ بطور قرینہ بیان کی گئی ہے۔

جواب

روایت میں نقل بہ معنی اس شرط پر کے اصل معنی میں کوئی خلل پیدا نہ ہو، جائز ہے۔ بخاری خود اپنی صحیح میں نقل بہ معنی کی عادت رکھتا ہے۔ اگر نقل بہ معنی سے روایات کی حجیت میں خلل پیدا ہوتا ہو، صحیح بخاری کی تمام روایات حجیت اور اعتبار کے لحاظ سے ساقط ہو جائیں گی۔ کیونکہ غالباً امام بخاری کی یہ عادت ہے کہ چاہے متن سند واحد رکھتا ہو دو جگہوں پر ایک ہی طرح سے ذکر نہیں کرتے بلکہ اس کے الفاظ اور اسناد میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ ابن حجر اس بارے میں کہتے ہیں:

...وهنا وهو من نوادر ما وقع له فإنه لا يكاد يخرج الحديث في مكانين فصلا عن ثلاثة بسياق واحد بل يتصرف في المتن بالاختصار والاقتصار وبالتمام وفي السند بالوصل والتعليق من جميع أوجهه وفي الرواة بسياقه عن راو غير الآخر...

یہ اہم ترین موارد میں سے ایک ہے جہاں سند اور متن حدیث میں تصرف نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ بخاری کبھی ایک ہی حدیث کو دو جگہوں پر حتیٰ تین جگہوں پر ایک ہی طرح نقل نہیں کرتا بلکہ ہر متن حدیث میں کوئی تبدیلی لاتا ہے جیسے اختصار و اقتصار (تقطیع) اور اتمام (پوری حدیث سوائے چند الفاظ کے)۔ امام بخاری سند حدیث میں بھی تبدیلی کرتے ہیں اور موصولا یا معلقاً اپنی تمام انواع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

امام بخاری راویوں کے ناموں میں تبدیلی کے ذریعے ایک ہی روایت کو مختلف اسناد کے ساتھ جو پہلی روایت سے بھی مختلف ہوتی ہیں ذکر کرتے ہیں۔[1]

پس نتیجتاً اگر صرف "نقل بہ معنی" سے حدیث ساقط ہوتی ہے اور اپنے مدلول پر کوئی حجیت نہیں رکھتی تو بخاری کی تمام احادیث مخدوش ہو جائیں گی اور یہ ایک ایسی چیز ہے جسے کوئی عالم اہل سنت قبول کرنا نہیں چاہے گا۔

دوسرا نکتہ: صحیح بخاری اور دوسری کتبِ احادیث میں حضرت علیؑ کی عمر سے کراہت والی روایت کی راوی حضرت عائشہ ہیں۔ اور حضرت عائشہ وفات رسول ﷺ کے بعد رونما ہونے والے واقعات کی نزدیک سے شاہد ہیں۔ اب چاہے یہ حدیث حضرت عائشہ سے ہو یا کسی اور صحابی سے، حدیث کے ثابت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اہل سنت تمام اصحاب رسول ﷺ کے سخن کو صحیح اور حجت مانتے ہیں۔

تیسرا نکتہ: مقامِ حیرت ہے کہ برادران اہل سنت حضرت عائشہ یا اپنے دوسرے معتبر راویوں کی بات کو نہ مانیں۔ کیا حضرت عائشہ نے اس ماجرے کو غلط اور مبنی بر کذب نقل کیا ہے؟ یا یہ کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ کی روایت کو بدل ڈالا ہے؟ کیا قرآن کریم کے بعد اہل سنت کے نزدیک صحیح ترین کتاب کی تمام روایات، راویوں کی من گھڑت ہیں؟

دوسرا شبہہ: لفظ کراہت کا مفہوم: لغت اور استعمال عرب کے اعتبار سے

لفظ کراہت نقل بہ معنی ہوا ہے اور اس بات پر کوئی دلالت نہیں کرتا کہ امام علیؑ جناب عمر سے کسی قسم کا بغض یا کراہت رکھتے تھے۔

جواب

کچھ لوگ اپنے ذہنی پس منظر اور کسی خاص مقصد تک پہنچنے کے لیے اپنے ذہن کی من گھڑت باتوں اور توہمات کو حدیث پر لاگو کرتے ہیں۔ جب کہ کسی متن کو صحیح طریقے سے سمجھنے کا معیار عرف اور عقلا ہیں۔ کسی

(1) عسقلانی الشافعی، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج 13، ص: 517، دار المعرفة - بیروت، 1379،

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

متن کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے لفظی، حالی اور مقامی قرائن کے مطابق ہو، نہ کہ متن سے مربوط بے ربط ذہنی توہمات سے۔

اب ہم لفظ کراہت کے معنیٰ اور اس کے لغت قرآن، نیز احادیث نبوی ﷺ میں صحیح استعمال کو ذکر کریں گے اور پھر اس حدیث سے متعلق صحیح معنی کی تحلیل کریں گے۔

لفظ کراہت لغت کے مطابق

معتبر کتب لغات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ لفظ کراہت، تنفر و عدم رضایت اور کسی چیز سے غضب و غصہ کے معنی رکھتا ہے۔

ابن فارس جو معروف عالم لغت ہیں کراہت کے معنیٰ میں لکھتے ہیں:

الکاف و الراء و الهاء أصلٌ صحیحٌ واحد، یدلُّ علی خلاف الرِّضا و المحبّة...

کاف، راء اور ھاء کی اصل صحیح واحد ہے جو محبت اور رضایت کی ضد پر دلالت کرتے ہیں۔[1]

ابن درید جو قدیم ترین اور معتبر ترین علمائے لغت میں سے ہیں، کراہت کو کسی چیز سے غصہ اور غضب کے معنیٰ میں لیتے ہیں۔

و رأیت الکَراهة فی وجهه و الکَراهِیَة سواء ... و تکرهتُ الشیءَ تکرُّهاً، إذا تسخّطته۔

اور کراہت کو اس کے چہرے پر دیکھا (چہرے پر کراہت کا واضح مطلب نفرت ہے)۔ کراہت اور کراہیت ایک ہی معنیٰ میں ہیں اور کسی چیز سے شدید کراہت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اس چیز سے سخت غضبناک ہو۔[2]

واضح ہے کہ ابن درید نے کراہت کو سخط سے تعبیر کیا ہے اور سخط کا معنیٰ معتبر کتابوں میں کچھ یوں آیا ہے:

(1) ابن فارس، احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغه، ج5؛ ص 172، - قم، چاپ: اول، 1404 ه.ق.

(2) ابن درید، محمد بن حسن، جمهرة اللغة، ج2؛ ص 800، بیروت، چاپ: اول، 1988 م.

السُّخط: الکُرهُ؛ و- ضد الرضا. سَخِط یسخَط و تسخّط: غضِب فهو ساخط۔[1]

روشن ہے کہ مندرجہ بالا عبارت میں سخط، کسی چیز سے کراہت رکھنے کے معنیٰ میں ہے اور سخط کی دوسری تعبیر کسی چیز سے غضبناک ہونے کے ہیں۔ راغب اصفہانی سخط کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

السَّخَطُ و السُّخْطُ: الغضب الشدید المقتضی للعقوبة۔

سَخَط اور سخط شدید غصہ کے معنیٰ میں ہے، ایسا غصہ جو شدید عقوبت کا باعث بنے۔[2]

تمام اقوال کی جمع بندی

اہل لغت کے اقوال کی جانب رجوع کرنے سے پتا چلتا ہے کہ کسی چیز سے کراہت کو عدم محبت، عدم رضایت اور غضب سے تفسیر کیا گیا ہے۔

لفظ کراہت قرآن میں

قرآن کریم میں بھی لفظ کراہت اپنے اسی لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ فخر الدین بن محمد، مجمع البحرین طریحی، سورہ الحجرات کی بارہویں آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قوله «فَکَرِهْتُمُوهُ» أی فتحقق بوجوب الإقرار علیکم کراهتکم له و نفور طاعتکم منه فاکرهوا ما هو نظیره من الغیبة۔

یہاں پر «فَکَرِهْتُمُوهُ» کی عبارت ایک ضمنی اقرار کے طور پر لی گئی ہے، یعنی تم اس کام (اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے) سے نفرت کرتے ہو پس لازم ہے کہ اس جیسا کام جو غیبت ہے اس سے بھی کراہت اور نفرت رکھو۔[1]

(1) موسی، حسین یوسف، الإفصاح، ج1؛ ص 184، قم، چاپ: چهارم، 1410 ه.ق.

(2) راغب اصفهانی، حسین بن محمد، مفردات ألفاظ القرآن، ص 402، بیروت، چاپ: اول، 1412 ه.ق.

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

طبری جو اہل سنت کے بڑے مفسروں میں سے ہیں، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة: أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا فكرهتموه الغيبة يقول: كما أنت كاره لو وجدت جيفة مدودة أن تأكل منها، فكذلك فاكره غيبته وهو حي...

جس طرح تم کیڑوں سے بھرے ایک مردار کو کھانے سے کراہت رکھتے ہو اسی طرح اپنے زندہ بھائی کی غیبت کرنے سے بھی کراہت اور نفرت رکھو۔[2]

پس ثابت ہے کہ کراہت کے معنی تنفر کے ہیں اور یہ بات بالکل واضح اور روشن ہے۔

حدیث نبویؐ میں لفظ کراہت

لفظ کراہت احادیث نبوی ﷺ میں بھی اپنے لغوی اور قرآنی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے:

حدثنا أبو الوليد حدثنا شعبة عن الأشعث عن أبيه عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها: أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها وعندها رجل فكأنه تغير وجهه كأنه كره ذلك۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے: ایک دفعہ رسول خدا ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے جبکہ وہاں ایک اجنبی مرد بیٹھا ہوا تھا۔ رسول خدا کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ گویا اس واقعہ سے رسول خدا ﷺ سخت ناراض ہوئے۔[3]

(1)طریحی، فخر الدین بن محمد، مجمع البحرین، ج6؛ ص 359، تهران، چاپ: سوم، 1375 ه.ش.7

(2)طبری، ابوجعفر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج 26، ص: 87، دار المعرفة، بیروت، چاپ اول، 1412

(3)بخاری، محمد بن اسماعیل، ج 5، ص: 1961، دار ابن کثیر، بیروت، 1407، چاپ سوم، تحقیق مصطفی دیب البغاء

مندرجہ بالا روایت میں عائشہ رسول خدا ﷺ کی ناراضگی کو ان کے چہرے کی رنگت بدلنے سے تعبیر کر رہی ہیں۔ یہ قرینہ بالکل واضح ہے کہ کراہت سے مراد نفرت اور عدم رضایت ہے۔ یہ واقعہ ایک اور قابل توجہ بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ حضرت عائشہ کا ایک غیر مرد کی موجودگی میں آنا باعث کراہت ہے کیونکہ یہ بات غیرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ یہی عبارت صحیح مسلم میں واضح تر انداز میں بیان ہوئی ہے جو لفظ کراہت کی تفسیر کے لیے ایک روشن قرینہ ہے۔

ملاحظہ کریں صحیح مسلم کی روایت:

حدثنا هناد بن السري حدثنا أبو الأحوص عن أشعث بن أبي الشعثاء عن أبيه عن مسروق قال قالت عائشة: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندي رجل قاعد فاشتد ذلك عليه ورأيت الغضب في وجهه۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں: رسول خدا ﷺ داخل ہوئے جبکہ میرے پاس ایک غیر مرد بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ پر بہت گراں گزری اور میں نے غصہ کو ان کے چہرے پر دیکھا۔[1]

اسماعیل بخاری کے برخلاف، جو عموماً روایات کے الفاظ میں ردوبدل کر دیتے ہیں یا نقل بہ معنیٰ کرتے ہیں مسلم نیشاپوری نے رسول اللہ ﷺ کی کراہت کی جگہ شدید غصہ کے لفظ کا استعمال کیا ہے۔ یہ روایت ایک بہتر قرینہ ثابت ہو سکتی ہے کہ لفظ کراہت غصہ کے معنیٰ میں ہے۔

لفظ کراہت صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں (کراهية لمحضرعمر)

زیر بحث حدیث میں لفظ کراہت اپنے اسی معنی یعنی عدم رضایت، غضب اور تنفر کے معنی میں استعمال ہوا ہے کہ جس کا اثبات دلائل و قرائن بخوبی کر رہے ہیں۔

(1)قشیری نیشاپوری، مسلم بن الحجاج أبو الحسین، صحیح مسلم، ج 2، ص: 1078، دار إحياء التراث العربي – بيروت، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي 5 جلد

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۱۔ لفظ کراہت کا وضعی ظہور: جیسا کہ لغت قرآن اور روایات میں لفظ کراہت غصہ، نفرت اور عدم رضایت کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے خلیفہ دوم سے امیر المومنینؑ کی کراہت والی روایت میں بھی یہی معنیٰ مراد ہے۔

۲۔ صدر روایت کا قرینہ: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہ کا زمانۂ شہادت تک ابوبکر اور عمر سے ناراضگی اور اختلاف پر دلالت کر رہا ہے۔ یہ قرینہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہ اور حضرت علیؑ ایک اہم مسئلہ پر ابوبکر اور عمر سے تنازعہ رکھتے تھے۔ یہ تنازعہ اس قدر شدید تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی لختِ جگر اپنی شہادت تک ان دونوں سے ناراض اور ان پر غضبناک رہیں۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کی کراہت بھی اسی تنازعہ کا ایک فرعی حصہ ہے۔ اور یہ امر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ امیر المومنینؑ عمر سے ایک خاص ناراضگی اور نفرت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ملاقات میں عمر کے حضور کو تحمل نہیں کر سکتے تھے۔

۳۔ تیسرا قرینہ: اہل بیت اطہارؑ کے حق میں ظلم: زیر بحث روایات واضح طور پر رسول خدا ﷺ کے بعد مسئلہ خلافت میں امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ابوبکر و عمر کے ہاتھوں مظلوم قرار (استبدت علینا بالامر) پانے پر دلالت رکھتی ہیں۔ اور اس ظلم و ستم سے کراہت و نفرت و غضب ہی سازگاری رکھتا ہے۔

۴۔ چوتھا قرینہ: سقیفہ کے منتخبین سے امیر المومنینؑ اور بنی ہاشم کی عدم بیعت: امیر المومنینؑ اور بنی ہاشم کا بیعت نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امیر المومنینؑ اور ابوبکر و عمر کے گروہ میں اختلاف تھا۔ یقیناً ایسے عوامل پیش آئے ہیں جو امیر المومنینؑ کے حضرت عمر سے شدید نفرت اور کراہت رکھنے کا باعث بنے ہیں۔

۵۔ پانچواں قرینہ: امیر المومنینؑ کا جناب عمر کے بارے میں عقیدہ: صحیح مسلم و بخاری اور اہل سنت کے دوسرے معتبر منابع کے مطابق حضرت علیؑ کا عمر کے بارے میں عقیدہ تھا کہ وہ ایک خیانت کار، جھوٹے، گناہگار، اور فاسق انسان ہیں۔ اور یہ عقیدہ اس کراہت و نفرت و غضب سے سازگاری رکھتا ہے۔

۵۔ چھٹا قرینہ: ابن حبان کی صحیح روایت: ابن حبان امیر المومنینؑ اور سقیفہ کے منتخبین کے درمیان شدید اختلاف کے بارے میں لکھتا ہے:

...فأرسل إلى أبي بكر أن ائتنا ولا يأتنا معك أحد كراهة أن يشهدهم عمر لما يعلم من شدة عمر عليهم...

امیر المومنینؑ نے کسی کو ابوبکر کے ہاں بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ اور کسی کو اپنے ہمراہ مت لانا۔ حضرت علیؑ اس بات سے کراہت اور نفرت رکھتے تھے کہ عمر بھی اس ملاقات میں شامل ہو کیونکہ وہ عمر کی اہل بیت اطہارؑ پر سختی سے بخوبی واقف تھے۔[1]

گویا یہ روایت خلیفہ دوم کے اہل بیتؑ پر تشدد پر مبنی طرز عمل کو بیان کر رہی ہے۔ اور خلیفہ دوم کا یہ رویہ امیر المومنینؑ کے عمر کے حضور کو ناپسند کرنے سے مناسبت رکھتا ہے۔

اہل سنت کو چاہیے کہ وہ اس تلخ حقیقت کو قبول کر لیں کہ ان کے خلفاء اہل بیتؑ کے ساتھ بے حد سخت رویہ رکھتے تھے۔ شدید دھمکیوں کے علاوہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے گھر پر دھاوا بولنا، آگ لگانا اور انہیں روحی و جسمانی صدمات پہنچانے کا ایک سلسلہ ہے جس سے اوراقِ تاریخ مملو ہیں۔

ہمیں جان لینا چاہیے کہ عترت پیغمبر ﷺ سے کسی بھی قسم کی مخالفت اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نیز ایسے لوگوں کی عاقبت کیا ہوگی؟ مندرجہ ذیل روایت کو حاکم نیشاپوری نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح مسلم و بخاری کے رجالی مبنیٰ کی بنیاد پر صحیح جانا ہے۔ نیز ذہبی جیسے متعصب اور سخت انسان نے بھی اس روایت کو صحیح مانا ہے۔

أخبرنا أبو أحمد محمد بن محمد الشيباني من أصل كتابه ثنا علي بن سعيد بن بشير الرازي بمصر ثنا الحسن بن حماد الحضرمي ثنا يحيى بن يعلى ثنا بسام الصيرفي عن الحسن بن عمرو الفقيمي عن معاوية بن ثعلبة عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال

(1) تميمي، بستي، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان، ج 11، ص: 152، مؤسسة الرسالة – بيروت، چاپ دوم، 1414 – 1993، هجده جلد

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أطاعني فقد أطاع الله و من عصاني فقد عصى الله ومن أطاع عليا فقد أطاعني و من عصى عليا فقد عصاني. هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه. تعليق الذهبي في التلخيص: صحيح.

ابوذر کہتے ہیں: رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی میری اطاعت کرے، یقیناً اس نے خدا کی اطاعت کی ہے اور جس نے بھی مجھ سے بغاوت کی یقیناً اس نے خدا سے بغاوت کی اور جس کسی نے بھی علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس کسی نے بھی علیؑ کے حکم سے بغاوت کی اس نے مجھ سے بغاوت کی۔[1]

مندرجہ بالا روایت کے مطابق امام علیؑ سے ہر قسم کی نافرمانی اور بغاوت رسول اللہ ﷺ سے نافرمانی کے مساوی ہے سو نتیجتاً خلیفہ اول و دوم نے حضرت علیؑ سے بغاوت کر کے خدا سے بغاوت کی ہے۔

۷۔ ساتواں قرینہ: ابوبکر کا امام علیؑ سے تنہائی میں ملاقات کا عمر کو خوف: اہل سنت کی معتبر روایات کے مطابق جناب عمر ابوبکر کے تنہائی میں امام علیؑ سے ملاقات کرنے سے خوفزدہ تھے۔ بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

... فأرسل إلى أبي بكر أن ائتنا ولا يأتنا أحد معك كراهية لمحضر عمر فقال عمر لا والله لا تدخل عليهم وحدك فقال أبو بكر وما عسيتهم أن يفعلوا بي والله لآتينهم...

امیرالمومنین نے کسی کو ابوبکر کے ہاں بھیجا کہ ہمارے ہاں آؤ اور کسی کو اپنے ساتھ مت لانا۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ عمر سے کراہت و نفرت رکھتے تھے۔ عمر نے ابوبکر سے کہا: خدا کی قسم! تم اکیلے ان کے ہاں نہیں جاؤ گے۔ ابوبکر نے کہا: میرا نہیں خیال کہ وہ لوگ مجھے کوئی نقصان پہنچائیں۔ خدا کی قسم! میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا۔[2]

(1) حاكم نيشابوري، محمد بن عبدالله أبو عبدالله، المستدرك على الصحيحين، ج 3، ص: 130، دار الكتب العلمية - بيروت، چاپ اول، 1411 - 1990، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا

(2) بخاري، محمد بن اسماعيل، ج 4، ص: 1549، دار ابن كثير، بيروت، 1407، چاپ سوم، تحقيق مصطفى ديب البغاء

عمر کا ابوبکر کو تنہائی میں امام علی علیہ السلام سے ملاقات میں خطرے کا امکان ظاہر کرنا اور اس کام سے شدت کے ساتھ روکنا اس بات کی علامت ہے کہ اہل بیتؑ اور ان کے درمیان شدید تنازعہ تھا اور یہی بات امام علیؑ کے حضور سے کراہت اور نفرت رکھنے کے ساتھ سازگار ہے۔

اہل سنت برادران کو سوچنا چاہیے کہ ایسا کون سا جھگڑا تھا کہ جناب عمر، ابوبکر کے لیے جان کا خطرہ محسوس کر رہے تھے؟ آخر ان کا اہل بیت اطہارؑ کے ہاں جانا انہیں کیا نقصان پہنچا سکتا تھا؟ کیا یہ خوف اس وجہ سے تو نہیں تھا کہ انہیں لوگوں نے صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے گھر پر دھاوا بولا تھا؟

جمع بندی

مندرجہ بالا قرائن حضرت علیؑ کی عمر سے کراہت کے معنیٰ کو بالکل روشن و واضح کر دیتے ہیں کہ امام علیؑ کی یہ کراہت بغض، غصہ اور نفرت کے معنیٰ میں تھی۔

قابل ذکر ہے کہ جو شبہات ان سوشل نیٹ ورکس میں ذکر ہوئے ہیں وہ سب خیالی پلاؤ سے زیادہ نہیں اور زیر بحث حدیث میں کراہت اور نفرت کے حقیقی معنیٰ سے کوئی ربط نہیں رکھتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شبہ ایجاد کرنے والے بجائے اس کے کہ عقلی شواہد کی بنیاد پر کلام عبارت کی تفسیر کریں، اپنے ذہنی توہمات کو مثالوں کے ذریعے بیان کر رہے ہیں۔

اور حقیقت میں جو مثال دی جا سکتی ہے وہ یہ ہے ایک شخص کو پسند ہی نہیں ہے کہ اس کی نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جس نے اس کے کسی قریبی کو قتل کیا ہو اور اگر وہ اس قاتل کو کسی مجمع میں دیکھ لے تو اس محفل کو ترک کر دے۔

کسی انسان کی موجودگی سے نفرت کو خود اس سے نفرت سے الگ کہنا غلط ہے: ایک اور بات جو غور طلب ہے، وہ عمر کے حضور سے کراہت کا لازمہ خود اس سے کراہت ہے۔

بلاغی اعتبار سے بھی جب ایک عاشق حتیٰ معشوق کے آثار سے بھی عشق کرتا ہے تو خود اس معشوق سے کہ اندر عشق کرتا ہوگا۔ عاشق تو ان در و دیوار سے بھی محبت کرتا ہے جہاں سے معشوق کا گذر ہوا ہو اور یہ اس کی بے پناہ محبت کا ثبوت ہے۔ عاشق تو اس محفل سے بھی عشق کرتا ہے جس میں عاشق معشوق کے ساتھ

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ہو، یا وہ سانسیں جو اس نے معشوق کے ساتھ گزاری ہوں، کیونکہ یہ چیزیں معشوق کی نشانیاں ہیں۔ اور یہی امر کسی سے نفرت میں بھی صادق آتا ہے۔

انسان کبھی اپنی ماں کے قاتل کے کسی بھی قسم کے آثار کو پسند نہیں کرتا۔ وہ ایسی محفل میں نہیں جاتا جہاں اس کی ماں کا قاتل موجود ہو۔ کیونکہ وہ قاتل کی طرف منسوب ہر نشانی سے نفرت کرتا ہے۔ ہماری بحث میں امیر المومنین علیہ السلام ملاقات میں عمر کی موجودگی سے نفرت کرتے ہیں، جبکہ خود جناب عمر جو اہل بیتؑ کے ساتھ سخت متشدد قسم کا رویہ رکھتے تھے سخت منفور تھے۔ جیسا کہ ابن حبان کی صحیح میں اعتراف ہوا ہے۔

3: تیسرا شبہہ: امیر المومنینؑ کی جناب ابوبکر سے بیعت اور ان سے محبت کا دعویٰ

اسی روایت کے تسلسل کے مطابق امام علیؑ نے ابوبکر کی بیعت کی اور ان کے ساتھ ایک محبت آمیز رویہ رکھا۔

جواب

اس شبہہ کو بیان کرنے والے کا دعویٰ ہے کہ امیر المومنینؑ کا جناب ابوبکر اور عمر کے ساتھ رابطہ بہت محبت آمیز تھا۔ جبکہ متعدد دلائل اس مدعا کو رد کر رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ فقط خلیفہ دوم کے اسی اعتراف پر توجہ دی جائے جس میں وہ کہہ رہے ہیں: کہ کے امام علیؑ کے نزدیک وہ ایک جھوٹے، خائن اور فاسق شخص تھے تاکہ یہ توہم محبت بھی دور ہو جائے۔

ضمناً یہ شبہہ ایجاد کرنے والے موصوف اس بات کے قائل تھے کہ روایت میں یہ کلمات امام علیؑ سے نہیں بلکہ راویوں کے نقل بہ معنیٰ پر مشتمل ہیں۔ یہی دعویٰ اس بات کا باعث بنتا ہے کہ وہ اس روایت کے اگلے حصے کو قابلِ استدلال قرار دے سکے اور اس کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کر سکے۔

چوتھا شبہہ: حضرت امام علیؑ کا فقط ایک مومن فقیہ ہونا

شبہہ وارد کیا گیا ہے کہ: امام علیؑ صرف ایک مومن فقیہ ہیں اور ممکن ہے کہ ان سے خطا سرزد ہو جائے لہذا ہم پر ان سے پیروی کرنا لازم نہیں۔۔۔

جواب

مدعی امام علیؑ کے مقام کو ایک عام مومن فقیہ کی حد تک نیچے لے آیا ہے۔ اور اس کام سے ان کا مقصد صرف امامؑ کے مقام و منزلت میں خدشات پیدا کرنا ہے۔ نیز ان کی منزلت کو ایک عام فقیہ کی حد تک گرانا ہے تاکہ اپنی دشمنی اور مخالفت کی توجیح کر سکے۔

جبکہ اہل سنت کے معتبر اور صحیح منابع کے مطابق حضرت علیؑ (مع الحق والحق معہ) محور حق ہیں۔ وہ خود قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے (مع القرآن والقرآن معہ)۔ اور یہ بات اہل سنت کے بزرگ علماء سے پوشیدہ نہیں ہے۔ فخر رازی لکھتے ہیں:

أن الدلائل العقلية موافقة لنا وعمل علي بن أبي طالب عليه السلام معنا ومن اتخذ عليا إماما لدينه فقد استمسك بالعروة الوثقى في دينه ونفسه۔

معقول دلائل ہماری رائے سے متفق ہیں اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا عمل ہماری رائے سے متفق ہے اور جس نے بھی علیؑ کو اپنے مذہب کا امام بنایا اس نے واقعی اپنے دین اور اپنی ذات کے لیے ایک مضبوط رسی کو پکڑ لیا ہے۔ (1)

عالم اسلام کی مشکل ہی یہ ہے کہ جو نفس پیغمبرؐ ہے، جو جان پیغمبرؐ ہے اس کو ایک عام فقیہ کی حد تک گرا دیا جاتا ہے!! جو آیہ تطہیر کا مصداق ہے اور خداوند عالم نے اس کو مطلقاً ہر عیب و نقص اور ہر قسم کی کمی سے مبرا

(1) رازی، محمد بن عمر، التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب ج 1، ص 170، دار الكتب العلمية - بيروت - 1421 هـ - 2000 م، چاپ اول

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

فَانْظُرُوا عِلْمَكُمْ هَذَا عَمَّنْ تَأْخُذُونَهُ فَإِنَّ فِينَا أَهْلَ الْبَيْتِ فِي كُلِّ خَلَفٍ عُدُولًا يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ الْغَالِينَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَأْوِيلَ الْجَاهِلِينَ۔

ابوالبختری، حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں: آپ نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ انبیاء درہم و دینار کے مالک نہیں بلکہ ان کی احادیث کے وارث ہوتے ہیں۔ تو جس نے ان کی احادیث میں سے کچھ حاصل کر لیا پس اس نے وافر حصہ پالیا۔ (1)

اس حدیث سے جسے علامہ باقر مجلسیؒ نے مرآۃ العقول میں صحیح کہا ہے استدلال کرتے ہوئے مستشکلینِ کتبِ تشیع اس حدیث کو جناب ابوبکر کی روایت کی تائید میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ بالکل درست بات ہے کہ سیدہ کونینؑ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے وراثت کا مطالبہ کیا، لیکن پھر حضرت ابوبکر کے اس حدیث سنانے پر جو اہل تشیع کی کتب میں بھی موجود ہے واپس پلٹ گئیں۔ پس واضح ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس حدیث کو نہیں گھڑا ورنہ اس موضوع کی روایت شیعہ اپنی کتب میں کیوں لاتے؟

جواب

اولاً: زیر بحث روایت مدعی کے دعویٰ پر دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ مذکورہ روایت کا موضوع میراث نہیں بلکہ یہ علم و عالم کی فضیلت کو بیان کرتی ہے۔

جناب یعقوب کلینی نے اس روایت کو باب: صفة العلم و فضله و فضل العلماء کے تحت ذکر کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں وراثت علمی کی بات ہو رہی ہے نا کہ وراثت مالی کی۔ پس اس روایت کا سرے سے واقعہ فدک سے کوئی ربط نہیں ہے۔

ثانیاً: مخالفین مکتب اہلبیتؑ کا ہمیشہ سے ہی یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ حقائق میں تقطیع کے ذریعے شبہات ایجاد کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ مذکورہ روایت کے ایک حصہ کو نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شیعہ روایات کے مطابق بھی انبیاء کسی قسم کی میراث نہیں چھوڑتے۔ جبکہ روایت کے اگلے

(1) اصول کافی، کتاب، فضل العلم، ج، 1، ص، 72

حصہ کے مطابق انبیاء کا علم، علماء کو بطور ارث ملتا ہے اور علماء، انبیاء کے درہم و دینار کے وارث نہیں بنتے بلکہ ان کے علم کے ورثہ دار ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں وراثت علمی مراد ہے نا کہ وراثت مادی چونکہ انسان کی میراث اس کے اقرباء و اولاد کے لیے ہوتی ہے نا کہ علماء کے لیے۔ نیز اس عبارت سے کسی طور بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ انبیاء کی انؑ کے اقرباء اور ورثاء کے لیے کوئی میراث نہیں ہوتی۔

بالفاظ دیگر اگر اس روایت کا مکمل مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ روایت انبیاء کے اپنی اولاد کے لیے ارث چھوڑنے کی نفی نہیں کر رہی بلکہ روایت اس چیز کو بیان کر رہی ہے کہ انبیاء باقی لوگوں کے لیے جن میں علماء شامل ہیں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ ان کے لیے علم و دانش کو ورثہ قرار دیا ہے۔ جس کی دلیل روایت کا پہلا فقرہ ہے (العلما ورثة الانبياء)۔ اسی نکتہ کو استاد آقای جعفر سبحانی بھی بیان کرتے ہیں: انبیاء کی شان یہ نہیں کہ وہ لوگوں کے لیے درہم و دینار چھوڑیں بلکہ انبیاء کی شان لوگوں کو ہدایت دینا علم و حکمت دینا ہے۔ البتہ اگر ایک نبی رحلت کر جائے تو اس کی اولاد کو اس سے ورثہ نہیں ملے گا، اس حدیث میں ایسا کچھ بیان نہیں ہوا۔

ثالثاً: مخالفین مکتب اہلبیت کا اس روایت سے استدلال ان کے لیے کچھ فائدہ مند نہیں کیونکہ میراث کے موضوع پر چند روایات ان کے اس دعویٰ کی نفی کرتی ہے:

ضمناً ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں: اسی حوالے سے جناب ابوبصیرؒ فرماتے ہیں: حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: رسول خدا ﷺ نے اپنے ترکہ میں تلوار، زرہ، نیزہ، زین، شہیناء نام کا خچر چھوڑا اور ان سب کے وارث علیؑ تھے۔ (1)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ترکہ چھوڑا اور آپ ﷺ کے وارث حضرت امیرالمومنینؑ ہوئے لہذا اس حدیث پر اعتراض کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

(1) (اصول کافی، باب: "ما عند الأئمة من سلاح رسول الله ﷺ و تركاعه ج2، ص125)

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

خلیفہ دوم کی جناب زہرا سلام اللہ علیہا کا گھر جلانے کی دھمکی دینا اور خلیفہ اول کا نماز جنازہ پڑھانا حقیقت یا فسانہ؟

اکثر اہل سنت کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہل تشیع خلفاء پر الزام لگاتے ہیں! جبکہ اہلبیتؑ اور خلفاء کے آپس میں بہت اچھے تعلقات تھے۔ لیکن جب خود اہلسنت کی کتابوں میں انہیں غصب خلافت اور اہلبیتؑ پر کیے جانے والے مظالم کی روایات دکھائی جائیں تو کبھی تو وہ ان روایات کی سند پر اعتراض کرتے ہیں اور کبھی ان روایات کے متن پر کہ یہ روایات جھوٹی ہیں۔ مگر اہل تشیع نے روز اول سے ہی حق کے متلاشی اور بابصیرت افراد کو حقیقت تک پہنچنے کے لیے ان اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اہل سنت کے متقدم علماء کی معتبر کتب میں مروی ایک روایت پر بحث پیش خدمت ہے تاکہ اہلسنت کے علم جرح و تعدیل و رجال کے مطابق اس کے متن و سند پہ مکمل بحث کی جائے تاکہ حق کے متلاشی افراد کے لیے حقیقت عیاں ہو جائے۔

کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کے مؤلف ابن ابی شیبہ جو اہلسنت کے ہاں متقدم علماء میں سے ہیں اور امام بخاری کے اساتید میں شمار ہوتے ہیں اپنی کتاب المصنف میں جو اہلسنت کے ہاں نہایت معتبر کتاب تصور کی جاتی ہے، حضرت عمر کے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کو جلانے کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں۔

اگرچہ کتاب کے پہلے حصہ میں اس پر مختصر بحث گزر چکی ہے لیکن ہم یہاں نہایت تفصیل سے اور سوشل میڈیا پر اٹھنے والے اعتراضات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب عرض کرتے ہیں۔

روایت

حدثنا محمد بن بشر حدثنا عبيد الله بن عمر، حدثنا زيد ابن أسلم، عن أبيه أسلم أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان على والزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم۔

فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم! والله ما من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب وايم الله ما ذاك بباعثي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك أن أمر أن يحرق عليهم البيت، قال: فلما خرج عمر جاؤوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءنا وقد حلف بالله لئن عُدتُم ليحرقن عليكم البيت، وايم الله ليمضين لما حلف فانصرفوا، راشدين، فروا رأيكم ولا ترجعوا إلي، فانصرفوا عنها، فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا لأبي بكر۔

ہم سے بیان کیا محمد بن بشر نے، انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے، انہوں نے زید بن اسلم سے اور زید اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ کی وفات کے بعد ابوبکر کی خلافت کے لیے بیعت لی گئی تو حضرت علیؑ و حضرت زبیر، جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے اس امر (خلافت) پر مشاورت کی، جب یہ خبر جناب عمر تک پہنچی، وہ نکلے یہاں تک کہ حضرت فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا: اے رسول اللہؐ کی بیٹی: اللہ کی قسم! آپ کے والد سے بڑھ کر اس جہاں میں ہمیں کوئی عزیز نہیں اور ان کے بعد ہمیں آپؑ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں لیکن خدا کی قسم یہ بات (یعنی آپکا عزیز ہونا) مجھے اس بات میں مانع نہیں کہ اگر یہ لوگ (حضرت علیؑ و زبیر اور دوسرے اصحاب جنہوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی) دوبارہ آپ کے پاس جمع ہوئے تو میں اس گھر کو اس گھر میں موجود تمام افراد سمیت آگ لگا دوں! جب جناب عمر وہاں سے چلے گئے اور یہ لوگ (حضرت علیؑ، زبیر و دیگر اصحاب) آئے تو حضرت فاطمہؑ نے ان سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے عمر یہاں آئے تھے اور یہ دھمکی دی ہے کہ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ دوبارہ اس گھر میں جمع ہوئے تو میں اس گھر کو اس میں موجود افراد سمیت آگ لگا دوں گا۔ خدا کی قسم! اگر عمر نے ایسا کہا ہے تو وہ ایسا ضرور کرے گا۔ تم یہاں سے جاؤ چاہے مشارت کرو یا جو بھی فیصلہ کرو مگر یہاں نہ آنا۔ اس کے بعد وہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے اور واپس نہ آئے یہاں تک کہ انہوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی"۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

جناب عمر کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہؐ کے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا انہیں سب سے بڑھ کر عزیز ہیں! کیا واقعاً اس دعوے میں کوئی حقیقت تھی؟ کیونکہ دعویٰ تو دعویٰ ہے۔ البتہ ان کا عمل بتاتا ہے کہ اس دعوے میں کتنی حقیقت تھی اور عملی طور پر جناب عمر نے کیا کیا؟ یعنی یہ کہنا کہ یہ عزت و احترام اس گھر کو آگ لگانے میں مانع نہیں ہے۔

جس گھر کے متعلق کتب اہلسنت میں موجود ہے کہ رسول اللہؐ جب بھی اس میں داخل ہوتے، آیت تطہیر کی تلاوت کیا کرتے تھے، جناب عمر اس گھر کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ خدا کی قسم! میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔۔ ان کے دعوے اور عمل میں کس قدر تضاد ہے۔۔۔! کیونکہ عمر، بضعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر جلانے کی دھمکی دے رہے ہیں اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جناب عمر کی اس تند خوئی اور روش سے واقف تھیں۔ ان کا عورتوں پر ظلم اور زدوکوب کرنا ہم اس سے قبل اہلسنت کی معتبر کتب سے پہلے حصہ میں ثابت کر آئے ہیں۔ ان کی سابقہ روش کو جانتے ہوئے حضرت زہراؑ نے کہا: خدا کی قسم! عمر نے ایسا کہا ہے تو وہ ایسا ضرور کرے گا اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ۔

چونکہ یہ روایت خلفاء اور اہلبیتؑ کے مابین تعلقات کی نوعیت کی وضاحت کرتی ہے اور جس کا واضح نمونہ یہ ہے کہ جناب عمر نے کہا: میں اس گھر کو اس میں موجود تمام افراد سمیت آگ لگا دوں گا۔ لہٰذا اس بات کو چھپانے کے لیے کچھ حضرات نے اس روایت پر اعتراضات وارد کیے ہیں۔

اہلسنت علمائے جرح و تعدیل اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں:

امام مذی جو کہ اہلسنت کے ہاں علم رجال کے حوالے سے معتبر علماء میں سے ہیں اور متاخر علماء ان کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کی کتاب میں اگر راوی سے پہلے ع لکھا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحاح ستہ کا راوی ہے۔ یعنی اہلسنت کی 6 معتبر ترین کتب میں اس راوی سے روایات نقل ہوئی ہیں۔ اس روایت میں مجموعی طور پر چار راوی ہیں جن میں سے محمد بن بشر اس روایت کا پہلا راوی ہے۔

پہلا راوی: ع: محمد بن بشر

5088_ع: محمد بن بشر

قال عثمان بن سعید الدارمی عن یحیی بن معین: ثقہ۔

یحیی بن معین اسے ثقہ راوی کہتے ہیں۔

ھو أحفظ مَن کانَ بالکُوفۃ۔

یہ کوفہ کے حافظ ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔[1]

دوسرا راوی: عبید اللہ بن عمر

3668: ع_ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم

و قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل قال یحی بن معین: عبید اللہ ابن عمر من الثقات.

و قال ابوزرعہ: و ابوحاتم ثقۃ. و قال النسائی: ثقۃ ثبت:[2]

تیسرا راوی: زید بن اسلم

2088۔ع۔ زید بن اسلم القُرَشی العَدوی:

و قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل عن أبیہ و ابوزرعہ و ابوحاتم محمد بن سعد و النسائی ابن خراش: ثقۃ[3]

چوتھا راوی: اسلم القُرَشی

407۔ع۔ اسلم القُرَشی العَدوی:

و قال العجلی: مدینی ثقۃ من کبار التابعین۔

و قال أبوزرعۃ: ثقۃ[1]

(1) کتاب تہزیب الکمال فی اسماء الرجال، جمال الدین یوسف المذی، تحقیق دکتر بشار عواد معروف، جلد 24، صفحہ 422/421۔

(2) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جمال الدین یوسف المذی، تحقیق دکتر بشار عواد معروف، جلد 19، صفحہ 474۔

(3) کتاب تہزیب الکمال فی اسماء الرجال، جمال الدین یوسف المذی، تحقیق دکتر بشار عواد معروف، جلد 10، صفحہ 12۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

یعنی سند کے اعتبار سے روایت صحیح ہے۔

اس کے باوجود اس روایت کی سند پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں ایک اعتراض عبیداللہ بن عمر پر کیا جاتا ہے۔

ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

ذَكَرَ يَعقوب ابن شيبة أنّ لِسماع اهل الكوفة منه شيئا۔

یعقوب ابن شیبہ نے کہا ہے: جب اہل کوفہ عبیداللہ بن عمر سے سماع کرتے تھے تو وہ خلل سے دوچار ہوتے تھے۔(2)

یعنی ان کی اس روایات کے سماع میں مشکل واقع ہوتی ہے جبکہ خود اسی کتاب کے محقق نورالدین عتر لکھتے ہیں:

وما نقله الحافظ ابن رجب من قول يعقوب بن شيعبة يخالف إطباق أئمة الفن على توثيقه بإطلاق۔

یہ قول جو کہ حافظ ابن رجب نے یعقوب بن شیبہ سے نقل کیا ہے، مکمل طور پر علم رجال کے علمائے فن کے قول کی مخالفت کرتا ہے۔(3)

پس یعقوب ابن شعبہ کے اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ اہلسنت کی دیگر معتبر کتب میں عبید اللہ بن عمر سے اہل کوفہ کا سماع ثابت ہے اور ان روایات کو قبول کیا گیا ہے۔ خود صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر ایسے موارد موجود ہیں جن میں عبیداللہ بن عمر سے سماع موجود ہے۔

حدثنا أبو أسامة عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال:۔۔۔(1)

(1) کتاب تہزیب الکمال فی اسماء الرجال، جمال الدین یوسف المذی، تحقیق دکتر بشار عواد معروف، جلد 2۔
(2) کتاب شرح علل ترمذی، احمد بن رجب حنبلی، تحقیق نور الدین عتر، جلد 2، صفحہ 608
(3) کتاب شرح علل ترمذی، احمد بن رجب حنبلی، تحقیق نور الدین عتر، جلد 2، صفحہ 608

یہاں ابواسامہ جو کہ اہل کوفہ میں سے ہیں ان کا سماع عبیداللہ بن عمر سے ہے

ایک اور روایت ملاحظہ کریں:

حدثنا محمد بن عبيد بن ميمون حدثنا عيسى بن يونس، عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: كان رسول الله۔۔۔

یہاں بھی عیسی ابن یونس جو کہ اہل کوفہ میں سے ہیں ان کا سماع عبیداللہ ابن عمر سے ہے۔ یعقوب بن شعبہ کے مطابق اہل کوفہ کے عبیداللہ بن عمر سے سماع میں خلل واقع ہوتا ہے۔ جبکہ اہل سنت کی معتبر ترین کتاب میں عبیداللہ بن عمر سے اہل کوفہ کے سماع کے ساتھ روایات نقل ہوئی ہیں اور اس کی سند کے متعلق کوئی نہیں کہتا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ پہلا اعتراض کسی صورت درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مصنف ابی شیبہ کی روایت عبید اللہ بن عمر تک اسی سلسلہ سند کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی روایات موجود ہیں۔

حدثنا أبو بكر بن أبي شيعبة، حدثنا محمد بن بشر العبدي، حدثنا عبيد الله بن عمر عن محمد بن يحيى بن حبان، عن عبد الله بن عمر بن الخطاب رضى الله عنهما قال:۔۔۔(2)

ملاحظہ کریں سابقہ سند نیز اسی سلسلہ سند کے ساتھ صحیح مسلم میں ایک اور جگہ روایت ہے۔

عمر حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا محمد بن بشر، حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع، عن ابن عمر قال: رمقت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔۔۔(3)

اس کے علاوہ ایک مقام پر صحیح مسلم میں یہی سلسلہ سند ہے۔

(1) کتاب الجامع الصحیح، امام البخاری، باب 13، حدیث 900، صفحہ 352۔
(2) کتاب صحیح المسلم، امام مسلم، حدیث 62، صفحہ 522۔
(3) کتاب صحیح المسلم، امام مسلم باب 20، صفحہ 405۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

حدثنا أبا بكر بن أبي شيبة حدثنا محمد بن بشر العبدي، حدثنا عبيد الله ابن عمر، عن أبي الزياد، عن الأعرج، عن أبي هريرة قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الهلال فقال: ---(1)

مندرجہ ذیل تینوں موارد میں وہی سلسلہ سند ہے جو مصنف ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

ایک وہابی عالم دمشقی صاحب اپنی سائیٹ پر مصنف ابن ابی شیبۃ کی یہی روایت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

قلت: هذا رواية منقطعة لأن زيد بن أسلم كان يرسل و أحاديثه عن عمر منقطعه۔

كما صرح به الحافظ ابن حجر۔

میں اس روایت کو نہیں مانتا کیونکہ زید بن اسلم کی روایات مرسل ہیں جناب عمر اور زید کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے۔

جبکہ مصنف ابی شیبہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ زید یہ روایت اپنے والد اسلم سے نقل کر رہا ہے نہ کہ خود بیان کر رہا ہے اس لیے یہ اعتراض انتہائی نامعقول ہے۔

اس کے علاوہ جو اعتراض کیا جاتا وہ اس روایت کے چوتھے راوی اسلم کے بارے میں ہے خود اسلم کی شخصیت کے حوالے سے ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

أسلم مولى عمر ابن الخطاب، من سبي اليمن، أدرك النبي۔

اسلم، عمر بن خطاب کا غلام ہے۔ یمن کے اسیروں میں سے ہے اور اس نے نبیؐ کو درک کیا ہے۔(2)

یعنی اس نے رسولؐ کا زمانہ پایا ہے اور جس نے رسول اللہؐ کو درک کیا ہو اس کے قول کا بھی وہی معیار ہو گا جو ایک صحابی کا ہے۔ کیونکہ جس کے لیے ادرک النبی آجائے اس کے لیے یہی احتمال دیا جاتا ہے کہ اس نے

(1) كتاب صحيح المسلم، امام مسلم، جلد 2، صفحه 712، حديث 20

(2) كتاب أسدالغابة فى معرفة الصحابة، ابن اثير الجزرى، جلد 1، صفحه 246۔

رسول کا زمانہ درک کیا ہے۔ اس لیے اس کے صحابی ہونے کا احتمال موجود ہے اور اہلسنت نے اسلم القرشی کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس نے رسول اللہؐ کا زمانہ درک کیا ہے۔

قال؛ وأنا أحمد بن همران الفارسي، نا محمد بن منصور البلخي قال: ذكره محمد يقول. بن زيد أسامة قال سمعت و ذكر الواقدي قال: بن سعد فيمن أدرك النبي۔

محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ ان افراد میں سے ہے جنہوں نے نبیؐ کا زمانہ درک کیا ہے(1)۔

وهو أسلم ابو خالد ولد زيد، وخالد، وكان من سبي اليمن۔

اسلم ابو خالد، زید کا باپ اور یمن کے اسیروں میں سے تھا(2)۔

یعنی اسلم القرشی یمن کے اسیروں میں سے تھا۔ جب مولا علیؑ یمن سے اسراء اور مال غنیمت لے کر آئے اور رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو اسلم چونکہ اسیر افراد میں سے تھا اس لیے یہ دلیل نہیں دی جا سکتی کہ اس نے رسول اللہؐ کو دیکھا نہ ہو۔ اولاً اس نے زمانہ درک کیا ہے اور دوسرا یہ کہ وہ یمن کے اسیروں میں سے تھا۔ اس لیے احتمال قوی ہے کہ اس نے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا۔ اس لیے کہا گیا کہ ادرک النبی۔ اہلسنت کے علم رجال کے مطابق ادرک النبی کی جو تعبیر اہلسنت کے ہاں ہے اس عنوان سے یہ صحابی کے حکم میں ہے۔ لیکن کچھ افراد ان حقائق کو جاننے کے بعد بھی اگر کہیں کہ روایت میں انقطاع پایا جاتا ہے تو ان کا جواب خود علمائے اہل سنت نے دیا ہے۔ سالم منجی صاحب جو کہ ایک اہلسنت عالم دین ہیں، ان سے جب 'اسلام سوال وجواب سائیٹ' پر اسی روایت کے متعلق سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں: وهذا إسناد صحيح۔

مزید کہتے ہیں:

فيكون حديث بذلك مرسلا، إلا أن الغالب ان أسلم سمع القصة من عمر بن الخطاب أو غيره صحابة الذين عاشوا تلك لحادثة،

(1) تاريخ مدينة دمشق، هبة الله شافعى، جلد 8

(2) تاريخ الصغير، الحافظ امام البخارى، جلد 1، صفحه 164۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ظاہراً حدیث مرسل نظر آرہی ہے لیکن غالب یہ ہے کہ اسلم نے اس قصے کو عمر ابن خطاب سے سنا ہو یا عمر بن خطاب کے علاوہ دیگر اصحاب سے سنا ہو جو اس حادثے کے وقت زندہ تھے۔

لہذا یہ سند اس اعتبار سے صحیح مانی جائے گی اور اس میں ارسال باقی نہیں رہے گا۔

ان سب دلائل کے باوجود بھی اگر کچھ حضرات مصر ہیں کہ ہم نہ اسلم کو صحابی مانتے ہیں اور نہ اس وہابی یا سلفی کی مراسیل کے اس جواب کو، تو انکے لیے اہلسنت کی معتبر ترین کتاب صحیح بخاری میں اسلم سے روایات موجود ہیں:

عن زيد ابن اسلم عن ابيه ان رسول الله أخبرنا مالك، عبد الله بن يوسف، حدثني وعمر بن الخطاب، وسلم كان يسير في بعض أسفاره وهو آله صلى الله تعالى عليه فسأله عمر بن الخطاب عن شيء فلم يجبه، رضي الله تعالى عنه يسير معه ليلا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم سأله فلم يجبه ثم سأله فلم يجبه فقال عمر بن الخطاب ثكلت ام عمر نزرت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث مرات كل ذلك لا يجيبك قال عمر فحركت بعيري ثم تقدمت امام الناس وخشيت ان ينزل في القرآن فما نشبت ان سمعت صارخا يصرخ بي فقلت لقد خشيت ان يكون نزل في قرآن تحت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فسلمت عليه فقال لقد انزلت علي الليلة سورة لهي احب الي مما طلعت عليه الشمس ثم قرأ انا فتحنا لك فتحا مبينا۔[1]

روایت ہے کہ جب رسول اللہ اپنے بعض سفروں پر جاتے تھے تو عمر ابن الخطاب بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ تیز روایت کے سلسلہ سند میں زید روایت نقل کر رہا ہے اپنے والد سے یعنی اسلم سے روایت نقل کر رہا ہے جبکہ اگر اسلم نے وہ زمانہ درک ہی نہیں کیا تو اس روایت کا کیا کریں گے جو صحیح بخاری میں موجود ہے معنعن شیوہ والے سلسلہ سند کے ساتھ صحیح بخاری میں یہ روایت قبول کی گئی ہے جبکہ معنعن تیسیر والے سلسلہ سند پر اعتراض کیے جاتے ہیں!

[1] الجامع الصحیح، امام ابو اسماعیل بخاری، جلد 3، روایت 4177، صفحہ 243۔

اس کا جواب خود علمائے اہلسنت نے دیا ہے: ابن حجر اپنی کتاب میں اسی روایت کے متعلق جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں جانے کے حوالے سے اسلم سے بخاری میں نقل ہوئی ہے کہتا ہے:

الرَّابِعُ وَالسَّبْعُونَ قَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ أخرجه البُخَارِيّ عَن القعْنبِي وَعبد الله بن يُوسُف وَغَيرهمَا عَن مَالِك عَن زَيْد بْن أَسْلَم عَن أَبِيه أَن النَّبِيّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ يسير وَعمر مَعَه الحَدِيث فِي نزُول سُورَة الْفَتْح مُرْسلا وَقد وَصله قراد وَغَيره عَن مَالك قلت بل ظَاهر رِوَايَة البُخَارِيّ الْوَصْل فَإِن أَرَادَ بِأَن الحَدِيث لأسلم عَن عمر فَفِيهِ بعد قَوْله فَسَأَلَهُ عمر عَن شَيْء فَلم يجبهُ فَقَالَ عمر نزرت رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم ثَلَاث مَرَّات كل ذَلِك لَا يجيبك.[1]

اس روایت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں ارسال ہے۔ بخاری کی جو ظاہراً روایت ہے اس میں وصل ہے کیونکہ اس کی ابتدائی صورت اگرچہ وہ آپ کو مرسل نظر آرہی ہے لیکن بعد میں جو روایت کی وضاحت ہو رہی ہے وہ اسلم جناب عمر سے نقل کر رہا ہے، کیونکہ اسلم جس چیز کی وضاحت کر رہا ہے وہ فقط جناب عمر سے ہے کہ رسول اللہ سفر پر جاتے تھے اور عمر ساتھ ہوتے تھے یعنی آگے والی روایت یہ بتا رہی ہے کہ اسلم جو چیز نقل کر رہا ہے یا جو وضاحت ہو رہی ہے وہ عمر سے ہے۔ پس اسلم نے اس واقعہ کو عمر سے سنا ہے اور اس وجہ سے بخاری کی یہ روایت متصل ہے۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری میں ایک اور روایت ہے۔

ان النبي صلى أعن عروة حدثنا عبد الله بن يوسف عن الليث عن يزيد عن عراك أَنَا أَعْلَمُ. الله عليه وآله وسلم خَطَبَ عَائِشَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا تَقَالُ: أَنْتَ أَخِي فِي دِينِ اللهِ وَكِتَابِهِ، وَهِيَ لِي حَلَالٌ۔[2]

[1] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، صفحہ 262۔
[2] الجامع الصحیح، اسماعیل البخاری، جلد 4، باب 11، روایت 5081۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

عروہ نقل کر رہا ہے، رسول اللہ ﷺ سے کہ جب ابوبکر سے انہوں نے عائشہ کا رشتہ مانگا۔ جبکہ عروہ تو اس وقت تھا ہی نہیں اور اس نے وہ زمانہ درک ہی نہیں کیا تو پھر یہ کیسے رسول اللہ سے روایت نقل کر سکتا ہے؟؟

اس کا جواب خود علمائے اہلسنت نے دیا ہے۔ ابن حجر اس روایت کے متعلق کہتے ہیں:

(أن النبی ﷺ خطب عائشة) قال الإسماعیلی: لیس فی الروایة ما ترجم به الباب، وصغر عائشة عن کبر رسول الله ﷺ معلوم من غیر هذا الخبر، ثم الخبر الذی أورده مرسل، فإن کان یدخل مثل هذا فی الصحیح فیلزمه فی غیره من المراسیل. قلت: الجواب عن الأول یمکن أن یؤخذ من قول أبی بکر: إنما أنا أخوك فإن الغالب فی بنت أن تکون أصغر من عمها، وأیضاً فیکفی ما ذکر فی مطابقة الحدیث وإن کان صورة سیاقه الإرسال لا ترجمة ولو کان معلوماً من خارج. وعن الثانی أنه فهم من روایة عروة فی قصة وقعت لخالته عائشة وجده لأمه أبی بکر، فالظاهر، وقد قال ابن عبد أنه حمل ذلك عن خالته عائشة أو عن أمه أسماء بنت أبی بکر البر: إذا علم لقاء الراوی لمن أخبر عنه ولم یکن مدلساً حمل ذلك علی سماعه ممن أخبر عنه ولو لم یأت بصیغة تدل علی ذلك، ومن أمثلة ذلك روایة مالك عن ابن شهاب عن عروة فی قصة سالم مولی أبی حذیفة قال ابن عبد البر: هذا یدخل فی المسند للقاء عروة عائشة وغیرها من نساء النبی ﷺ ولملازمته سهلة زوج أبی حذیفة أیضاً۔[1]

ابن حجر کہتا ہے: "ظاہراً عروہ کی اس روایت کے سیاق میں ارسال نظر آ رہا ہے، لیکن جو قصہ وہ بیان کر رہا ہے اس میں جناب عائشہ موجود ہیں اس لیے اس کے ظاہر کو حمل کیا جائے گا کہ عروہ جو بات نقل کر رہا ہے وہ جناب عائشہ سے نقل کر رہا ہے کیونکہ بات آگے جناب عائشہ کی ہو رہی ہے۔

(1) فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، جلد ۹، باب 11- تزویج الصغار من الکبار، صفحہ 27۔

یعنی اگرچہ روایت میں یوں نہیں ہے کہ عروۃ عن عائشۃ لیکن چونکہ بات آگے جناب عائشہ کی ہے اس وجہ سے یہ اتصال بن جائے گا اگرچہ اس نے وہ زمانہ درک نہیں کیا لیکن اس نے جناب عائشہ سے روایت کو نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ فتح الباری میں ایک اور مقام پر ہے:

(الحدیث الأربعون): قال الدارقطنی، وأخرجه البخاری حدیث مجمد بن طلحة، عن أبیه، عن مصعب بن سعد قال: رأی سعد أن له فضلاً علی من دونه فقال النبی: هل تنصرون وترزقون إلا بضعفائکم. قال الدارقطنی: وهذا مرسل. قلت صورته صورة المرسل إلا أنه موصول فی الأصل معروف من روایة مصعب علی فأخرجه أمثال هذا الساق کثیرا من وقد اعتماد البخاری بن سعد، عن أبیه۔

وقد رویناه فی سنن عمن ذکرهبالروایة ا الراوی معروف کانإذا موصول أنه النسائی، وفی الإسماعیلی وأبی نعیم، وفی الحلیة وفی الجزء السادس من حدیث أبی محمد بن صاعد من حدیث مصعب بن سعد عن أبیه أنه رأی فذکره۔[1]

بخاری کی کتاب میں ایسے موارد بہت زیادہ ہیں جہاں روایت کے سیاق کو دیکھیں تو روایت مرسل نظر آئے گی لیکن بخاری صاحب نے متصل طور پر پیش کی ہے۔ یہ اس لیے کیونکہ راوی معروف ہے کہ وہ فلاں شخص سے روایت کرنے والا ہے۔

یعنی ابن حجر کہہ رہا ہے کہ صحیح بخاری میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جو ظاہراً مرسل ہیں لیکن ان میں اس وجہ سے اتصال پایا جاتا کہ اس روایت میں جو شخص موجود ہے اس شخص نے اس سے یہ روایت نقل کی ہوگی۔

اہلسنت کے تمام علماء کے اقوال اور خود اہلسنت کی معتبر کتابوں میں ایسے موارد درج ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی مصنف ابن ابی شیبہ کی مذکورہ روایت پر اعتراض کرے تو اس کی اس بات کی کوئی اہمیت نہیں۔ چونکہ اگر اسلم کو صحابی نہ بھی مانا جائے تب بھی وہ جس سے روایت نقل کر رہا ہے اس شخص کی وجہ سے وہ روایت

(1) هدی الساری مقدمہ فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، صفحہ 381۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

متصل ہوجاتی ہے۔ مصنف ابی شیبہ کی روایت میں جناب عمر موجود ہیں اور اسلم جناب عمر کا غلام تھا پس اس روش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بھی یہ روایت متصل ہوجائے گی اور اس کے علاوہ صحیح بخاری میں بھی اسلم کی رسول اللہ ﷺ سے نقل کردہ روایات موجود ہیں، جن کی سند پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ لہذا جس نظر سے بھی دیکھیں مصنف ابی شیبہ میں نقل شدہ روایت کی سند متصل ہوجاتی ہے۔

ایک اور اعتراض جو اسلم پر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اس واقعے کے وقت اسلم جناب عمر کا غلام تھا ہی نہیں اور یہ اس وقت وہاں موجود ہی نہیں تھا۔ اس بات کے اثبات کے لئے جو مستند علمی دلیل کی پیش کی جاتی ہے خود اس کی کیا حیثیت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اسلم، مولى عمر ابن الخطاب ويكنى أبا زيد۔

أخبرنا محمد بن عمر قال: حدثني هشام بن سعد، عن زيد بن أسلم، عن أبيه قال: اشترانى عمر بن الخطاب سنة اثنتى عشرة وهى السنة التى قدم بالأشعث فأنا أنظر اليه فى الحديد يكلم أبا بكر الصديق وأبو بكر يقول ابن قيس فيما أسيرًا له: فعلت وفعلت، حتى كان آخر ذلك أسمعُ الأشعث بن قيس يقول: ياخليفة رسول الله استبقنى لحربك وزوّجنى أختك. ففعل أبو بكر، رحمه الله، فمن عليه وزوجه أخته أم فروة بنت تحافة له محمد الأشعث۔[1]

محمد بن عمر، ہشام بن سعد سے، ہشام زید سے اور زید اپنے والد اسلم سے روایت نقل کرتا ہے کہ عمر ابن الخطاب نے اسے 12ھ میں خریدا تھا۔

اس روایت کو بیان کرنے والا پہلا راوی محمد بن عمر ہے یعنی واقدی ہے، خود ان کا اہلسنت علماء کے نزدیک مقام کیا ہے؟ ان کے متعلق امام مزی لکھتے ہیں:

5501: ق۔ محمد بن عمر بن واقد الواقدى

قال البخارى: متروك الحديث۔

(1) کتاب طبقات الکبری، ابن سعد، جلد 5، صفحہ 10

وقال احمد بن حنبل: هو كذاب۔

قال يحى بن معين: ضعيف۔

ليس بشئ[1]: وقال فى موضع الآخر۔

امام بخاری نے متروک الحدیث کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے جھوٹا کہا ہے، یحیی بن معین نے ضعیف کہا ہے، محمد بن عمر کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اس کے علاوہ امام بخاری نقل کرتے ہیں:

1565 - أسلم مولى عمر بن الخطاب القرشى العدوى المدنى، أبو خالد كان من سبى اليمن سنة ١٩، عمر، روى عنه القاسم بن محمد، وزيد بن أسلم قال لى الخزامى عن زيد بن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم توفى أسلم وهو ابن أربع عشرة ومائة وقال لى محمد بن مهران، عن محمد بن سلمة، عن وصلى عليه مروان بن الحكم، ابن إسحاق: بعث أبو بكر عمر بن الخطاب سنة إحدى عشرة، فأقام للناس الحج، وابتاع فيها أسلم۔[2]

ابن اسحاق کہتا ہے: جناب ابوبکر نے 11 ہجری میں عمر بن خطاب کو بھیجا۔ انہوں نے لوگوں کو حج کرایا اور ایک غلام خریدا۔

یہ روایت ابن اسحاق سے نقل ہوئی ہے اور اہلسنت علمائے جرح وتعدیل کے نزدیک ابن اسحاق کے بارے میں سبط شافعی لکھتے ہیں۔

محمد بن اسحاق بن يسار، الامام المشهور صاحب المغازى ممن اكثر عنه خصوصاً عن الضعفاء۔[3]

یہ اکثر ضعفاء سے روایات نقل کرتا تھا۔

(1) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، امام المزی، جلد 26، صفحہ 801_ 118۔
(2) تاریخ الکبیر، امام اسماعیل البخاری، القسم الثانی من الجز الاول، صفحہ 24
(3) التبیین الاسماء المدلسین، سبط ابن العجمی الشافعی، صفحہ 47۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

یعنی ابن اسحاق صاحب مدلس تھے، تدلیس کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اکثر و بیشتر ضعفاء سے نقل کرتے تھے۔ اس بنا پر ان کی روایات میں کتنی حقیقت ہوگی یہ بات واضح ہے۔ لہذا مصنف والی روایت میں ضعف ثابت کرنے کے لیے کوئی معقول اور قوی دلیل موجود نہیں۔

اس کے علاوہ خود مصنف ابن ابی شیبہ میں جناب عمر کی گھر کو آگ لگا دینے کی دھمکی پر مبنی روایت کی سند پر صاحب فن اور علم حدیث و علم جرح و تعدیل میں تخصص رکھنے والے علماء اہل سنت نے کیا کلام کیا ہے؟

مصنف ابن ابی شیبہ میں اسی روایت کے ذیل میں کچھ علماء کے اقوال نقل ہوئے ہیں ہم یہاں یہ اقوال بیان کرتے ہیں:

پہلا شخص سعد شتری جو کہ اہل تشیع کی نسبت انتہائی متعصب ہے، اپنی تحقیق میں کہتا ہے۔

(9)۔صحیح: یعنی روایت کی سند صحیح ہے۔

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبه، حدثنا محمد بن بشر نا عبيد الله بن عمر عن زيد بن أسلم عن أبيه أسلم قال : بلغ عمر بن الخطاب أن ناساً يجتمعون في بيت فاطمة، فأتاها، فقال: يا بنت رسول الله! والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك، ولا بعد أبيك أحب إلينا منك، فقد بلغني أن هؤلاء النفر يجتمعون عندك، وأيم الله، لئن بلغني ذالك، يحرق عليهم البيت. فلما جاءوها فاطمه، فقالت: أن ابن الخطاب قال كذا و كذا، فأنه فاعل ذالك، فانصرفوا عنها حتى يبويع لأبي بكر.[1]

6۔إسناده صحيح.

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے علاوہ اسی کتاب المذکر کی تحقیق کرنے والے ایک اور محقق عمرو بن عبد المنعم کہتے ہیں:

(1) المذكر والتذكير و الذكر، ابن ابی عاصم شیبانی، تحقیق أبی یاسر خالد بن قاسم، صفحہ 91

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبه، حدثنا محمد بن بشر نا عبيد الله بن عمر عن زيد بن أسلم عن أبيه قال : بلغ عمر بن الخطاب أن ناساً يجتمعون في بيت فاطمة، فأتاها، فقال: يا بنت رسول الله! والله ما كان أحد من الناس أحب إلينا من أبيك، ولا بعد أبيك أحب إلينا منك، فقد بلغني أن هؤلاء النفر يجتمعون عندك، وأيم الله، لئن بلغني ذالك، يحرق عليهم البيت. فلما جاءوها فاطمه، فقالت: أن ابن الخطاب قال كذا و كذا، فأنه فاعل ذالك، فانصرفوا عنها حتى يبويع لأبي بكر.

(19) إسناده صحيح.[1]

روایت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔

ان کے علاوہ ایک اور معتبر اہلسنت عالم خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

أخبرنا أحمد بن محمد العتيقي، أخبرنا أبو الفرج أحمد بن محمد بن يسار الصيرفي في سنة سبع وثمانين وثلاث منه قال : حدثنا أحمد بن محمد بن إسماعيل الأدمي، حدثنا الفضل بن سهل الأعرج، حدثنا محمد : محمد بن بشر، حدثنا عبيد الله عمر، عن زيد بن أسلم عن أبيه قال : قال عمر بن الخطاب لفاطمة: يا بنت رسول الله ما كان أحد من الناس أحب إلينا من أبيك، وما أحد بعد أبيك أحب إلينا بن منك.

(3) أثر صحيح، أخرجه ابن أبي شيبه، وفيه قصة[2]

ابن ابی شیبہ کی روایت مکمل تو بیان نہیں کی مگر کچھ حصہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ اس میں ایک قصہ ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ سے اسے اخراج کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ احمد بن حنبل اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے:

(1) المذكر والتذكير والذكر، ابن ابی عاصم الشیبانی، تحیق عمرو بن عبدالمنعم، صفحہ 40

(2) تاریخ مدینة الاسلام، ابی خطیب بغدادی، تحقیق دکتر بشار عواد معروف، جلد 6، روایت 2569، صفحہ 75۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

حدثنا محمد بن إبراهيم ثنا أبو مسعود قال نا معاوية بن عمرو، ثنا محمد بن بشر، عن عبيد الله بن عمر، عن أسلم العدوی قال: لما بويع لأبي بكر بعد النبی ؛ كان علی والزبير بن العوام يدخلان علی فاطمة فيشاورانها، فبلغ عمر، فدخل علی فاطمة فقال: يا بنت رسول الله! ما أحد من الخلق أحب إلينا من أبيك، وما أحد من الخلق بعد أبيك أحب إلينا منك. وكلمها، فدخل علی والزبير علی فاطمة فقالت: انصرفا راشدين، فما رجعا إليها حتی بايعا.[1]

(532)۔ رجال الإسناد ثقات.

اس سند کے راوی ثقہ ہیں۔

ان کے علاوہ جناب سیوطی لکھتے ہیں:

32۔عن أسلم: حين بويع ابابكر بعد رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم.

رواه ابن أبي شيبه في المصنف، سنده صحيح و رجله ثقات إلى أسلم.[2]

اس کی سند صحیح ہے اور اسلم تک سارے راوی ثقہ ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب جو کہ اہل تشیع کے بالکل خلاف اور ان سے بغض رکھنے والے شخص ہیں، اس روایت کے متعلق راقم ہیں:

ابويكر: عن أسلم بإسناد صحيح علی شرط الشيخين، أنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله صلی الله عليه وسلم كان علی والزبير يدخلان علی فاطمة بنت رسول الله صلی الله عليه وسلم فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم، فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمة فقال: يا بنت رسول الله صلی الله عليه وسلم! والله ما من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك، وايم الله ما

(1)فضائل الصحابہ، امام احمد بن حنبل، جلد 1، روایت 532، صفحہ 445۔

(2)مسند فاطمة الزہراء، حافظ جلال الدین سیوطی، صفحہ 75۔

ذاك بما إن اجتمع هؤلاء النفر عندك أن أمر أن يُحرق عليهم البيت. قال : فلما خرج عمر جاؤوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءنی وقد حلف بالله لئن عُدتُم ليحرقن عليكم البيت، وايم الله ليمضين لِمَا حلف عليه، فانصرفوا، راشدين، فروا رأيكم ولا ترجعوا إلی، فانصرفوا عنها، فلم يرجعوا إليها حتی بايعوا لأبي بكر.[1]

شیخین کی شرط کے مطابق اس کی سند صحیح ہے۔

کتاب دراسة نقديه جو عمر بن خطاب کی شخصیت پر لکھی گئی ہے، اس میں عبدالسلام نے لکھا ہے:

قال عمر بن الخطاب لفاطمة بنت رسول الله: ما كان أحد من الناس أحب إلينا من أبيك، وما أحد بعد أبيك أحب إلينا بن منك.[2]

رواه ابن ابی شيبة في المصنف و صحيح من طريق ابن ابی شيبة.[3]

ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اس روایت کو لکھا ہے اور اس کی سند ابن شیبہ کے طریق سے صحیح ہے۔

عبدالسلام صاحب نے اگرچہ روایت مکمل نہیں لکھی بلکہ روایت کا کچھ حصہ بیان کیا ہے مگر سند کو صحیح کہا ہے:

عن أسلم العدوی قال: لما بويع لأبي بكر بعد النبی ؛ كان علی والزبير بن العوام يدخلان علی فاطمة فيشاورانها، فبلغ عمر، فدخل علی فاطمة فقال: يا بنت رسول الله! ما أحد من الخلق أحب إلينا من أبيك، وما أحد من الخلق بعد أبيك أحب إلينا منك. وكلمها، فدخل علی والزبير علی فاطمة فقالت: انصرفا راشدين، فما رجعا إليها حتی بايعا وهذا هو الثابت الصحيح، والذی مع صحة سنده ينسجم مع روح ذلك الجيل وتزكية الله له، وقد زاد الروافض في هذه الرواية واختلقوا إفكاً وبهتاناً وزوراً، وقالوا بأن عمر قال: إذا اجتمع عندك هؤلاء النفر أن أحرق عليهم هذا البيت، لأنهم أرادوا شق عصا المسلمين بتأخرهم عن البيعة، ثم خرج عنها. قلت

(1)ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، شاه ولی الله دهلوی، جلد 4، صفحہ 318۔

(2)دراسة نقدية، عبد السلام، جلد 1، صفحہ 467۔

(3)ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، شاه ولی الله دهلوی، جلد 4، صفحہ 318۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

يليث أن عاد إليها، فقالت لهم: تعلمون أن عمر جاءني وحلف بالله لأن أتتم عدتم إلى هذا البيت ليحرقنه عليكم، وايم الله إنه ليصدقن فيما حلف عليه، فانصرفوا عني فلا ترجعوا إلي، ففعلوا ذلك، ولم يرجعوا إليها إلا بعد ما بايعوا.

(۲)۔أخرجه ابن أبي شيبة: المصنف، إسناده صحيح.[1]

اس کی سند صحیح ہے۔

معاصرین میں حسن بن فرحان المالکی جو ایک بہت بڑی اور معتدل شخصیت شمار کیے جاتے ہیں، لکھتے ہیں:

(كنت أظن الداهمة مكذوبة لا تصح حتى وجدت لها أسانيد قوية، منها: ما أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف بسند صحيح عن أسلم مولى عمر وغير ذالك، لكن ليس كما يبالغ غلاة الشعول كما غلاة الجناياة.[2]

شروع میں میرا گمان تھا کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور صحیح نہیں ہے یہاں تک کہ میں نے اسے عمر خطاب کے غلام اسلم سے صحیح سند کے ساتھ دیکھا۔ یہ سند مصنف ابن ابی شیبہ میں درج ہے۔

یعنی اس کی سند بالکل درست ہے اور اتنے معتبر علماء کے اقوال کے بعد جنہوں نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے، اس کے بعد اس روایت کو قبول نہ کرنے کے لیے کوئی راہ فرار باقی نہیں بچتی۔

متن پر بحث

سند کی بحث واضح ہونے کے بعد اگلا مرحلہ یہ ہے کہ کیا جناب عمر کا یہ عمل قرآن و سنت کے اعتبار سے بھی درست تھا یا نہیں؟

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

(1)تاريخ خلفاء الراشدين اسمى المطالب في سيرة أمير المومنين على ابن ابى طالب، على محمد صلابى، جلد 1، صفحہ 202۔

(2)قراءة فى كتب العقائد، حسن بن فرحان مالكى، صفحہ 46۔

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کر لو۔[1]

قرآن کا یہ اسلوب ہے کہ جب تم کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہو تو پہلے سلام کر لیا کرو۔ لیکن جناب عمر نے کیا کیا؟ آیا قرآنی اسلوب کے مطابق عمل کیا یا قرآن کے حکم کی مخالفت کی؟ جناب عمر کے الفاظ سے واضح ہے کہ انہوں نے کہا: اے بنت النبی! اگر یہ لوگ دوبارہ یہاں جمع ہوئے تو میں اس گھر کو ان تمام افراد سمیت آگ لگا دوں گا۔ یعنی سلام و عا تو دور کی بات سیدھا جا کر دھمکی دی کہ چاہے آپ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہی کیوں نہ ہوں، آپ کو تکلیف پہنچانا رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے مترادف ہی کیوں نہ ہو مگر یہ بات مجھے گھر کو آگ لگانے کی راہ میں مانع نہیں ہے، میں ایسا کر دوں گا۔ اس روایت سے واضح ہے کہ جناب عمر نے قرآن کی اس آیت کی مخالفت کی ہے۔

اہل سنت کی ایک بہت بڑی شخصیت شاہ ولی اللہ دہلوی کہ جنہوں نے اہل تشیع کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر ان کے خلاف کتاب لکھی تاکہ لوگ شیعہ نہ ہوں، انہوں نے خود اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا جناب عمر نے ادب کی رعایت کی یا نہیں، لکھا ہے:

اگر عمر بن خطاب بسب بودن مفسدان در آن خانه كرامت اشيانه و وقوع تدبيرات فتنه انگيز در آنجا آن مردم را تهديد كند با حراق آن خانه چه گناه بر ذمه وى لازم شود و نهايت كار آنكه مراعات ادب مقتضى اين تهديد نبود ليكن معلوم شد كه رعايت ادب در اين قسم امور عظام كسى نميكند.[2]

(1)سورہ نور آیۃ 27۔

(2)تحفہ اثناء عشریۃ، شاہ عبدالعزیز دھلوی، 594۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ٹھیک ہے ادب کی رعایت کرنی چاہئے تھی اور وہ نہیں کی گئی لیکن اکثر ایسے معاملات میں ایسا ہو جاتا ہے اور ادب کا لحاظ نہیں ہوتا۔

یعنی شاہ ولی اللہ دہلوی تسلیم کر رہے ہیں کہ درست ہے جناب عمر کو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا احترام کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ بضعۃ الرسول تھیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ لیکن اتنی فضیلت کے باوجود بھی جناب عمر نے ان کو دھمکی دی، یا جس گھر میں داخل ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ آیت تطہیر کی تلاوت کیا کرتے تھے اس گھر کو آگ لگا دی تو کوئی بڑی بات نہیں، چاہے زبان سے کہہ دیا جائے کہ اے دختر رسولؐ ہمیں دنیا میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اور ان کی وفات کے بعد آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ اس سب کے باوجود جب خلافت یا بیعت جیسے معاملات درپیش ہوں تو کیا ادب ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ جبکہ سنت رسول ﷺ کیا ہے؟ آیا یہ عمل اس سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ خود اہلسنت کتب میں درج ہے:

حدثني عمرو الناقد وابن أبي عمر قال عمرو حدثنا سفيان بن عيينة عن أيوب عن ابن سيرين سمعت ابا هريرة يقول قال أبو القاسم صلى الله عليه وسلم من أشار إلى أخيه بحديدة فإن الملائكة تلعنه حتى يدعه وإن كان أخاه لأبيه وأمه.

ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالقاسمؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے (کسی بھی لوہے، تلوار، خنجر یا کسی ایسی چیز سے اس کو ڈراتا ہے) تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔[1]

اس روایت کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں:

۱۶/۱۷۰: قال النووي في شرح مسلم

فيه تأكيد حرمة السلم والنهي الشديد عن ترويعه وتخويفه والتعرض له بما قد يؤذيه وقوله صلى الله عليه وسلم وإن كان أخاه لأبيه وأمه مبالغة في إيضاح عموم النهي

(1)صحیح مسلم، مسلم نشاپوری، جلد 4، باب 35، روایت 125، صفحہ 45-

في كل أحد سواء من يتهم فيه ومن لا يتهم وسواء كان هذا هزلا ولعبا أم لا لأن ترويع المسلم حرام بكل حال ولأنه قد يسبقه السلاح كما صرح به في الرواية الأخرى ولعن له يدل على أنه حرام وقوله صلى الله عليه وسلم فإن الملائكة تلعنه حتى وإن كان هكذا في عامة النسخ وفيه محذوف وتقديره حتى يدعه وكذا وقع في بعض النسخ.

یہ روایت ایک مسلمان کی حرمت کی تصدیق کرتی ہے اور اس میں ایک مسلمان کو ڈرانے، دھمکانے یا اس پر کسی بھی ایسی چیز سے حملہ کرنے کی شدید ممانعت وارد ہوئی ہے جو اسے نقصان پہنچا سکتی ہو، اور رسول اللہ ﷺ کا کہنا کہ چاہے وہ شخص والد کی طرف سے بھائی ہو یا ماں کی طرف سے، یہ حرمت کی عمومیت کو واضح کرنے میں مبالغہ آرائی ہے (یعنی چاہے ایک عام مسلمان ہی کیوں نہ ہو) اور چاہے یہ مذاق ہے یا کھیل ہو یا نہ ہو، کیونکہ کسی مسلمان کو کسی بھی حال میں ہتھیار سے دہشت زدہ کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں یعنی فرشتوں کا اس پر لعنت کرنا اس کے حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے مطابق کسی بھی شخص کو ڈرانا دھمکانا حرام ہے۔ لیکن جناب عمر نے حضرت زہراؑ کو جا کر کہا: میں اس گھر کو اس میں آنے والے افراد سمیت آگ لگا دوں گا۔ کیا یہ ڈرانا نہیں ہے؟ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟؟ اس بات کا فیصلہ آپ خود فرمائیں۔

اس کے علاوہ مصنف ابی شیبہ کی روایت کے متن میں داخل ہونے کے الفاظ ہیں:

عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

یعنی عمر جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں داخل ہوئے:

اور داخل ہونے کا مطلب ہے کسی کے حضور میں جانا، نہ یہ کہ پردے یا دیوار کے پیچھے سے کلام کرنا۔ اب یہاں پہ دو ہی صورتیں بنتی ہیں یا تو جناب عمر اجازت لے کر آئے ہیں یا بغیر اجازت کے آئے ہیں۔

(1)صحیح مسلم بشرح نووی، امام نووی، جلد 16، صفحہ 180

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اہل تشیع کا نظریہ واضح ہے کہ اجازت نہیں لی گئی اور بغیر اجازت کے داخل ہوئے ہیں جس کے قرائن خود روایت میں موجود ہیں کیونکہ روایت کے اگلے الفاظ ہیں: فلما خرج عمر۔

اور یہ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ بغیر اجازت لیے داخل ہوئے، دھمکی دی اور چلے گئے۔ اور روایت کے اگلے الفاظ:

فلما خرج عمر، جاؤوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءني۔

یعنی روایت کا متن یہ بتاتا ہے کہ جب عمر چلے گئے، اس وقت حضرت علیؑ و دیگر اصحاب آئے اور جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے ان سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو عمر آیا تھا، اور اس انداز سے دھمکی دے کر گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت جناب زہرا سلام اللہ السلام کے گھر میں کوئی محرم موجود نہیں تھا۔ پھر کیا حضرت عمر کا بضعۃ الرسولؐ کے ساتھ ایسا رویہ اپنانا اور ان کے گھر جا کر آگ لگانے کی دھمکی دینا، کیا یہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی توہین نہیں؟ فیصلہ آپ خود فرمائیں۔

اس کے علاوہ متن کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ وہ لوگ گئے اور انہوں نے جا کر ابوبکر کی بیعت کر لی۔۔۔

اولاً: یہ کہ اس میں امیر المومنینؑ شامل نہیں ہیں، جنہوں نے بیعت کی اور خود روایت میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضرت علیؑ نے جا کر بیعت کی۔ اس کے علاوہ اہلسنت کے ہاں معتبر کتاب صحیح بخاری میں 6 ماہ تک کے الفاظ نقل ہوئے ہیں، کہ حضرت علیؑ نے 6 ماہ تک خلیفۂ اول کی بیعت نہیں کی۔ اور یہ بھی مبہم ہے کہ کون لوگ گئے جنہوں نے بیعت کی۔ اس کے علاوہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ سب اصحاب نے بیعت کر لی تھی تو جو بیعت ایسی دھمکیاں دینے کے بعد لی گئی ہو ایسی بیعت اہلسنت کے نزدیک فقہی اعتبار سے کیا اہمیت رکھتی ہے؟ کیونکہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کہہ رہی ہیں کہ عمر نے خدا کی قسم اٹھا کر کہا ہے: اگر ان سب نے بیعت نہ کی تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا اور خدا کی قسم اگر عمر نے ایسا کہا ہے تو وہ ضرور ایسا کرے گا۔ ملاحظہ کریں۔

الحرية الكاملة للمبايع في البيعة، كما فعل الاصحابه رضوان الله تعالى عليهم في بيعة الخلفاء الراشدين، فلم تذكر الروايات أنهم أجبروا أحد على بيعة قط، وانما يبايع باختياره أو يترك، وقد كانوا يبدون اعتراضاتهم ولكنهم يتراجعون بعد الإقتناع بالحجة والبرهان، وبناء على هذا الشرط فبيعة المكره لا تلزم فقد قال ابن

كثير: روى ابن جرير عن الإمام مالك أنه أفتى الناس ببمايعته - أي محمد بن عبدالله بن حسن الذي خرج سنة ١٤٥ هـ - فقيل له: فإن في أعناقنا بيعة للمنصور، فقال: إنما كنتم مكرهين وليس لمكره بيعة فبايعه الناس عند ذلك ولزم مالك بيته وكان هذا هو سبب محنته رحمه الله وجلده. ومما يدل على هذا الشرط أيضا أن البيعة عقد مراضاة واختيار لا سبيل فيها إلى الإجبار والإكراه۔

بیعت کرنے والا بیعت میں مکمل طور پر آزاد ہونا چاہیے، یعنی اس پر کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔ پھر آگے کہتا ہے: اس بنا پر ہم نے جو شرط رکھی ہے (کہ بیعت کرنے والا مکمل طور پر آزاد ہو) اس کے برخلاف اگر کسی کو مجبور کر دیا جائے تو وہ بیعت درست نہیں ہوتی۔

یعنی ایک مجبور شخص جس کو بیعت کے لیے مجبور کیا جائے اس کی بیعت ہی درست نہیں۔

یہاں پر ہمارا ایک سوال ہے: حضرت عمر نے کہا کہ اگر بیعت نہ کی گئی خدا کی قسم میں اس گھر کو اس میں موجود لوگوں سمیت آگ لگا دوں گا اور دوسری طرف بخاری کی روایت کے مطابق امام علی نے 6 ماہ تک بیعت نہیں کی، اب یہاں پہ دو صورتیں بنتی ہیں:

یا تو جناب عمر نے اپنی قسم پہ عمل کیا جیسا کہ حضرت زہراؑ نے کہا: عمر جو کہتا ہے وہ کرتا ہے۔ یعنی جناب عمر نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کو آگ لگائی اور اپنی قسم پوری کی، جس سے شیعوں کا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ قسم پوری نہیں کی اور شرعی قسم توڑ دی کیونکہ قسم میں لفظ جلالہ یعنی خدا کی قسم ہے تو اگر قسم توڑی ہے تو اس قسم کے توڑنے کا کفارہ کوئی ایک معتبر تاریخ، یا کوئی ایک روایت یا گزارش پیش کریں کہ جناب عمر نے کہا ہو: میں نے شرعی قسم توڑی ہے اور اس کا میں نے یہ کفارہ ادا کیا ہے۔

لیکن اگر اس بات پر کوئی ایک بھی تاریخی شاہد نہ مل سکے جس سے یہ پتہ چلے کہ جناب عمر نے کہا ہو: چونکہ میں نے شرعی قسم توڑی ہے اور اس کا کفارہ دیا ہے، تو پھر یہی آپشن بچتا ہے کہ جناب عمر کے قسم پورا کرنے اور بضعۃ الرسولؐ کے گھر کو آگ لگانے کے واقعے کو درست مانا جائے۔

لیکن جب علمائے اہلسنت نے محسوس کیا کہ اس روایت کی وجہ سے خلیفۂ دوم ہر طرف سے پھنس رہے ہیں تو انہوں نے عوام کو حقیقت سے دور رکھنے کے لیے مکمل روایت جو کہ مصنف ابن شیبہ میں درج ہے اس

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

روایت کے متن میں سے ان الفاظ کو ہی حذف کر دیا۔ یعنی روایت میں جہاں دھمکی کے الفاظ ہیں علمی خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ علماء نے وہ الفاظ ہی حذف کر دیے، جس کے چند نمونہ ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

پہلا نمونہ

ابن ابی عاصم متقدم علمائے اہلسنت سے ہیں۔ وہ اپنی کتاب الاحاد والمثانی میں اسی روایت کو نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن بشر، حدثنا عبيد الله بن عمر، حدثنا زيد ابن أسلم، عن أبيه أسلم أن عمر قال لفاطمة رضى الله عنهما: والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك.

جناب عمر نے حضرت فاطمہؑ سے کہا: آپ کے والد سے زیادہ دنیا میں ہمیں کوئی عزیز نہیں ہے اور ان کے بعد آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔[1]

روایت کی سند وہی ہے لیکن دھمکی والے الفاظ درج نہیں کیے گئے۔ خود حاشیہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ سے لی گئی ہے، لیکن دھمکی والے الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں۔

دوسرا نمونہ

اس روایت کی سند شروع میں کچھ متفاوت ہے لیکن آخر میں وہی سند ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔ حاکم نیشاپوری بیان کرتے ہیں: اسلم نے یہ روایت جناب عمر سے نقل کی ہے۔ لیکن روایت کو مکمل نقل نہیں کیا اور متن سے دھمکی والے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔

(حاکم نیشاپوری نے اسلم پر اعتراض وارد کیا ہے کہ جس کا جواب ہم گزشتہ صفحات پر بیان کر آئے ہیں)

حدثنا مكرم بن احمد القاضي ثنا احمد بن يوسف الهمداني ثنا عبد المؤمن بن علي الزعفراني ثنا عبد السلام ابن حرب عن عبيد الله بن عمر عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر رضى الله عنه انه دخل على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال

(1) الاحاد والمثانی، ابن ابی عاصم، جلد 5، روایت 2952، صفحہ 360۔

يا فاطمة والله ما رأيت أحدا احب الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم منك والله ما كان أحد من الناس بعد ابيك صلى الله عليه وآله وسلم احب الى منك.

هذا حديث صحيح الاسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه.[1]

تیسرا نمونہ

جناب ابن عبد البر نے دھمکی والے الفاظ حذف کرنے کا ایک نیا طریقہ اپنایا ہے۔ روایت کسی حد تک مکمل لکھی ہے لیکن جہاں دھمکی والے الفاظ تھے کہ اگر مجھے ان لوگوں کے دوبارہ جمع ہونے کی خبر ملی تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا، ان الفاظ کو حذف کر کے ان کی جگہ لکھا ہے "میں یہ کر دوں گا، میں وہ کر دوں گا"، مگر وہ الفاظ کیا تھے؟ جناب عمر نے کیا کرنے کا کہا تھا؟ ان الفاظ کو حذف کر دیا ہے۔

حدثنا محمد بن أحمد، حدثنا محمد بن أيوب، حدثنا أحمد بن عمرو البزار حدثنا أحمد بن يحيى حدثنا محمد بن نسير، حدثنا عبد الله بن عمر، عن زيد بن أسلم، عن أبيه - أن علياً والزبير كانا حين بويع لأبي بكر يدخلان على فاطمة رضى الله عنهم فيشاورانها ويتراجعان في أمرهم فبلغ ذلك عمر، فدخل عليها، عمر، فقال: يا بنت رسول الله، والله ما كان من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك وما أحد أحب إلينا بعده منك ولقد بلغني أن هؤلاء النفر يدخلون عليك، ولئن بلغني لأفعلن ولأفعلن. ثم خرج وجاءوها، فقالت لهم: إن عمر قد جاءني وحلف لئن عدتم ليفعلن وايم الله ليفين بها، فانظروا في أمركم، ولا ترجعوا إلي. فانصرفوا فلم يرجعوا حتى بايعوا لأبي بكر.[2]

(1) مستدرک علی صحیحین، حاکم نشاپوری، جلد 5، روایت 4797 صفحہ 379۔
(2) الاستیاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبدالبر، جلد 1۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

چوتھا نمونہ

صلاح الدین ابن صفوی نے بھی ایسے ہی الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ خدا کی قسم میں ضرور یہ کام کروں گا اور کام کیا ہے "میں یہ کردوں گا، میں وہ کردوں گا"، یعنی وہ دھمکی جو جناب عمر نے دی تھی کہ گھر کو آگ لگادوں گا، ان الفاظ کو نقل نہیں کیا۔

عن زيد بن أسلم، عن أبيه، أن علياً والزبير كانا حين بويع لأبي بكر يدخلان على فاطمة رضي الله عنهم فيشاورانها ويتراجعان في أمرهم فبلغ ذلك عمر، فدخل عليها، عمر، فقال: يا بنت رسول الله، والله ما كان من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك وما أحد أحب إلينا بعده منك ولقد بلغني أن هؤلاء النفر يدخلون عليك، ولئن بلغني لأفعلن ولأفعلن. ثم خرج وجاءوها، فقالت لهم: إن عمر قد جاءني وحلف لئن عدتم ليفعلن وايم الله ليفين بها، فانظروا في أمركم؛ ولا ترجعوا إلي. فانصرفوا فلم يرجعوا حتى بايعوا لأبي بكر۔[1]

پانچواں نمونہ

ابن حجر مکی ہیتمی نے بھی پوری روایت بیان نہیں کی۔

وأخرج الدار قطني أنه رضي الله عنها قال لفاطمة: ما من أحد أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب إلينا منك بعد أبيك۔[2]

چھٹا نمونہ

شیخ محمد الخضر جکینی نے بھی اس روایت کو نقل تو کیا مگر دھمکی کے الفاظ کی جگہ لکھ دیا: "میں یہ کردوں گا، میں وہ کردوں گا۔"

(1) کتاب الوافی بالوفیات، صلاح الدین ابن صفوی، جلد 17، صفحہ 167۔
(2) کتاب الصواعق المحرقة، ابن هجر مکی هیتمی، جلد 2، صفحہ 520۔

وروى عن زيد بن أسلم، عن أبيه، أن علياً والزبير كانا حين بويع لأبي بكر يدخلان على فاطمة رضي الله عنهم فيشاورانها ويتراجعان في أمرهم فبلغ ذلك عمر، فدخل عليها، عمر، فقال: يا بنت رسول الله، والله ما كان من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك وما أحد أحب إلينا بعده منك ولقد بلغني أن هؤلاء النفر يدخلون عليك، ولئن بلغني لأفعلن ولأفعلن. ثم خرج وجاءوها، فقالت لهم: إن عمر قد جاءني وحلف لئن عدتم ليفعلن وايم الله ليفين بها، فانظروا في أمركم، ولا ترجعوا إلي. فانصرفوا فلم يرجعوا حتى بايعوا لأبي بكر۔[1]

ساتواں نمونہ

احمد ابن حنبل صاحب نے بھی اس روایت کے متن سے دھمکی پر مشتمل الفاظ حذف کر دیے ہیں مگر یہ ایک لفظ بیان کیا ہے "وكلمها" یعنی حضرت زہرا اور جناب عمر کے درمیان کوئی گفتگو ہوئی مگر کیا گفتگو ہوئی یہ درج نہیں کیا، نیز دھمکی کے الفاظ بھی بیان نہیں کیے:

حدثنا محمد بن إبراهيم قثنا أبو مسعود قال نا معاوية بن عمرو، قثنا محمد بن بشر، عن عبيد الله بن عمر، عن أسلم العدوي قال: لما بويع لأبي بكر بعد النبي؛ كان علي والزبير بن العوام يدخلان على فاطمة فيشاورانها، فبلغ عمر، فدخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله! ما أحد من الخلق أحب إلينا من أبيك، وما أحد من الخلق بعد أبيك أحب إلينا منك. وكلمها، فدخل علي والزبير على فاطمة فقالت: انصرفا راشدين، فما رجعا إليها حتى بايعا۔[2]

آٹھواں نمونہ

جناب خطیب بغدادی نے بھی مکمل روایت درج نہیں کی۔ اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:

(1) کوثر المعاتی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری، جلد 5، صفحہ 105۔
(2) فضائل الصحابہ، احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 364 مؤسسہ رسالہ ط 1403

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اس کی سند ٹھیک ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس روایت میں ایک قصہ تھا۔ (وہ قصہ کیا تھا؟؟) انہوں نے وہ قصہ بیان نہیں کیا۔

حدثنا محمد بن بشر، حدثنا عبيد الله بن عمر، حدثنا زيد ابن أسلم، قال: قال عمر بن الخطاب لفاطمة رضي الله عنهما: يا بنت الرسول الله ما كان أحد من الناس أحب إلينا من أبيك، وما أحد بعد أبيك أحب إلينا منك.

أثر صحيح، أخرجه ابن أبي شيبة، وفيه من قصة۔[1]

نواں نمونہ

علی محمد صلابی صاحب نے اس روایت کو جداگانہ انداز میں نقل کیا ہے:

عن أسلم العدوي قال: لما بويع لأبي بكر بعد النبي ؛ كان علي والزبير بن العوام يدخلان على فاطمة فيشاورانها، فبلغ عمر، فدخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله! ما أحد من الخلق أحب إلينا من أبيك، وما أحد من الخلق بعد أبيك أحب إلينا منك. وكلمها، فدخل علي والزبير على فاطمة فقالت: انصرفا راشدين، فما رجعا إليها حتى بايعا وهذا هو الثابت الصحيح، والذي مع صحة سنده ينسجم مع روح ذلك الجيل وتزكية الله له، وقد زاد الروافض في هذه الرواية واختلقوا إفكاً وبهتاناً وزوراً، وقالوا بأن عمر قال: إذا اجتمع عندك هؤلاء النفر أن أحرق عليهم هذا البيت، لأنهم أرادوا شق عصا المسلمين بتأخرهم عن البيعة، ثم خرج عنها، فلم يلبث أن عاد إليها، فقالت لهم: تعلمون أن عمر جاءني وحلف بالله لأن أتتم عدتم إلى هذا البيت ليحرقنه عليكم، وايم الله إنه ليصدقن فيما حلف عليه، فانصرفوا عني فلا ترجعوا إلي، ففعلوا ذلك، ولم يرجعوا إليها إلا بعد ما بايعوا.

(1) كتاب تاريخ مدينة الاسلام، خطيب بغدادي، جلد 6، روايت 2569، صفحہ 75۔

وهذه القصة لم تثبت عن عمر رضي الله عنه، ودعوى أن عمر رضي الله عنه هم بإحراق بيت فاطمة، من أكاذيب الرافضة، أعداء صحابة رسول الله، وقد أوردها مع أكاذيب أخرى الطبرسي في كتابه (دلائل الإمامة)۔[1]

صلابی صاحب اپنے متقدم علماء کی معتبر کتاب میں موجود اس روایت کے بارے میں رافضیوں پر بہتان لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

رافضیوں نے اس میں اس بات کا اضافہ کر دیا ہے کہ جناب عمر نے کہا: اگر یہ لوگ جمع ہوئے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا جبکہ یہ قصہ جناب عمر سے ثابت ہی نہیں ہے۔

انتہائی مضحکہ خیز بات ہے کہ لکھنے والے، اہلسنت کے علماء، کتابیں اہلسنت کی، روایات اہلسنت کی لیکن الزام رافضیوں پر۔۔!!

مخالفین تشیع کی عجیب ہی منطق ہے، جب انکار کی تمام راہیں مسدود نظر آئیں تو فرار کا بس ایک یہی راستہ ہے کہ ان حقائق کو تشیع کی طرف سے اضافہ قرار دیا جائے۔ لیکن اہل عقل کے لیے واضح و آشکار ہے کہ اس روایت کی سند و متن پر اس قدر اشکالات و تبدیلیاں کر کے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پر ہونے والے اس ظلم کو چھپانے اور حقائق کو عوام سے دور رکھنے کی کیسی کیسی ناکام کوششیں کی گئی ہیں۔ مخالفین مکتب اہلبیت کا بچہ بچہ ہی یہ وطیرہ رہا ہے کہ خلفاء کی جانب سے اہلبیت علیہم سلام پر کیے جانے والے مظالم کو چھپانے کے لیے روایات کی سند و متن پر اعتراض کرتے ہیں اور اگر خلفاء کے مظالم کو چھپانے کے لیے کوئی راہ نہ ملے تو ان روایات سے متن یا سند کو حذف کر دیتے ہیں۔

(1) تاريخ خلفاء الراشدين اسمى المطالب في سيرة أمير المومنين على ابن ابى طالب، علی محمد صلابی، جلد 1، صفحہ 202۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

جناب ابوبکر کا جسد حضرت زہراؑ پر نماز پڑھانا: حقیقت یا افسانہ؟

تشیع پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ خلفاء کے اوپر طعن والزام وارد کرتے ہیں کہ انہوں نے اہلبیت علیہم السلام کے حق میں ظلم کیا ہے اور دختر رسول ﷺ کو ان کا حق نہیں دیا جس کی وجہ سے حضرت زہراؑ ابوبکر سے ناراض رہیں یہاں تک کہ تادم وفات ان سے کلام نہیں کیا۔۔۔ جبکہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ اہلبیتؑ اور خلفاء کے درمیان بہت اچھے معاملات تھے جس کا ایک ثبوت خلیفہ اول کا حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نماز جنازہ پڑھانا ہے۔

اس حوالے سے جو چند روایات پیش کی جاتی ہیں ان روایات میں کتنی حقیقت ہے؟ اس امر سے باخبر ہونے کے لیے ہم ان روایات کو ایک ایک کر کے ان کی سند و متن کے ساتھ اہل غور و فکر کے لیے پیش کر رہے ہیں:

پہلی روایت حلیۃ الأولیاء سے ہے۔

حدثنا عبد الله بن محمد بن جعفر، ثنا محمد بن عبدالله رشتة، ثنا شيبان بن فروخ عن محمد بن زياد عن ميمون بن مهران عن ابن عباس أن النبي صل الله عليه وسلم أتى بجنازة فصل عليها و كبر عليها أربعا و قال: كبرت الملائكة على آدم أربع تكبيرات، و كبر أبو بكر على فاطمة أربعا، و كبر عمر على أبي بكر أربعا، و كبر صهيب على عمر أربعا.

ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ ایک جنازے میں، میں نبی کریمؐ کے ساتھ تھا آپؐ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں 4 مرتبہ اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا: ملائکہ نے آدم پر چار بار تکبیر کہی، ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ پر چار بار تکبیر کہی، عمر نے ابوبکر پر چار بار تکبیر کہی اور صہیب نے عمر پر چار مرتبہ تکبیر پڑھی۔[1]

اس روایت کی حقیقت کیا ہے؟ پہلے اس کی سند پہ بحث کرتے ہیں۔

(1) حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، عبدالله بن نعماني، جلد 4 صفحه 96-

4940۔ قال يحيى: (و الميمون) محمد بن زياد الضحان، قال: سمعت ميمون قال: سمعت ابن عباس قال: كبرت الملائكة على آدم أربعا.

و كان كذابا و خبيثا۔

یحیی بن معین کہتے ہیں: یہ جھوٹا اور خبیث راوی ہے۔[1]

۳۱۷. محمد بن زياد: صاحب ميمون بن مهران، متروك الحديث، قال عمر بن زرارة: كان محمد بن زياد يتهم بوضع الحديث۔

متروک الحدیث جو کہ شدید جرح تصور کی جاتی ہے، محمد بن زیاد پر نافذ ہوتی ہے اور عمر بن زرارہ کہتے ہیں: یہ روایات گھڑا کرتا تھا۔[2]

یعنی ایک ایسا راوی جو روایتیں گھڑتا ہے اس کی روایت سے شیعوں پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ کرمانی اس بارے میں نقل کرتے ہیں:

وسئل أحمد عن حديث أبي المليح، عن ميمون، عن ابن عباس، إن آخر جنازة صلى عليها النبي كبر عليها أربعا، فقال: هذا كذب وليس له أصل، صاحب هذا كان يضع الحديث، إنما رواه محمد بن زياد الطحان، و كان يضع الحديث.

احمد حنبل سے جب اسی روایت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: یہ واضح جھوٹ ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ زیاد الطحان روایتیں گھڑتا تھا۔[3]

یعنی ایک ایسے شخص کی روایت سے تشیع پر احتجاج کرنا واقعا تعجب خیز بات ہے جس کا شیوہ ہی روایات گھڑنا تھا!

اور محب طبری بھی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(1) تاريخ دراسة و ترتيب و تحقيق، يحيى ابن معين، جلد 4، صفحه 392-
(2) كتاب الضعفاء الصغير، على بن شعيب نسائي، صفحه 104
(3) مسائل الحرب، جناب كرماني، روايت 2002

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

وفی بعض طرقه فکبرا علیها أربعا وهذا مغایر لما جاء فی الصحیح فإنه ورد فی الصحیح أن علیا لم یبایع أبا بکر حتی ماتت فاطمة وظاهر هذا مع عدم البیعة یعد فی الظاهر والغالب وإن جاز أن یکونوا لما سمعوا بموتها حضروها فاتفق ذالك ثم بایع بعده.

اس طرح کے متن میں بعض طرق ہیں جن میں چار تکبیریں کہی گئیں ہیں۔ یہ صحیح (بخاری ومسلم) میں موجود چیز کے مخالف ہے۔ کیونکہ صحیح میں جو بات آئی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک حضرت زہراؑ زندہ تھیں حضرت علیؑ نے جناب ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔[1]

صحیحین میں دیکھا جائے تو اس روایت میں تضاد ہے۔ صحیحین میں واضح طور پر نقل ہوا ہے کہ جناب زہراؑ جب تک زندہ رہیں حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور وہاں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ جناب ابوبکر کو حضرت زہراؑ کی وفات کی خبر تک نہیں دی گئی۔ تو جب وفات کی خبر نہیں دی گئی پھر انہوں نے چار تکبیریں کیسے ادا کیں؟ یہ روایت صحیحین کی روایات کے ساتھ بھی مغایرت رکھتی ہے نیز سند کے اعتبار سے بھی مخدوش ہے۔ اس روایت میں ضعف ہے۔ لہٰذا واضح ہے کہ اس روایت کی کیا حقیقت ہے اور یہ کتنی اہمیت کی حامل ہے۔

اس حوالے سے پیش کی جانے والی دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں:

272۔ حدثنا حفص بن حمزة، ثنا فرات بن السائب، ثنا میمون بن مهران، ثنا عبد الله بن عمر قال: آخر ما کبر رسول الله علی الجنائز أربعا، و کبر ابابکر علی فاطمة أربعا، و کبر الحسن علی علی أربعا، و کبر الحسین علی الحسن أربعا، و کبر علی علی یزید بن (المکفف) أربعا، و کبر عبد الله علی ابیه عمر أربعا، و کبرت الملائکه علی آدم أربعا، و کبر ابن الحنفیة علی ابن العباس بالطائف أربعا.

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ ابوبکر نے حضرت زہراؑ پر چار تکبیریں کہیں۔[2]

(1) الریاض النضرة فی مناقب العشرة، احمد بالمحب طبری، جلد 1، صفحہ 175-176۔
(2) بغیة الباحث، ابو بکر هیثمی شافعی، جلد اول، باب 20، صفحہ 371۔

اس روایت کی سند و متن کے بارے میں علمائے اہلسنت کے اقوال پڑھیں جن سے اس کی حیثیت واضح ہوتی ہے۔

1885۔ و عن عبد الله بن عمر قال: آخر ما کبر رسول الله علی الجنائز أربعا، و کبر ابابکر علی فاطمة أربعا، و کبر الحسن علی علی أربعا، و کبر الحسین علی الحسن أربعا، و کبر علی علی یزید بن (المکفف) أربعا، و کبر عبد الله علی ابیه عمر أربعا، و کبرت الملائکه علی آدم أربعا، و کبر ابن الحنفیة علی ابن العباس بالطائف أربعا۔

رواه الحارث بسند ضعیف؛ لضعف فرات بن السائب.

جناب ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ پر چار تکبیریں کہیں۔[1]

اس روایت کو درج کرنے کے بعد اس کے بارے میں کہتا ہے: حارث اس کو ضعیف سند کے ساتھ نقل کر رہے ہیں کیونکہ فرات بن سائب ضعیف راوی ہے۔

یعنی اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے۔ اور بوصیری صاحب نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ بوصیری کے علاوہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدثنا حفص بن حمزة، ثنا فرات بن السائب، ثنا میمون بن مهران، ثنا عبد الله بن عمر قال: آخر ما کبر رسول الله علی الجنائز أربعا، و کبر ابابکر علی فاطمة أربعا، و کبر الحسن علی علی أربعا، و کبر الحسین علی الحسن أربعا، و کبر علی علی یزید بن (المکفف) أربعا، و کبر عبد الله علی ابیه عمر أربعا، و کبرت الملائکه علی آدم أربعا، و کبر ابن الحنفیة علی ابن العباس بالطائف أربعا.

هذا إسناد ضعیف.

فرات بن سائب سے وہ میمون بن مہران اور عبداللہ بن عمر سے اسی متن کے ساتھ روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔[1]

(1) إتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة، ابی بکر بن اسماعیل البوصیری، جلد 2، باب 22، روایت 1885، صفحہ 460۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اور اس کتاب کے محقق عبد العزیز شثری صاحب جو سلفی و وہابی طبیعت رکھتے ہیں اور تشیع کی نسبت انتہائی شدید رویہ اختیار کرتے ہیں، روایت کے حاشیہ میں حکم لگاتے ہیں:

866. الحكم عليه: الإسناد ضعيف جدا، فيه فرات ابن السائب وهو متروك، وحفص بن حمزة وهو مستور.

اس روایت کی سند بہت زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں فرات بن سائب ہے اور وہ متروک راوی ہے اور حفص بن حمزہ ہے جو کہ مستور ہے۔

اس لیے یہ روایت شدید ضعیف ہے۔

یعنی یہ ایک انتہائی ضعیف روایت ہے۔ اس کے راوی فرات بن سائب کے بارے میں امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں:

353- و فرات بن السائب، قريب من محمد بن زياد الطحان فى ميمون، يُتهم بما يُتهم به ذاك.

فرائت بن سائب کی حالت بہت قریب ہے محمد بن زیاد الطحان سے اور یہ کسی کام کا راوی نہیں ہے۔[2]

محمد بن زیاد الطحان کا ہم واضح کر چکے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑتا تھا اور خود امام احمد بن حنبل نے فرات بن سائب کو زیاد الطحان سے شباہت دے کر یہ مہر ثبت کر دی ہے کہ فرات بن سائب بھی روایتیں گھڑنے والا راوی ہے۔ اس لیے آپ کبھی بھی اس روایت سے استدلال نہیں کر سکتے۔

فرات بن سائب کے متعلق امام نسائی بیان کرتے ہیں:

512- فرات بن السائب، متروك الحديث.

فرات بن سائب متروک الحدیث راوی ہے۔[3]

(1) المطالب العالية بزوائد المسانيد العثمانية ابن حجر عسقلانی، تنسيق عبد العزيز الشثری، جلد 5، صفحہ 414۔

(2) العلل و معرفة الرجال، امام احمد بن حنبل، صفحہ 199۔

(3) الضعفاء والمتروكين، احمد بن شعيب النسائی، باب الفاء، صفحہ 197۔

البانی بھی فرات بن سائب کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فرات هذا متروك أيضا، وقد قال فيه الإمام أحمد: قريب من محمد بن زياد الطحان فى ميمون، يُتهم بما يُتهم به ذاك.

فرات متروک الحدیث ہے اور امام احمد نے اس کے بارے کہا ہے کہ یہ محمد بن زیاد الطحان سے قریب ہے۔[1]

پس ثابت ہے کہ اہلسنت علمائے جرح و تعدیل بھی اس راوی پر اور روایت پر اعتبار نہیں کرتے اور ایسی شدید ضعیف روایت سے جب خود اہلسنت کے ہاں کوئی مقدمہ قائم نہیں ہوتا تو پھر اس روایت سے تشیع پر استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے؟

یعنی گزشتہ دونوں روایات ہی ضعیف ہیں ان کے علاوہ تیسری روایت جو پیش کی جاتی ہے، ملاحظہ ہو:

ثنا محمد بن هارون بن حسان البرقى بـ(مصر)، ثنا محمد بن الوليد بن أبان، ثنا محمد بن عبد الله القدامى: كذا قال وإنما هو عبد الله بن محمد القدامى قال مالك ابن أنس، أخبرنا عن جعفر بن محمد، عن أبيه عن جده قال: توفيت فاطمة بنت رسول الله ليلاً فجاء أبو بكر وعمر وعثمان وطلحة والزبير وسعيد وجماعة كثير سماهم مالك، فقال أبو بكر لعلى: تقدم فصل عليها. قال: لا والله، لا تقدمت وأنت خليفة رسول الله. قال: فتقدم أبو بكر فصلى عليها فكبر عليها أربعا، ودفنها ليلا.

مالک ابن انس روایت کرتے ہیں: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا وصال رات میں ہوا۔ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعید اور ایک کثیر جماعت آئی۔ ابوبکر نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ جنازہ پڑھائیں اور حضرت علیؑ نے کہا: خدا کی قسم میں نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا آپ خلیفہ رسول ہیں۔ پس ابوبکر آگے بڑھے اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔[2]

خود علمائے اہلسنت اس روایت کے متعلق کیا بیان کرتے ہیں:

(1) الحدث الضعيفة والموضوعة، محمد ناصر الدين البانی، جلد 6، صفحہ 407۔

(2) الكامل فى ضعفاء الرجال، عبدالله بن عدی الجرجانی، جلد 5، صفحہ 422-423۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

2493- حديث توفيت فاطمة بنت رسول الله ليلاً فجاء أبوبكر وعمر وعثمان وطلحة والزبير وسعيد وجماعة كثير ساهم مالك، فقال أبوبكر لعلي: تقدم فصل عليها. قال: لا والله، لا تقدمت وأنت خليفة رسول الله. قال: فتقدم أبوبكر فصلى عليها فكبر عليها أربعا ودفنها ليلا.

رواه عبد الله بن محمد القدامي: عن مالك ابن أنس، عن جعفر بن محمد، عن أبيه عن جده قال: توفيت.

ولم يروه عن مالك غير قدامي وهو ضعيف.

یہی الکامل فی ضعفاء والی روایت کو نقل کرنے کے بعد طاہر مقدسی لکھتے ہیں۔

اس روایت کو مالک بن انس سے قدامی کے علاوہ کسی نے نقل نہیں کیا اور قدامی ایک ضعیف راوی ہے۔[1]

اور ابن حجر اسی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد روى بعض المتروكين عن مالك، عن جعفر بن محمد، عن أبيه نحوه، ووهاه الدارقطني، وابن عدي.

بعض ایسے متروک راوی آئے اور انہوں نے جناب مالک سے، جعفر بن محمد سے پھر ان کے والد سے یہ روایات نقل کی اور یہ ایک نہایت کمزور اور ضعیف روایت ہے جسے پیش کیا جارہا ہے۔[2]"

یعنی خود اہلسنت کے معتبر ترین علماء کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت متروک راویوں سے پیش کی جارہی ہے جس میں استدلال کی ذرا بھی توانائی نہیں ہے۔

محمد صلابی لکھتے ہیں:

وقد توفيت ليلة الثلاثاء لثلاث خلون من رمضان سنة إحدى عشرة، عن مالك عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جده الله رضي علي بن الحسين، قال: ماتت فاطمة بين

(1) ذخيرة الحفاظ، محمد بن طاہر المقدسی، روایت 2493، صفحہ 1172۔

(2) الاصابة فی تمیز الصحابة، ابن حجر عسقلانی، جلد 8، صفحہ 267۔

المغرب والعشاء، فحضرها أبوبكر وعمر وعثمان والزبير وعبد الرحمن بن عوف عنهم، فلما وضعت ليصلي عليها، قال علي: تقدم يا أبا بكر، قال أبوبكر رضي الله عنه: وأنت يا أبا الحسن... قال: نعم، فوالله لا يصلي عليها غيرك، فصلى عليها أبوبكر رضي الله عنه، ودفنت ليلاً، وجاء في رواية: صلى أبوبكر الله عنه على فاطمة بنت رسول الله الله فكبر عليها أربعاً، وفي رواية مسلم: صلى عليها علي بن أبي طالب وهي الرواية الراجحة.

یہی مکمل روایت بیان کرتے ہیں کہ "حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو رات میں دفن کیا گیا۔ ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چار تکبیریں کہیں لیکن صحیح مسلم میں جو روایات موجود ہیں وہ یہ ہیں کہ حضرت علیؑ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہی قول راجح ہے جو مسلم میں موجود ہے[1]۔"

اس ساری بات کو بیان کرنے کے بعد ابوبکر کی نماز جنازہ اور چار تکبیروں والی روایت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

المختصر من كتاب الموافقة، ص 68 في سنادة ضعف.

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کے راوی کے بارے میں حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں:

92- عبد الله بن محمد بن ربيعة:

القدامي، روى عن مالك ابن أنس، وإبراهيم بن سعد احاديث موضوعة.

قدامی نے مالک بن انس اور ابراہیم بن سعد سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔[2]

یہ بھی من گھڑت روایات پیش کرنے والا راوی ہے۔ پس چوتھی روایت بھی ضعیف ہے اور کیونکہ ایک ایسا راوی جو روایات گھڑتا ہے اس کی روایات سے استدلال کیا جارہا ہے جبکہ خود علمائے اہلسنت کے نزدیک روایت بھی ضعیف ہے اور راوی کی بھی کوئی اہمیت نہیں تو تشیع پر اس روایت سے کیسے حجت قائم کی جاسکتی ہے؟

(1) اسمی المطالب في سيرة أمير المومنين علي ابن ابي طالب، علي محمد صلابي، صفحہ 153۔

(2) المدخل الى الصحيح، حاكم نشاپوری، جلد 1، صفحہ 178۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اس کے بعد چوتھی روایت جو پیش کی جاتی ہے:

أخبرنا شبابة بن سوار، حدثنا عبد الاعلى بن أبي المساور عن حماد عن ابراهيم قال: صلى أبوبكر الصديق على فاطمة بنت رسول الله، فكبر عليها أربعا.

جناب ابوبکر نے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔[1]

طبقات کبریٰ کی اس روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

و سنده ضعيف جدا، فيه مجالد، وهو ضعيف، و محمد بن عمر الواقدي، وهو متروك، و روى عن إبراهيم النخعي قال: صلى على ابوبكر على فاطمة بنت رسول الله فكبر عليها أربعا۔ رواه ابن سعد أيضا في الطبقات قال: أخبرنا شبابة بن سوار، حدثنا عبد الاعلى بن أبي المساور عن حماد عن ابراهيم به.

وسنده تالف، فيه عبد الاعلى، قال في التقريب: متروك كذبه ابن معين.

ابن سعد نے اسے طبقات میں نقل کیا ہے، شبابہ بن سوار، عبد الاعلیٰ بن مساور، حماد اور ابراہیم سے۔ اور اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں عبد الاعلیٰ ہے اور ابن معین نے اس کی تکذیب کی ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔[2]

اور یحیٰی بن معین اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

4759۔ وعبد الاعلى بن ابي المساور، ليس بشئ.

عبد الاعلیٰ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔[3]

اس کے علاوہ طبقات کبریٰ میں ایک اور روایت ہے:

(1) الطبقات الكبرى، ابن سعد، جلد 8، صفحہ 29۔

(2) المطالب العالية، ابن حجر عسقلانی، جلد 5، صفحہ 417۔

(3) التاريخ دراسة و ترتيب و تحقيق، يحيى بن معين، جلد 4، صفحہ376۔

أخبرنا محمد بن عمر، حدثنا قيس بن الربيع عن مجالد عن الشعبي قال: صلى عليها أبوبكر.

ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا ہے، انہوں نے قیس بن ربیع سے، انہوں نے شعبی سے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا پر ابوبکر نے نماز پڑھی۔[1]

اس روایت کے علاوہ امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

فأخبرنا أبو عبد الله الحافظ، ثنا أبوبكر أحمد بن كامل بن خلف بن شجرة القاضي، ثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، ثنا عون بن سلام، ثنا سوار بن مصعب، عن مجالد، عن الشعبي أن فاطمة رضي الله عنها لما ماتت دفنها علي رضي الله عنه ليلا وأخذ بضبعي أبي بكر فقدمه يعني في الصلاة عليها.

سوار بن مصعب نے بیان کیا، انہوں نے مجالد سے اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا وفات پاگئیں تو حضرت علی علیہ السلام نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا اور ابوبکر نے ان کی نماز پڑھائی۔[2]

ان دونوں روایت کی سند کے اعتبار سے کیا اہمیت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

رواه ابن سعد في الطبقات قال: أخبرنا محمد بن عمر، حدثنا قيس بن الربيع، عن مجالد عن الشعبي به. و سنده ضعيف جدا، فيه مجالد، وهو ضعيف و محمد بن عمر الواقدي وهو متروك.

اس روایت کو ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے اور اس کی سند انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس میں مجالد ہے جو کہ ضعیف راوی ہے اور محمد بن عمر الواقدی ہے جو کہ متروک ہے۔[3]

(1) الطبقات الكبرى، ابن سعد، جلد 8، صفحہ 29۔

(2) السنن الكبرى، احمد بن على البيهقي، جلد 4، روايت 6896، صفحہ 46۔

(3) المطالب العالية، ابن حجر عسقلانی، جلد 5، صفحہ 417۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اس روایت کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وروى الواقدى، عن طريق الشعبى، قال: صلى أبوبكر على فاطمة، وهذا فيه ضعف وانقطاع.

واقدی نے جو روایت شعبی سے پیش کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی نماز ابوبکر نے پڑھائی، اس میں ضعف بھی ہے اور انقطاع بھی۔[1]

یعنی یہ روایت بھی بالکل قابل استدلال نہیں ہے۔

چھٹی روایت جو پیش کی جاتی ہے:

حدثنا أبو حامد بن جبلة، ثنا أبو العباس السراج، ثنا محمد بن عبد العزيز أبن أبي رزمة، ثنا أبو معاوية، ثنا الحجاج يعني ابن تميم، عن ميمون بن مهران، أن أبا بكر كبر على فاطمة أربعا.

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے جنازے پر ابوبکر نے چار تکبیریں کہیں۔[2]

کیا یہ روایت سند کے اعتبار سے استدلال کے قابل ہے یا نہیں؟

حماد المکی اس کے بارے میں کہتے ہیں:

حجاج بن تميم جزري عن ميمون بن مهران روى عنه أحاديث لا يتابع على شئ عنها.

حجاج بن تمیم، میمون بن مہران سے احادیث نقل کرتا ہے۔ لیکن ان کی پرواہ نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ سرے سے قابل استدلال نہیں ہے۔[3]

عبداللہ جرجانی لکھتے ہیں:

يروى عن ميمون بن مهران روايته عنه ليست بالمستقيمة حدث عنه يحيى الحماني وجبارة وسويد بن سعيد.

(1) الاصابة فى تميز الصحابة، ابن حجر عسقلانى، جلد 8-
(2) معرفة الصحابة، ابو نعيم اصفهانى، روايت 7337، صفحه 3192
(3) الضعفاء الكبير، الحافظ حماد العقيلى المكى، جلد 1، صفحه 284-

حجاج بن تمیم کی روایات درست نہیں ہیں۔[1]

یعنی حجاج بن تمیم کی روایات قابل احتجاج نہیں ہیں۔ نیز جتنی بھی روایات ہیں جن سے جناب ابوبکر کے نماز جنازہ پڑھانے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اہلبیتؑ اور خلفاء کے درمیان بہت اچھے تعلقات تھے، اس کے اثبات کے لیے مخالفین کے پاس ایک بھی صحیح السند روایت موجود نہیں۔ نیز علمی اعتبار سے کوئی ایک روایت بھی اس میزان پہ پوری نہیں اترتی۔ قارئین کرام نے ملاحظہ کیا کہ خود علمائے اہلسنت اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ روایات جھوٹی ہیں۔ یا ان روایات کو بیان کرنے والے راوی وہ ہیں جن کا شیوہ روایات گھڑنا ہے۔ تو ایسی روایات سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے جبکہ خود ان کے ہاں بھی اس پر کوئی مقدمہ تام نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہے کہ اہلبیتؑ کے حق میں کس قدر ناانصافی کی گئی ہے اور ان پر ہونے والے مظالم کو چھپانے کے لیے کس حد تک من گھڑت روایات کا سہارا لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور تشیع پہ بلا وجہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ خلفائے ثلاثہ پر طعن کرتے ہیں حالانکہ مکتب تشیع کی جانب سے ہمیشہ فقط حق بیانی کو شیوہ بنایا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ثقلین یعنی قرآن و اہلبیتؑ سے متمسک رہتے ہوئے متلاشیانِ حق کے لئے ہمیشہ ہی حق کو بیان کیا گیا ہے۔

امام علی علیہ السلام کا ابوجہل کی بیٹی کے لیے خواستگاری کرنا

مخالفین مکتب اہلبیتؑ کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ اہلبیتؑ کی شان گھٹانے یا اپنی پسندیدہ چند شخصیات کو بچانے میں سرگرم رہتے ہیں۔ چاہے اس کے لیے انہیں حقائق میں تحریف اور روایات میں تقطیع کرنا پڑے یا جھوٹ اور بہتان کا سہارا لینا پڑے۔ یا بے سروپا اعتراضات کر کے عوام الناس کو فتنہ و فساد میں مبتلا کرنا پڑے۔ وہ ان میں سے کسی بھی چیز سے دریغ نہیں کرتے۔ اس سب کا ایک نمونہ ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بضعۃ الرسول کو لے کر حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو اذیت دینے والے افراد کو بچانے کے

(1) الكامل فى ضعفاء الرجال، عبد الله بن عدى الجرجانى، جلد 2، صفحه 528- حجاج بن نصير 38/407

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

لیے ایک ایسی چیز کا اضافہ کیا گیا کہ جس سے یہ ثابت کیا جائے کہ اصل میں رسول اللہ ﷺ نے یہ اس لیے ارشاد فرمایا چونکہ امام علیؑ نے ان کی لخت جگر کا دل دکھایا تھا۔ ہم اس حدیث پہ تفصیلی گفتگو کریں گے۔

شیعہ کتب میں حدیث بضعۃ کی اسناد اور اس کے شان نزول پر تفصیلی بحث موجود ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حدیث شیعہ منابع میں متواتر اور معتبر ہے۔ اب اہلسنت و وہابی کتب میں اس روایت کے معتبر اور متواتر ہونے پر تحقیق پیش کرتے ہیں۔

پہلی روایت: صحیح بخاری و مسلم وغیرہ

مسور بن مخرمہ کی رسول خدا ﷺ سے روایت:

۳۵۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي.(1)

۳۵۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي.(2)

۴۹۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُوا فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا هَكَذَا قَالَ.(3)

مسور بن مخرمہ سے روایت نقل ہوئی ہے: جب رسول خدا ﷺ منبر پر تھے تو میں نے سنا، آپؐ فرما رہے تھے: بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ علیؑ ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ لیکن میں اجازت

(1)صحیح بخاری ج3، ص 1361۔

(2)صحیح بخاری ج3، ص 2004

(3)صحیح بخاری ج3، ص 1132۔

نہیں دوں گا، اجازت نہیں دوں گا، مگر یہ کہ علیؑ میری بیٹی کو طلاق دے۔ بے شک میری بیٹی میرا (میرے جسم کا) ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتا ہے اور جو بھی اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔

۲۹۴۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ حَدَّثَهُ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ. أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا، فَقُلْتُ لَهُ: لَا، فَقَالَ لَهُ: فَهَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَايْمُ اللهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ، لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا حَتَّى تُبْلَغَ نَفْسِي إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ، فَقَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَّى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا، وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ أَبَدًا۔(1)

ابن شہاب زہری کہتا ہے جب علی بن حسین رضی اللہ عنہما یزید بن معاویہ کے یہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی، پھر مسور رضی اللہ عنہ نے ایک قصہ بیان کیا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی ایک بیٹی (جمیلہ نامی رضی اللہ عنہا) کو پیغام نکاح دے دیا تھا۔ میں نے خود سنا کہ اسی مسئلہ پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسی منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کو خطاب فرمایا۔ میں اس وقت بالغ تھا۔ آپ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ فاطمہ مجھ سے ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ (اس رشتہ کی وجہ سے) کسی گناہ میں نہ پڑ جائے کہ اپنے دین میں وہ کسی فتنہ میں مبتلا

(1)صحیح بخاری ج 3، ص 1132۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ہو۔ میں کسی حلال (یعنی نکاح ثانی) کو حرام نہیں کر سکتا اور نہ کسی حرام کو حلال بناتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گی۔

۳۵۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، قَالَ: إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذَلِكَ فَاطِمَةُ فَأَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ، يَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوءَهَا وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ.[1]

علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی لڑکی کو (جو مسلمان تھیں) پیغام نکاح دیا، اس کی اطلاع جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ کو اپنی بیٹیوں کی خاطر (جب انہیں کوئی تکلیف دے) کسی پر غصہ نہیں آتا۔ اب دیکھیے یہ علی ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آنحضور ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا۔ میں نے آپ کو خطبہ پڑھتے سنا۔ پھر آپ نے فرمایا: امابعد: میں نے ابوالعاص بن ربیع سے (زینب رضی اللہ عنہا کی، آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی) شادی کی تو انہوں نے جو بات بھی کہی اس میں وہ سچے اترے اور بلاشبہ فاطمہ بھی میرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی بھی اسے تکلیف دے۔ خدا کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے ایک دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔

(1) صحیح بخاری ج3، ص1364۔

۳۴۴۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا»[1]

۳۴۴۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، كِلَاهُمَا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: ابْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ الْقُرَشِيُّ التَّيْمِيُّ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَقُولُ: «إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَلَا آذَنُ لَهُمْ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ، إِلَّا أَنْ يُحِبَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ، فَإِنَّمَا ابْنَتِي بَضْعَةٌ مِنِّي، يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا[2]»

عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا کہ مسور نے اس سے کہا: جب رسول خدا ﷺ منبر پر موجود تھے تو اس نے آپ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت چاہی کہ اس کی بیٹی علی بن ابی طالب کے نکاح میں آجائے۔ انھیں اجازت نہیں دوں گا، انھیں اجازت نہیں دوں گا انھیں اجازت نہیں دوں گا مگر یہ کہ علی علیہ السلام اس بات کو پسند کرے کہ میری بیٹی کو طلاق دے اور اس کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ بے شک میری بیٹی میرا (جسم کا) ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتا ہے اور جو بھی اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔

حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيُّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي

(1) صحیح مسلم ج4، ص1903۔
(2) صحیح مسلم ج4، ص1902

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

بِهَا، قَالَ فَقُلْتُ لَهُ: لَا، قَالَ لَهُ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَ سَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَقْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ، وَايْمُ اللهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِ أَبَدًا، حَتَّى تَبْلُغَ نَفْسِي، إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ، فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ، عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ: «إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي، وَإِنِّي أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا» قَالَ ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ، قَالَ «حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي، وَوَعَدَنِي فَأَوْفَى لِي، وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا»[1]

اوپر والا متن (بالکل صحیح بخاری کا متن اور اس کا اصل ترجمہ)

۲۴۴۹-حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، وَعِنْدَهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَمِعَتْ بِذَلِكَ فَاطِمَةُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّ قَوْمَكَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحًا ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ، قَالَ الْمِسْوَرُ: فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ، فَحَدَّثَنِي، فَصَدَقَنِي وَإِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ مُضْغَةٌ مِنِّي، وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَفْتِنُوهَا، وَإِنَّهَا، وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَبَدًا»» قَالَ: فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ.[2]

(1)صحیح مسلم ج4، ص1903۔

(2)صحیح مسلم ج4، ص1903

ابو جہل کی بیٹی سے امیر المومنینؑ کی خواستگاری نواصب کی جانب سے تہمت اور فریب ہے۔ شیعوں کے مبنیٰ کے اعتبار سے یہ بات درست نہیں اور امام صادقؑ سے ایک صریح حدیث اس قصے کے جھوٹ ہونے پر موجود ہے۔

اگر اہلسنت یہ کہیں کہ اس حدیث کو قبول کرنے سے علیؑ کی ذات پر نقص لازم آتا ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ:

اولاً: تو یہ نقص انہی کے روایات واعتقادات سے امیر المومنینؑ پر وارد ہوتا ہے نہ کہ شیعہ منابع ومبنیٰ کے مطابق، پس یہاں اہلسنت کی مشکل بڑھ جاتی ہے۔

ایک جانب جناب ابوبکر وعمر کا حضرت زہراؑ کو ناراض کرنا اور دوسرا علیؑ کا حضرت زہراؑ کو ناراض کرنا۔ پس اہلسنت کا یہ اعتراض خود انہی پر پلٹ جاتا ہے۔

ثانیاً: اس حدیث کا رد صحیح بخاری ومسلم کی ساری روایات کی صحت کا انکار کرتا ہے، اور یہ انکار اہلسنت کے مشہور مبنیٰ کا رد ہے (بخاری ومسلم کی صحت) اور ان کے بزرگ علماء میں سے کوئی بھی اس بات کا معتقد نہیں ہے۔

ثالثاً: اگر اس حدیث کو مکمل قبول نہ کیا جائے اور بضعۃ منی کا حصہ اور اس جیسے دیگر متن روایات جو مسور کے علاوہ دیگر راویوں سے اس تہمت کے بغیر بھی نقل ہوئے ہیں۔ پس حدیث بضعۃ منی اور اس جیسی احادیث اس تہمت کی تمہید کے بغیر اہلسنت کتب میں موجود ہیں۔

رابعاً: ہوسکتا ہے کہ یہ دعوی کیا جائے کہ اہلسنت مبنی واصول کے اعتبار سے بھی مسور کا بیان کیا گیا قصہ جھوٹا ہے، لیکن اس کے باوجود روایت کا ٹکڑا 'فاطمہ بضعۃ منی' رد نہیں ہوگا کیونکہ یہ متن اس تہمت کے بغیر بھی صحیح بخاری ومسلم میں مسور سے نقل ہوا ہے نیز دیگر کتب اہلسنت میں بھی صحابہ سے اس تہمت کے بغیر نقل ہوا ہے لہٰذا حدیث کے مذکورہ ٹکڑے کے من گھڑت ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

خواستگاری کے من گھڑت قصے کا رد

الف: اسی اضافہ شدہ تہمت کے مطابق مسور ابن مخرمہ چھ یا سات سال کی عمر میں بالغ ہوجاتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں لکھتا ہے: مسور بن مخرمہ 8 ہجری میں جب مدینہ آیا تو چھ سال کا تھا۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

۷۹۹۹۔ المسور بن مخرمة بن نوفل بن أهيب بن زهرة بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي القرشيّ الزهري.....قال يحيى بن بكير: وكان مولده بعد الهجرة بسنتين، و قدم المدينة في ذي الحجة بعد الفتح سنة ثمان، وهو غلام أيفع ابن ست سنين.

مسور ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوا اور فتح مکہ کے بعد ذی الحج میں مدینہ آیا جب اس کی عمر چھ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ دوسری طرف ابن حجر کہتا ہے کہ خواستگاری اس آٹھ ہجری میں کی گئی اور مسور خواستگاری کے وقت 6 یا 7 سال کا تھا۔[1]

کیونکہ مورخین کا اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ مسور کی پیدائش ہجرت کے بعد ہوئی اور علیؑ کی خواستگاری کا قصہ مسور کی پیدائش کے تقریباً 6 یا 7 سال بعد ہوا تھا۔

صحیحین میں بیان ہوا ہے کہ مسور کہتا ہے: میں نے خواستگاری کا قصہ اس وقت سنا جن دنوں میں بالغ ہوا تھا۔

يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ، عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ.

اب یہاں سوال یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بچہ 6 یا 7 سال کی عمر میں بالغ ہو جائے؟

ابن حجر جب اس بنیادی مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس بات کی تاویل بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہاں بالغ سے مراد اصطلاح میں بلوغت عقلی ہو۔

وهو مشكل لأخذ لان المؤرخين لم يختلفوا أن مولده كان بعد الهجرة وقصة خطبة على كانت بعد مولد المسور بنحو من ست سنين أو سبع سنين فكيف يسمى محتلما فيحتمل انه أراد الاحتلام اللغوي وهو العقل والله تعالى أعلم.

اور صحیح مسلم میں ابوجہل کی بیٹی سے علیؑ کی خواستگاری والی روایت مسور بن مخرمہ سے ان الفاظ میں موجود ہے: مسور کہتا ہے میں نے ستار سول خدا ﷺ مردوں سے خطاب کر رہے تھے اور میں اس وقت بالغ ہو چکا تھا۔

(1) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج6، ص119۔

اس روایت کی سند اور ذرائع میں اشکال ہے۔ کیونکہ کہیں بھی اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ مسور ہجرت کے بعد پیدا ہوا اور خواستگاری کا واقعہ مسور کی پیدائش کے 6 یا 7 سال بعد ہوا۔ پس وہ کیسے بالغ ہو گیا۔ البتہ اس بات کا احتمال ہے کہ بالغ ہونے سے مراد بلوغ عقلی ہو۔[1]

ابن حجر کے جواب میں عرض ہے:

اولا: یہ وضاحت لغت واصطلاح کے خلاف ہے اور دلیل کی محتاج ہے۔ اور ابن حجر کے قول کے لیے کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے۔

ثانیا: بالفرض اگر احتلام لغت میں فہم وعقل کے لیے بھی آیا ہو تو بھی مسور بن مخرمہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کیونکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق، اس وقت کہ جب وہ مدینہ میں تھا ابتدائی مسائل کو سمجھنے سے بھی قاصر تھا، اتنا کہ اپنی شرمگاہ کو بھی لوگوں کے سامنے، حتیٰ رسول خدا ﷺ کے سامنے بھی نہیں چھپاتا تھا اور لوگوں کے سامنے برہنہ جانے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔

ان اوصاف کے ساتھ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس کی بلوغت کو 6 سال میں بلوغ عقلی سے تعبیر کریں۔؟!

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: أَقْبَلْتُ بِحَجَرٍ أَحْمِلُهُ ثَقِيلٍ وَعَلَيَّ إِزَارٌ خَفِيفٌ، قَالَ: فَانْحَلَّ إِزَارِي وَمَعَ الْحَجَرُ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ارْجِعْ إِلَى ثَوْبِكَ فَخُذْهُ، وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً.

مسور کہتا ہے: میں ایک بھاری پتھر اٹھائے ہوئے آیا اور میں نے ایک ہلکا سا تہبند باندھا ہوا تھا۔ میرا تہبند کھل گیا اور پتھر میرے پاس تھا۔ میں اس (پتھر) کو نیچے نہ رکھ سکا حتی کہ اسے اس کی جگہ پہنچا دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "واپس جا کر اپنا کپڑا پہنو اور ننگے نہ چلا کرو[2]۔"

(1) تہذیب التہذیب ج 10، ص 137

(2) صحیح مسلم ج1 ص268۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ب: مسور بن مخرمہ اکیلا دعویدار ہے اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق کسی روایت میں اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تمام اصحاب میں سے صرف 6 یا 7 سال کا بچہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے یہ سنا اور قصہ کو نقل بھی کرتا ہے۔ جبکہ باقی اصحاب جو مسجد میں حاضر تھے، انہوں نے اس قصہ کو نہ سنا ہے اور نہ نقل کیا۔ حتی ایک ہلکا سا اشارہ بھی اس قبیلے سے متعلق نہیں ملتا۔

ج: یہ روایت، قرآن کے مخالف ہے۔

اگر اس حدیث کی صحت کو قرآن کے ساتھ رکھیں، واضح طور پر اس حدیث میں کی جانے والی جعل سازی کا پتا چل جائے گا۔ کیونکہ قرآن صراحت کے ساتھ ایک سے زیادہ زوجہ رکھنے کے حلال ہونے کے جواز اور مردوں کے کچھ شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ شریک حیات رکھنے کو بیان کرتا ہے۔

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (النساء:3)

جو بھی عورتوں میں سے تمہیں پسند آئے، دو دو، تین تین، چار چار، سے نکاح کر لو۔

یہ بات تاریخ میں درج ہے کہ رسول اکرمؐ نے اس حکم کا اقدام کیا اور اس حکم خدا کی عملی ترجمانی بھی کی۔ جبکہ مسور کی حدیث کا مفہوم اس بات پر زور دیتا ہے کہ رسول خداﷺ نے زیادہ ازدواج اور بار بار نکاح کرنے کو اپنے داماد علی بن ابی طالبؑ کے لیے حرام قرار دیا۔ نیز یہ کہ حضرت سیدہؑ جو آیت تطہیر کا مصداق ہیں اور رسول خداﷺ کے جگر کا ٹکڑا ہیں، انہوں نے اس آیت پہ عمل نہیں کیا۔

کیا رسول خداﷺ ایسا کر سکتے ہیں کہ جو خدا نے حلال کیا ہوا سے حرام کر دیں؟

یا کم سے کم حضرت فاطمہؑ کو یہ آیت دکھاتے کہ وہ راضی ہو جائیں۔ کیا یہ کہنا مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؑ خدا کی طرف سے اس تجویز کے باوجود حکم الٰہی کے آگے ایسی جذباتی ہو جائیں اور اپنے دل کو غمگین کریں؟

لہذا اس حدیث میں مسور بن مخرمہ کے قصہ کا اضافہ اہلسنت کے مبنی کے مطابق قرآن کے مخالف ہونے کی بنا پر باطل ہے۔

د: کیا امیر المومنین علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اس حکم سے جو ان کے لیے مخصوص تھا بے خبر تھے؟

ابن حجر جب خواستگاری والی روایت کے تناقض کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی عجیب و غریب توضیح پیش کرتا ہے۔

والذی یظهرلی أنه لا یبعد أن یُعدَّ لی خصائص النبی صلی الله علیه وسلم أن لا یتزوج علی بناته

جو کچھ بھی میری فہم کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ بعید نہیں یہ حکم رسول خداﷺ کے لیے مختص ہو کہ کوئی ان کی بیٹی پر سوتن نہ لائے۔[1]

جواب

اولاً: کیا ایسا ممکن ہے کہ امیر المومنینؑ اس حکم سے بے خبر ہوں جو خاص ان کے لیے ہو؟

ثانیاً: بالفرض امیر المومنینؑ اپنے مخصوص حکم کو نہیں جانتے تھے تو کیا حضرت زہراؑ نے بھی انہیں اطلاع نہیں دی ہوگی؟

ثالثاً: بالفرض کہ دونوں بزرگان اپنے مخصوص حکم کے حوالے سے نہ جانتے ہوں، اور اطلاع دینے کی فرصت بھی نہ ملی ہو۔ کیا رسول خداﷺ جو اس آیت ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم، ۴) کا مصداق ہیں، وہ بھی کسی عمل کو انجام دینے کی راہ کو نہیں جانتے تھے جو امیر المومنین علیؑ کو لوگوں کے سامنے ایسے رسوا کریں؟

رابعاً: اگر یہ دعویٰ کریں کہ علیؑ حکم جانتے تھے مگر اس پر عمل نہیں کرتے تھے تو ان کا قاعدہ (سب صحابہ عادل ہیں) بھی ثابت نہیں رہے گا۔ اور جب سب اعتراف کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ بزرگ صحابی اور دیرینہ یاران رسول خداﷺ میں سے ہیں، پھر یہی خصوصیت جو ابن حجر توجیح کی غرض سے رسول خداﷺ سے مخصوص کرتا ہے، شرعی یا عقلی تقاضا ہونے سے زیادہ دلی خواہش اور اس سے ملتا جلتا احساس ہے۔ کیا ایسی رائے حکم الٰہی سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

کیا غیر عقلی نہیں ہے کہ پیغمبرﷺ اپنی بیٹی اور داماد کی زندگی کے مخصوص مسائل کو عوام میں موضوع بحث بنائیں؟

رسول خداﷺ اخلاق عظیم کے مالک ہیں ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ کیا غیر اخلاقی بات نہیں ہے کہ ایسا نبیؐ امیر المومنین علی علیہ السلام کے حضرت فاطمہؑ کے ساتھ ذاتی مسائل کو لوگوں کے درمیان کھلے عام بیان

(1) فتح الباری ج9- ص 329-

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

کرے۔اس مسئلے کو عوام میں بیان کرنے کا کیا فائدہ ہے؟کیا وہ اس مسئلے کو خلوت میں امیر المومنین علیؑ کے لیے بیان نہیں کرسکتے تھے؟

ابوجہل کی بیٹی

یہ فتح مکہ سے پہلے تک اسلام نہیں لائی تھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی اسلام اس کے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا۔بلکہ اس نے دعویٰ کیا کہ رسالت اس کے باپ پر نازل ہوئی مگر اختلاف کی وجہ سے اسے قبول نہیں کیا گیا۔اہلسنت جس لڑکی سے امیر المومنین علیؑ کی خواستگاری کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ جویریہ ہے جو فتح مکہ تک اسلام نہیں لائی اور فتح مکہ میں باقی قیدیوں اور اپنے بھائی کی بیویوں کے ساتھ اسلام لانے پر مجبور ہوگئی۔

محمد بن سعد، جویریہ کے اسلام لانے کے زمانے کے بارے میں لکھتا ہے:

جويرية بنت أبي جهل بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وأمها أروى بنت أبي العيص بن أمية بن عبد شمس أسلمت وبايعت وتزوجها عتاب بن أسيد بن أبي العيص بن أمية ثم تزوجها أبان بن سعيد بن العاص بن أمية فلم تلد له شيئا.

جویریہ بنت ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور اس کی ماں اروی بنت ابو العاص بن امیہ بن عبد الشمس اسلام لائیں اور (مکہ شہر میں) بیعت کی اور مسلمان ہوئیں۔عتاب بن اسید بن عبد العیص بن امیہ نے اس سے ازدواج کی اس کے بعد ابان بن سعید بن عاص بن امیہ نے اس سے ازدواج کی۔کیونکہ اس سے اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔(1)

اصطلاح "بیعت" فتح مکہ کے ساتھ محدود ہے کیونکہ: ابن سعد اس قرینہ کو جویریہ سے پہلے دونوں عورتوں کے لیے بھی بیان کرتا ہے۔

فاطمة بنت الوليد بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وأمها حنتمة بنت شيطان وهو عبد الله بن عمرو بن كعب بن وائلة بن الأحمر بن الحارث بن عبد مناة بن كنانة تزوجها الحارث بن هشام بن المغيرة فولدت له عبد الرحمن بن الحارث وأم حكيم

(1)طبقات الكبرى ج8، ص 262-

أخبرنا محمد بن عمر حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن موسى بن عقبة عن أبي حبيبة مولى الزبير عن عبد الله بن الزبير قال لما كان يوم الفتح أسلمت فاطمة بنت الوليد بن المغيرة وأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعته.

أم حكيم بنت الحارث بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم وأمها فاطمة بنت الوليد بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم أخبرنا محمد بن عمر حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن موسى بن عقبة عن أبي حبيبة مولى آل الزبير عن عبد الله بن الزبير قال لما كان يوم الفتح أسلمت أم حكيم بنت الحارث بن هشام امرأة عكرمة بن أبي جهل وأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعته.(1)

سورہ ممتحنہ کی آیت 12 میں، اس اصطلاح کی طرف اشارہ ہے اور مشہور ہونے کی بنا پر، اس طرح سے مطلق بیان ہوتا ہے۔

تفسیر مقاتل بن سلیمان:

المستحنة من الآية (12)۔۔

(يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا) وذلك يوم فتح مكة۔(2)

تفسیر کبیر الرازی:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ مِنْ بَيْعَةِ الرِّجَالِ أَخَذَ فِي بَيْعَةِ النِّسَاءِ۔۔۔(3)

(1)طبقات الكبرى ج8، ص 261-

(2)تفسير مقاتل بن سليمان ج3، ص353-

(3)تفسير الكبير ج29، ص266-

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

[سورۃ الممتحنۃ (60): آیت 12]

تفسیر قرطبی:

قوله تعالى: (يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك)

لما فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة جاء نساء أهل مكة يبايعنه...[1]

مندرجہ بالا واقعات اس کے مسلمان ہونے سے پہلے کے ہیں اور اسلام لانے کے بعد:

واقدی (المغازی) میں حسن سند کے ساتھ (جوامع الکلم کے مطابق) فصل (شان غزوہ الفتح) میں کہتا ہے:

قال: وحدّثني ابن أبي الزناد، عن عبد الرحمن بن حرملة، عن ابن المسيّب، قال: أمر رسول الله (صلّى الله عليه و سلم) بني كعب، فأعطوا القتيل مائة من الإبل. قالوا: و جاءت الظّهر، فأمر رسول الله (صلّى الله عليه و سلم) بلالا أن يؤذّن بالظّهر فوق ظهر الكعبة يومئذ، و قريش فوق رءوس الجبال، و قد فرّ وجوههم و تغيّبوا خوفا أن يقتلوا، فمنهم من يطلب الأمان، و منهم من قد أومن. فلمّا أذّن بلال و رفع صوته كأشدّ ما يكون، فلما بلغ «أشهد أنّ محمدا رسول الله»، تقول جويرية بنت أبي جهل: قد لعمري رفع لك ذكرك! أمّا الصلاة فسنصلّي، و الله لا نحبّ من قتل الأحبّة أبدا، و لقد كان جاء أبي الذي جاء محمدا من النّبوّة فردّها و لم يرد خلاف قومه.

رسول خدا ﷺ نے بنی کعب کو حکم دیا اور انہیں 100 اونٹ قصاص میں دیے۔ کہتے ہیں: ظہر ہوئی اور رسول خدا ﷺ نے حکم دیا۔ بلال ظہر کے وقت کعبہ کی چھت پر اذان دینا۔ قریش پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ قتل ہوجانے کے خوف سے فرار ہوگئے تھے اور چھپ گئے تھے اور ان میں سے کچھ امان کے طلب گار تھے اور بعض ایمان لے آئے تھے۔ پس بلال نے اذان دی اور اس کی آواز بلند ترین سطح پر پہنچی اور اس فقرے (اشہدان محمدا رسول اللہ) پر پہنچی تو ابوجہل کی بیٹی جویریہ نے کہا: یا محمدؐ، میرے دین کی قسم آپ کی شہرت بڑھ گئی ہے، ہم نماز پڑھیں گے لیکن خدا کی قسم جو ہمارے پیاروں کو مارے اسے کبھی پسند نہیں کرتے اور میرے باپ پر بھی

(1) تفسیر القرطبی، ج 18، ص 71۔

یہی نبوت آئی مگر میرے بابا نے اسے رد کر دیا اور اپنی قوم کی مخالفت کو رد نہیں کیا۔ یعنی اختلاف پیدا نہ کرنے کے لیے اس کی قوم نے نبوت کو قبول نہ کیا۔[1]

بلاذری:

ودخل رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مكّة، وعليه عمامة سوداء، ولواؤه أسود. وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالأصنام فهدمت، وبالصُّوَر التي كانت في الكعبة فحيت. وأمر بلالًا، حين جاءت الظهر، فأذّن عَلَى ظهر الكعبة، وقريش فوق الجبال: منهم من يطلب الأمان، ومنهم من قد أومن. فلما قال: «أشهد أن محمدًا رَسُول الله»، قالت جويرية بِنْت أَبِي جهل:

لقد أكرم الله أبا الحكم حين لم يسمع نهيق ابْنُ أم بلال فوق الكعبة. وَيُقَالُ إنها قالت: لقد رفع الله ذكر مُحَمَّد، وأمّا نحن فنصلي، ولكنا لا نحبّ والله من قتل الأحبة أبدًا.

اور رسول خدا ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ آپ کا پرچم سیاہ تھا اور آپؐ نے حکم دیا کہ بتوں کو توڑا جائے اور کعبہ میں جو تصاویر تھیں انہیں مٹا دیا جائے۔

ظہر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ بلال کعبہ کی چھت پر اذان دو۔ قریش پہاڑوں کے اوپر چلے گئے۔ بعض نے امان طلب کی اور بعض ایمان بھی لے آئے۔ جس وقت بلال نے کہا (اشہدان محمد الرسول اللہ) ابوجہل کی بیٹی جویریہ نے کہا: خدا نے ابوالحکم پر اپنا احسان کیا جبکہ بلال کی آواز کو کعبہ سے نہ سنا اور کہا جاتا ہے کہ جویریہ نے کہا: خدا نے ذکر محمدؐ کو بلند کیا اور ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن خدا کی قسم جس نے ہمارے محبوبین کو مارا اسے کبھی بھی دوست نہیں رکھتے۔[2]

ابن الجوزی:

قالت: لقد رفع الله ذكر محمد وأما نحن فسنصلي ولكنا لا نحب من قتل الأحبة.

(1) کتاب المغازی، ج2، ص 273۔

(2) انساب الاشراف، ج1، 355

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ابوالفداء، ابوالحکم کی بجائے ابوجہل کے نام سے اس کے باب کا ذکر کرتا ہے۔

ولما جاء وقت الظهر يوم الفتح، أذن بلال على ظهر الكعبة، فقالت جويرية بنت أبي جهل: لقد أكرم الله أبي حين لم يشهد نهيق بلال فوق الكعبة.(1)

کیسے ممکن ہے کہ امیرالمومنین ایسی لڑکی کو جو علی الاعلان اپنی نجاست کا اعلان کرے اسے دختر رسول خدا سیدۃ النساء العالمین علیہا السلام کی سوتن کے قرار دیں۔ کیا یہ کسی عادل صحابی کے لیے سزاوار ہے؟

عثمان نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی کو جمع کیا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مسور سے روایت نقل ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ رسول خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک مرد کے پاس جمع نہیں ہوسکتیں۔

وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، ... وإني لست أحرم حلالا، ولا أحل حراما، ولكن والله لا تجتمع بنت رسول الله وبنت عدو الله تحت أبدا»

خواستگاری کی داستان گھڑنے والا یہ بھول گیا کہ امیرالمومنین علیؑ کے مقام کی تنقیص سے پہلے عثمان بن عفان کی شخصیت پر سوال آتا ہے کیونکہ وہ بنات النبی کے ساتھ رہتا تھا (بالفرض اگر اس مطلب کو قبول کریں کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں)۔ نہ صرف ایک بار بلکہ کئی بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دشمنان خدا کی بیٹیوں کو جمع کیا گیا۔

عثمان کا رملہ اور رقیہ میں جمع

رملہ بنت شیبہ عثمان کی بیویوں میں سے ہے۔ جس سے مکہ میں ازدواج کیا اور اس کے ساتھ مدینہ ہجرت کی ابن عبدالبر لکھتا ہے:

(3345) رملة بنت شيبة بْن ربيعة كانت من المهاجرات، هاجرت مَعَ زوجها عُثْمَان بْن عفان۔

(1) الوفا، باحوال المصنفی ج1، ص332۔

رملہ شیبہ کی بیٹی ان لوگوں میں سے تھی، جس نے اپنے شوہر عثمان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ شیبہ، عثمان کا سسر دشمن خدا اور رسول خدا جنگ بدر میں ہلاک ہوا تھا۔(1)

ابن حجر اس بارے میں لکھتا ہے:

رملة بنت شيبة بن ربيعة بن عبد شمس العبشية قتل أبوها يوم بدر كافرا، ذكرها أبو عمر، فقال: كانت من المهاجرات، هاجرت مع زوجها عثمان بن عفان۔

رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس عبشمیہ: اس کا باپ جنگ بدر میں ہلاک ہوا جبکہ وہ کافر تھا۔ ابو عمر نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے اور کہا ہے: وہ مہاجر عورتوں میں تھی اس نے اپنے شوہر عثمان بن عفان کے ساتھ ہجرت کی۔ وہ قتل عثمان تک اس کی بیوی رہی۔(2)

اور شیبانی لکھتے ہیں:

... وقتل عثمان وعنده رملة بنت شيبه...

جب عثمان کا قتل ہوا تو شیبہ کی بیٹی رملہ اس کی بیوی تھی۔(3)

دوسری جانب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی (اگر اس کا پیغمبر کی بیٹی ہونا ثابت ہوجائے) سے عثمان کی شادی اسلام لانے کے فوراً بعد ہوئی جبکہ اس سے پہلے مکہ میں وہ رملہ سے شادی کر چکا تھا۔ لہذا ہجرت مدینہ کے وقت رقیہ اس کی بیوی تھی اور اسی زمانے میں، ہجرت کے وقت رملہ بھی اس کی بیوی تھی۔

ابن اثیر اس متعلق لکھتا ہے:

ولما أسلم عثمان زوجه رسول الله صلى الله عليه وسلم بابنته رقية وهاجرا كلاهما إلى أرض الحبشة الهجرتين ثم عادا إلى مكة وهاجرا إلى المدينة.

جب عثمان اسلام لایا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی رقیہ کی شادی اس سے کر دی ان دونوں نے حبشہ ہجرت کی اور وہاں سے واپس آنے کے بعد مدینہ ہجرت کی۔(4)

(1) الاستعاب ج4 ص 1846، الوافی بلوفیات، ج 14، ص 98۔
(2) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج8، ص654۔
(3) الکامل فی التاریخ ج3، ص 75۔
(4) اسد الغابہ ج3، 407۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

مسور کی نقل کردہ روایت کے مطابق اگر رسول خدا ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹی کو ایک ساتھ جمع کرنا حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ نے عثمان کو ایسا کرنے سے کیوں نہیں روکا؟

مجبوراً اہلسنت کو قبول کرنا ہوگا کہ:

یا ابوجہل کی بیٹی سے خواستگاری کا قصہ جھوٹا تھا۔ یا نبی کی بیٹیاں عثمان کی ازواج نہیں تھیں۔ یا عثمان نے عملی طور پر حرام انجام دیا اور پیغمبر کی بنات سے نکاح عثمان کے لیے حرام تھا اور عثمان پر اس کی بیویاں حرام تھیں۔ اسی طرح اگر پیغمبر ﷺ اور دشمنان خدا کی بنات جمع ہونا حرام ہے تو عثمان بن عفان نے حرام کام انجام دیا اور عدالت صحابہ کا مٹی دم توڑ جائے گا۔ کیا اب اہلسنت اپنے مسلمات کی پیروی کریں گے؟

رسول خدا ﷺ کی بیٹی کا مشرک سے نکاح

اہلسنت عقیدہ کے مطابق رسول خدا ﷺ نے اپنی بیٹی زینب کی شادی ایک مشرک سے کی اور اپنی بیٹی اور ایک مشرک کو جمع کیا۔ کیا ممکن ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی کو جمع کرنے سے منع کریں، مگر اپنی بیٹی اور دشمن خدا کو جمع کر دیں؟

بخاری و مسلم کی روایات کے مطابق رسول خدا ﷺ کا ایک داماد بنی عبد شمس میں سے تھا۔

ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي۔

اس کے بعد اپنے داماد جو کہ بنی شمس سے تھا اس کو یاد کیا اس کی تعریف کی اور فرمایا: اس نے مجھ سے کلام کیا اور سچا کلام کیا اور مجھ سے وعدہ کیا اور وفا کیا۔[1]

اور پھر ایک اور روایت میں اس داماد کا نام لے کر ذکر کرتے ہیں:

۔۔۔أَمَّا بَعْدُ أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي۔۔۔[2]

(1) صحیح بخاری -ج3 ص-1132- صحیح مسلم -ج4-ص-1903

(2) صحیح بخاری-ج3-ص1364- صحیح مسلم -ج4-ص-1903

مگر اس کے بعد، ابوالعاص بن ربیع اس کو نکاح میں لے آیا اور اس نے مجھ سے کلام کیا اور سچا کلام کیا۔

ابوالعاص بن ربیع جو رسول خدا ﷺ کی بیٹی زینب کا شوہر ہے، اس نے نبوت سے قبل زینب سے شادی کی تھی۔

زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأمها خديجة بنت خويلد بن أسد بن عبد العزى بن قصي وكانت أكبر بنات رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوجها بن خالتها أبو العاص بن الربيع بن عبد العزى بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصي قبل النبوة۔

زینب کی خالہ کا بیٹا یعنی ابا العاص بن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی نے بعثت سے پہلے زینب سے شادی کی۔[1]

نبی پاک ﷺ کی بعثت کے بعد بھی کافی دیر تک اسلام نہیں لایا یہاں تک کہ کئی جنگوں میں (جیسے بدر) مشرکین کی صفوں میں رہتے ہوئے مسلمانوں سے جنگ کرتا رہا حتی کہ اسے قید کر لیا گیا۔

المستدرک علی الصحیحین:

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ رُسْتَةَ، ثنا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الشَّاذَكُونِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: «وَأَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ عَبْدِ شَمْسِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيٍّ، وَاسْمُ أَبِي الْعَاصِ مِقْسَمٌ، وَأُمُّهُ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيٍّ، وَخَالَتُهُ خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَهُ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ قَبْلَ الْإِسْلَامِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَلِيًّا وَأُمَامَةَ، فَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ وَهُوَ صَغِيرٌ، وَبَقِيَتْ أُمَامَةُ إِلَى أَنْ تَزَوَّجَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ وَفَاةِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، وَكَانَ أَبُو الْعَاصِ فِيمَنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ الْمُشْرِكِينَ فَأَسَرَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أُسَارَاهُمْ قَدِمَ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ أَخُوهُ عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بِمَالٍ دَفَعَتْ إِلَيْهِ زَيْنَبُ»

(1) الطبقات الکبرا ج-8-ص30-

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اور ابوالعاص جنگ بدر میں مشرکین کی صف میں تھا اور عبداللہ بن جبیر نے اسے قید کر لیا تھا۔
اس کے بعد جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے بدلے فدیہ دیا تو ابوالعاص کے بھائی عمرو بن ربیع نے اس مال سے جو زینب نے اسے دیا تھا ابوالعاص کو آزاد کرایا۔[1]

تعجب ہے کہ ابن اثیر لکھتا ہے: کتنے ہی مشرکین نے ابوالعاص سے کہا: زینب کو طلاق دے، مگر اس نے طلاق نہیں دی اور رسول خدا ﷺ اس کے کام سے خوش ہوئے اور شکر کیا۔ ابوالعاص رسول خدا کی بیٹی زینب کو طلاق دینے سے انکار کرتا رہا اور طلاق کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین اسے طلاق دینے پر زور دے رہے تھے۔ لہذا رسول خداؐ نے اس کام کی وجہ سے اس کا شکریہ ادا کیا۔[2]

پھر روایات اہلسنت کے مطابق اگر امیر المومنین علیؑ ایک کافر کی بیٹی کی خواستگاری کریں تو رسول خدا ﷺ سب لوگوں کے سامنے ان کی تحقیر کرتے کیوں دکھائی دیتے ہیں؟! اگر ایک کافر رسول خدا ﷺ کی بیٹی سے شادی کرے اور اس رشتہ پر کاربند رہے تو رسول خدا ﷺ اس سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ اس کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں؟! لیکن علی علیہ السلام کے شادی کرنے پر ناراض ہو جاتے ہیں!

مذکورہ بالا مطالب کے مطابق یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ امیر المومنین علیؑ کی ابوجہل کی بیٹی جویریہ سے خواستگاری کا قصہ جھوٹا اور من گھڑت ہے۔ اہلسنت وہابیت کی کتب پر تحقیق کرنے سے اس ماجرا کے من گھڑت ہونے کی وجہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔

مسور کا امیر المومنین علیؑ کے دشمنوں میں شمار

ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں دو روایات بیان کرتا ہے جو اس مطلب کو بہت اچھے سے واضح کرتی ہیں۔

قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ: كانت تَفْشَاهُ، وَيَنْتَحِلُونَهُ.

زبیر بن بکار کہتا ہے: خوارج اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے اعتقادات کے معتقد ہو گئے تھے۔[3]

(1) المستدرک علی صحیحین -ج3-ص262
(2) اسد الغابۃ -ج6-ص106
(3) سیر اعلام النبلاء -ج3-ص-391-

سیر الاعلام النبلاء کے چھ نسخوں میں سے سب سے پرانی چاپ جو موسسہ الرسالہ کے نام سے ذکر ہوتی ہے، اس میں ہے کہ کانت اور تغشاہ کے درمیان لفظ خوارج درج ہے یعنی ضمیر کانت سے مراد خوارج ہیں۔

قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ: كانت الخوارج تَفْشَاهُ، وَيَنْتَحِلُونَهُ.

اسی کتاب میں بعد میں ایک روایت اس طرح سے ہے:

قال عروة فلم اسمع المسور ذكر معاوية الا صلى عليه۔۔۔

عروہ بن زبیر کہتا ہے: میں نے ابھی تک ایسا نہیں سنا کہ کہیں معاویہ کا ذکر ہوا اور مسور نے اس پر صلوات نہ بھیجی ہو۔۔۔[1]

البتہ یاد دہانی کروا دی جائے کہ بیان کیے گئے مطالب اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ روایت کا ٹکڑا (فاطمة بضعة مني) بھی من گھڑت ہے۔

کیونکہ اس کے جعلی ہونے پر دلیل موجود نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہی عبارت اس من گھڑت قصہ کے علاوہ بھی صحیح بخاری اور مسلم میں مسور سے اور اہلسنت کی دوسری کتب میں دیگر افراد سے بھی نقل ہوئی ہے۔

دوسری روایت

روایت کی سند۔ جوامع الکلم کے مطابق صحیح ہے۔ 5، 6- اور ان کا ایک ایک راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ ماسوائے مومل بن ہشام کے، وہ صرف بخاری کا راوی ہے:

حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، بَضْعَةٌ مِنِّي، يَغِيظُنِي مَا يَغِيظُهَا» وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى: «وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا». وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُ رَوَاهُ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ. وَقَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، فَقَالَ: عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ.[2]

(1) سیر اعلام النبلاء -ج3-ص-391-
(2) مسند البزار -ج6-ص-150

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

رسول خدا سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ اور پھر ایک بار فرمایا: جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔۔۔

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ، جس میں ایوب ہے (اس کے راوی بھی بخاری و مسلم کے راوی ہیں) مسدد کے علاوہ جو بس بخاری کا راوی ہے۔

تیسری روایت

درجہ سند کے اعتبار سے صحیح السند روایت ہے۔ جوامع الکلم 6،5

انس بن مالک رسول خدا ﷺ سے نقل کرتا ہے (انما فاطمہ بضعۃ منی)۔

اس سے منقول ہے کہ رسولؐ نے پوچھا: عورتوں کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟ کہتا ہے: ہمیں نہیں معلوم تھا کہ کیا کہیں۔ پس امیر المومنین علیؑ حضرت فاطمہؑ کے پاس گئے اور ان سے اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی مرد کو نہ دیکھیں اور کوئی مرد انہیں نہ دیکھے۔ امیر المومنین علیؑ واپس آئے اور یہی جواب رسول خدا ﷺ سے کہا۔ پوچھا یہ مسئلہ آپ کو کس نے سمجھایا؟ فرمایا: فاطمہؑ نے۔ رسول خدا نے فرمایا: وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اسی طرح کی حدیث سعید بن مسیب علیؑ سے روایت کرتے ہیں۔[1]

چوتھی روایت

مصنف بن ابی شیبہ:

صحیح سند روایت (جوامع الکلم 6،5) امام باقرؑ رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

انما فاطمہ بضعۃ منی فمن اغضبھا و اغضبنی۔[2]

(1) حلیہ الاولیاء ج2، ص 40۔

(2) مصنف ابن ابی شیبہ ج6، ص 388

پانچویں روایت

امیر المومنین علیؑ کی رسول خدا ﷺ سے روایت:

انما فاطمہ بضعہ منی رضی اللہ عنہا۔

علیؑ سے منقول ہے کہ وہ رسول ﷺ کے پاس تھے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لیے کیا چیز (ہر چیز سے) بہتر ہے؟ تمام اصحاب خاموش ہو گئے، علیؑ نے فرمایا: جب میں فاطمہؑ کے پاس گیا اور کہا: عورت کے لیے کیا چیز ہر چیز سے بہتر ہے؟ فرمایا: یہ کہ کوئی مرد اسے نہ دیکھے۔ یہ جواب رسول خداؐ کو دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے خدا اس سے راضی ہو۔[1]

چھٹی روایت

عمرو بن حزم کی رسول خداؐ سے روایت:

عمرو بن حزم انصاری کہتا ہے: رسول خدا ﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو بھی اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتا ہے اور جو بھی اسے خوش کرے وہ مجھے خوش کرتا ہے۔[2]

ساتویں روایت

جناب عائشہ کا رسول خدا ﷺ سے نقل کردہ مرسل خطاب:

یہ روایت ہر طرح سے مرسل ہے مگر ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری روایت کے تناقض میں صادر کی گئی ہے لہذا اسے بھی ہم نے نقل کیا ہے۔ یہ روایت ماوردی (متوفی 850ھ قمری) سے منقول ہے۔ ابو اسحاق شیرازی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ نے فرمایا: اے عائشہ فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو بھی اسے ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتا ہے۔[3]

(1) مسند البراز ج2 ص 159

(2) فوائد ابی بکر النصیبی، ج17، ص53

(3) الحاوی الکبیر ج17، ص 164

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

آٹھویں روایت

ابوہریرہ سے روایت:

اس حدیث میں حذیۃ کی اصطلاح آئی ہے جو بضعۃ کے مترادف ہے۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا أَبُو يَحْيَى التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْمَخْزُومِيُّ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ: «إِنَّمَا فَاطِمَةُ حَذِيَّةٌ مِنِّي يَقْبِضُنِي مَا قَبَضَهَا»

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناراض کرتی ہے وہ مجھے ناراض کرتی ہے۔[1]

حذیہ بھی بضعۃ اور شجنہ کے مترادف ہے اب حذیہ کے بارے میں اقوال کی تحقیق بیان کرتے ہیں:

حذیہ کا مطلب کیا ہے؟

والحِذْيَةُ بالكسر: القطعة من اللحم قُطِعَت طولاً.

الحذیہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جسے لمبائی میں کاٹا جاتا ہے۔[2]

المحکم والمحیط الاعظم:

والحِذْيَةُ من اللحم قُطِعَت طولاً.

اور گوشت کا حذیہ؛ وہ ٹکڑا ہے جسے لمبائی میں کاٹا جاتا ہے۔[3]

شمس العلوم

الحذیہ القطعہ من اللحم:

کچھ کہتے ہیں: اور گوشت کا حذوہ حذیۃ کی طرح ہے۔ گوشت کا حذیہ یعنی گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جسے طول میں کاٹا جاتا ہے۔ اور بیان ہوا ہے کہ الحذیہ گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اصمعی نے کہا کہ اسے گوشت کا حذتہ اور فلذتہ دیا گیا، یہ تمام ٹکڑے (گوشت کے ہیں) جو لمبائی میں کاٹے جاتے ہیں۔[4]

(1) غریب الحدیث للحربی ج3، ص 1186

(2) الصحاح، ج6، ص 2311

(3) المحکم والمحیط الاعظم ج3، ص431۔

(4) شمس العلوم ج3، 1372

زبیدی الحذیہ کے معنی بیان کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ کے لیے رسول خداﷺ کی اس حدیث کی جانب اشارہ بھی کرتا ہے۔

والحِذْيَةُ، بالكسر، مَا قُطِعَ من اللَّحْمِ.

قالَ الأَصْمَعِيُّ: يقالُ أَعْطَيْتَه (حِذْيَةً مِن لحمٍ وحُزَّةً من لحمٍ وفِلْذَةً من لحمٍ كلُّ هَذَا إِذا قطعَ طولاً

(أَو عَن القِطْعَةُ الصَّغِيرَةُ مِنْهُ؛ وَمِنْه الحدِيثُ: (إِنما فاطِمَةُ حِذْيَةٌ مِنِّي يَقْبِضُنِي مَا يَقْبِضُها)[1]

لغت کی کتابوں میں سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ حذیہ سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اختلاف صرف اس بات کا ہے کہ یہ گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جسے لمبائی میں کاٹا جاتا ہے یا گوشت کا ایک چھوٹا ٹکڑا ہے یا بطور مطلق گوشت کا ٹکڑا۔ البتہ اکثر ماہرین لغت کے نزدیک اس سے مراد گوشت کا وہی ٹکڑا ہے جسے لمبائی میں کاٹا جائے۔ لہذا اسی مطلب کو حذیہ کے حقیقی واصل معنی مراد لیا جاتا ہے۔

نویں روایت

یہ بضعۃ والی اور اس جیسی روایت نہیں ہے لیکن اس کا متن، مفہوم اور مقصود "فاطمہ بضعۃ منی" والی روایت کا ہی مصداق ہے۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا:

رسول خدا نے حضرت زہراؑ سے فرمایا: خدا آپ کے غضب سے غضبناک اور آپ کی رضا سے راضی ہوتا ہے۔[2]

کتاب المعجم الکبیر کی ایک دوسری طبع، جس پہ حمدی عبدالمجید سلفی کی تحقیق ہے اور مکتب ابن تیمیہ، قاہرہ سے چھاپی گئی ہے، اس میں اسی حدیث 182 کے حاشیہ میں لکھتا ہے:

(1) تاج العروس ج19۔ ص 313

(2) المعجم الکبیر ج1، ص 108۔

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

اصل نسخہ کے حاشیہ میں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور کئی طرق سے علیؑ سے روایت کی گئی ہے، حارث علیؑ سے ایک مرسل روایت نقل کرتا ہے اور یہ حدیث بہترین چیز ہے کہ جو میں نے اب تک دیکھی ہے اور اس کی اسناد میری پڑھی گئی اسناد میں صحیح ترین اسناد ہیں۔[1]

حاکم مستدرک میں لکھتا ہے: یہ صحیح الاسناد حدیث ہے مگر بخاری اور مسلم نے اسے نقل نہیں کیا ہے:

4730- حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ الْعَامِرِيُّ، وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ، بِالْكُوفَةِ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ، قَالَا: ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ، ثنا حُسَيْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ: «إِنَّ اللهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَيَرْضَى لِرِضَاكِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ۔[2]

ابن حجر عسقلانی بھی اس روایت کو صحیح الاسناد روایت کے طور پر نقل کرتا ہے:

قَالَ لِفَاطِمَةَ: إِنَّ اللهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكَ، وَيَرْضَى لِرِضَاكَ."

كم فِي مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَامِرِيُّ، وَأنا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَا: ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ، ثنا حُسَيْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا، وَقَالَ: صَحِيحُ الْإِسْنَادِ۔[3]

ہیثمی مجمع الزوائد میں روایت کی سند کو حسن شمار کرتا ہے۔[4]

طبرانی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی سند جو حسن جانا ہے۔

اسی طرح صالحی شامی روایت کی سند کو حسن کہتا ہے۔[5]

(1)المعجم الكبير چاپ مكتبہ ابن تيميہ ج1، ص 108

(2)المستدرک على الصحيحين ج3، ص 167

(3)اتحاف المهره بلفوائدالمتكبره من اطراف العشره، ج11، ص 345

(4)مجمع الزوائد ج9، ص 203-

(5)سبل الهدى والرشاد ج11، ص 44-

سیوطی "الثغور الباسمہ فی مناقب سیدہ فاطمہؑ" میں اس روایت کی سند کو حسن کہتا ہے:

اور طبرانی حسن سند کے ساتھ حضرت علیؑ سے روایت نقل کرتا ہے، رسول خدا ﷺ نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا: بے شک خدا آپ کی خوشی سے راضی اور آپ کے غضب سے غضبناک ہوتا ہے۔[1]

دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن قتیبہ کی "الامامہ والسیاستہ" میں نقل کردہ روایت میں ابوبکر بالواسطہ یہ اقرار کرتا ہے کہ حضرت زہراؑ کی ناراضگی اور خدا کی ناراضگی ایک ہی ہے۔

اے فاطمہؑ! میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں خدا کی ناراضگی اور آپ کی ناراضگی سے۔۔۔[2]

اس کے جملے کی رو سے اور نبیؐ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگنے اور اس غضب کو خدا کے غضب کے برابر قرار دینے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ابوبکر بھی معتقد تھا کہ جناب سیدہؑ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے اور یہ مسئلہ ایک عام مومن کی ناراضگی کا مسئلہ نہیں ہے۔

دسویں روایت

الامامہ والسیاستہ

حضرت فاطمہؑ کی رسول خدا ﷺ سے مرسل روایت:

ابن قتیبہ دینوری "الامامہ والسیاستہ" میں فصل كيف كانت بيعته على كرم الله وجهه۔

ابوبکر و عمر کی حضرت زہراؑ سے معذرت کرنے کے واقعہ کے ذیل میں نقل کرتے ہیں کہ جناب سیدہؑ نے اُن دونوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

میں تم دونوں کو خدا کی قسم دے کہ پوچھتی ہوں: کیا تم دونوں نے رسول خدا ﷺ سے نہیں سنا تھا کہ آپ نے فرمایا: فاطمہؑ کی خوشی میری خوشی اور فاطمہؑ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے؟ جو بھی فاطمہؑ سے محبت کرتا ہے وہ یقیناً مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو فاطمہؑ کو راضی کرتا ہے وہ یقیناً مجھے راضی کرتا ہے اور جو فاطمہؑ کو ناراض کرتا ہے یقیناً وہ مجھے ناراض کرتا ہے۔ اُن دونوں (یعنی ابوبکر اور عمر) نے کہا: ہاں یہ بات ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنی تھی۔ پھر (حضرت فاطمہؑ نے) فرمایا: بے شک میں خدا اور فرشتوں کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں

(1)الثغور الباسمہ فی مناقب السیدہ فاطمہؑ، ص 73

(2)الامامہ والسیاستہ، ج1، ص 17-

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

نے مجھے ناراض کیا اور مجھے راضی نہیں کیا اور جب میں رسول خدا ﷺ سے ملوں گی تو ضرور تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ پھر ابوبکر نے کہا: اے فاطمہ! میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں خدا کی ناراضگی سے اور آپ کی ناراضگی سے...۔[1]

مکررات حذف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے (فاطمہ بضعتہ منی) والی روایت اور اس جیسی دیگر روایات متعدد بار اہلسنت کتب میں نقل ہوئی ہیں اور ایک روایت ان نو روایات میں سے کہ جو مسور سے نقل ہوئی ہیں پانچ مرتبہ صحیح بخاری میں اور چار مرتبہ صحیح مسلم میں نقل ہوئی ہے۔

یہ روایت (فاطمہ بضعتہ منی) فقط مسور سے نقل نہیں ہوئی ہے بلکہ مسور کہ علاوہ باقی صحابہ و تابعین نے بھی صحیح و غیر صحیح اسناد سے اسے نقل کیا ہے۔

اسی طرح صحابہ سے نقل شدہ تمام روایات میں مسور کی اضافہ شدہ تہمت موجود نہیں ہے اور اہلسنت کتب میں یہ روایت تواتر کے ساتھ موجود ہے۔

کتاب سلیم بن قیس الہلالی پر مختصر کلام

یہاں پر ہم اپنے عزیز محقق دوست فخر عباس زائر اعوان کی ایک تحقیق قارئین کے لیے پیش کرتے ہیں۔

مخالفین کی جانب سے اکثر یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حضرت زہراؑ کی مظلومانہ شہادت کو فقط ایک ہی ماخذ نے نقل کیا ہے یعنی سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب میں ہی اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے اور سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب فقط ابان بن ابی عیاش سے نقل ہوئی ہے۔

پھر ابان بن ابی عیاش پر چند کمزور جروحات کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ گویا یہ کتاب اس نے گھڑی ہے اور یوں وہ اس کتاب کو من گھڑت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے حضرت زہراؑ کی شہادت کا انکار کرتے ہیں۔

ایسے خواہش پرستوں کا رد خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

(1) الامامہ والسیاستہ، ج1، ص 17۔

﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾

بے شک اکثر لوگ اپنی خواہشات کی بنا پر نادانی میں گمراہ کرتے ہیں، آپ کا رب حد سے تجاوز کرنے والوں کو یقیناً خوب جانتا ہے۔[1]

کتاب سلیم پر اعتراض کرنے والے یہ لوگ تشیع کے بنیادی اصول و قواعد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔

ہم سب سے پہلے جناب سلیم بن قیس کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

سلیم بن قیس الہلالی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔

شیخ برقی نے ان کو امام علیؑ کے اولیاء میں شمار کیا ہے، نیز ان کو امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام سجادؑ اور امام باقرؑ کے اصحاب میں بھی شمار کیا ہے۔[2]

شیخ نجاشی اپنی کتاب رجال کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

أنا أذكر المتقدمين في التصنيف من سلفنا الصالح۔[3]

میں نے تصنیف میں ان متقدمین کا ذکر کیا ہے جن کا شمار سلف صالحین میں ہوتا ہے۔

(پھر شیخ نجاشیؒ نے اصحاب رسول ﷺ و اصحاب امیر المومنین علی علیہ السلام کا تعارف کروایا ہے)

شیخ برقیؒ اور شیخ نجاشیؒ کا آپؑ سے متعلق عظیم کلمات کا استعمال کرنا آپؑ کی عظمت و منزلت کو واضح کرتا ہے اور یہ آپ کی توثیق کے لیے کافی و شافی ہے۔

آپؑ امیر المومنین علیؑ کے علاوہ امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام زین العابدین علیہم السلام اور امام باقر علیہ السلام کے اصحاب میں بھی شامل رہے ہیں۔ جیسا کہ شیخ برقیؒ نے اپنی کتاب میں آپؑ کے حالات میں نقل کیا ہے۔

جناب سلیم سے متعلق ایک نظریہ یہ پایا جاتا ہے کہ آپ امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانے میں شہید ہو گئے تھے لیکن اس نظریہ کو سید ابوالقاسم الخوئیؒ نے رد کیا ہے۔

(1) سورہ الانعام آیت 119

(2) رجال برقی، صفحہ 37 رقم نمبر 27

(3) رجال نجاشی، صفحہ 8

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

آپ بیان فرماتے ہیں:

الأول: أن ابن الغضائری ذکر فی کلامه روایة سلیم بن قیس، عن أبی عبد الله ﷺ و الحسن ﷺ و الحسین ﷺ و علی ﷺ بن الحسین ﷺ و هذا غریب جدا!! فإن سلیم بن قیس لم یدرك الصادق ﷺ، بل الظاهر من الروایة الأولی المتقدمة عن الکشی أنه مات فی زمن علی ﷺ بن الحسین ﷺ و لکن الروایة ضعیفة و قد صرح الشیخ فی رجاله بأنه من المدرکین للباقر ﷺ.

أن المذکور فی روایق الکشی المتقدمتین، روایة إسحاق بن إبراهیم بن عمر الیمانی، عن ابن أذینة، عن أبان بن أبی عیاش، عن سلیم بن قیس، و هاتان الروایتان۔ مع أنهما ضعیفتان۔

خلاصہ: شیخ طوسیؒ اور شیخ برقیؒ کی گواہی واضح کرتی ہے کہ سلیم بن قیس امام باقرؑ کے اصحاب میں سے تھے اور رجال کشی کی وہ روایت ضعیف ہے جس میں آپ کی عہد امام زین العابدین علیہ السلام میں وفات کا تذکرہ موجود ہے۔[1]

سلیم بن قیس سے روایات نقل کرنے والے راویان کا تذکرہ:

سلیم بن قیس الہلالی کے مختصر تعارف کے بعد ان سے روایات نقل کرنے والے راویان پر مختصر کلام کیے دیتے ہیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ سلیم بن قیس سے روایات نقل کرنے میں ابان بن ابی عیاش منفرد نہیں بلکہ دیگر راویان نے بھی سلیم بن قیس سے روایات نقل کی ہیں۔

شیخ غضائری سلیم بن قیس کے حالات میں نقل کرتے ہیں:

وأسانیدُ هذا الکتابِ تختلفُ: تارةً بروایة عُمَر بن أُذَیْنة، عن إبراهیم بن عُمَر الصَّنْعانیّ، عن أبان بن أبی عیّاش، عن سُلَیْم. وتارةً یَرْوی عن عُمَر، عن أبانٍ، بلا واسطةٍ.

(1)معجم رجال الحدیث، جلد 8 صفحہ ۲۳۶

اور اس کے علاوہ اس کتاب کی اسانید مختلف ہیں۔ کبھی عمر بن اذینہ کی روایت سے، جس نے ابراہیم بن عمر صنعانی سے جس نے ابان بن ابی عیاش سے جس نے سلیم سے روایت کی ہے۔
اور کبھی وہ عمر سے مروی ہے جس نے ابان سے بلاواسطہ روایت کی۔[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابان کے علاوہ بھی دیگر راویان نے اس کتاب کو نقل کیا ہے۔

شیخ طوسیؒ نے الفہرست اور شیخ نجاشیؒ نے کتاب الرجال میں کتاب سلیم کی دو اسناد کا ذکر کیا ہے:

سلیم بن قیس الهلالی

له کتاب، یکنی أبا صادق أخبرنی علی بن أحمد القمی قال: حدثنا محمد بن الحسن بن الولید قال: حدثنا محمد بن أبی القاسم ماجیلویه، عن محمد بن علی الصیرفی، عن حماد بن عیسی وعثمان بن عیسی، قال حماد بن عیسی: وحدثنا إبراهیم بن عمر الیمانی عن سلیم بن قیس بالکتاب۔[2]

ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ اس کتاب کی کئی اسناد ہیں۔

ابان بن ابی عیاش پر کلام

ابان بن ابی عیاش سے متعلق علمائے امامیہ میں دو طرح کے اقوال موجود ہیں:

ایک قول ان کی تضعیف کا ہے جبکہ دوسرا ان کی مدح کا ہے۔

ابن غضائری اور شیخ طوسیؒ نے تضعیف کے قول کو اختیار کیا ہے۔ مگر علمائے امامیہ میں سے کئی محققین نے ان دونوں علماء کے قول کو دلائل کے ساتھ رد کر کے ابان بن ابی عیاش کی توثیق کو ثابت کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ ابان بن ابی عیاش پر جرح دراصل عامہ سے نقل ہوئی ہے۔

ابو علی حائریؒ نے اپنی کتاب منہج المقال میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ابان بن ابی عیاشؒ کی تضعیف عامہ سے نقل ہوئی ہے۔[3]

(1)رجال ابن غضائری، رقم 55
(2)رجال نجاشی رقم 4
(3)منهج المقال فی تحقیق احوال الرجال، صفحہ 195 , رقم 12

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

اسی قول کو آقائے عبداللہ مامقانی نے بھی نقل کیا ہے:

أنّ نسبة وضع الكتاب إليه لا أصل لها، وإذا انضمّ إلى ذلك قول الشيخ أبي علي في المنتهى: إنّي رأيت أصل تضعيفه من المخالفين۔[1]

خلاصہ: ابان کی جانب کتاب گھڑنے کی نسبت درست نہیں۔ ابان کی تضعیف مخالفین سے نقل ہوئی ہے۔

عظیم محقق سید احمد الحسینی الخوانساری فرماتے ہیں:

ولعله تضعيف المخالفين۔۔۔[2]

ابان بن ابی عیاش کی توثیق علمائے امامیہ کی زبانی

علمائے امامیہ میں سے اکثر نے ابان بن ابی عیاش کی توثیق کی ہے۔ بطور نمونہ ہم چند محقق علماء کے اقوال پیش کرتے ہیں:

سب سے پہلے سید علی بن احمد العقیقی کا قول پیش خدمت ہے، جنہوں نے ابان کی توثیق کی ہے۔ یہ غیبت صغریٰ کے زمانے کے ایک مشہور عالم دین تھے۔ شیخ نجاشیؒ نے ان کے تعارف میں ان کی تصانیف میں کتاب الرجال کا ذکر کیا ہے۔

احمد بن علی بن محمد

بن جعفر بن عبد الله بن الحسين بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب العلوي العقيقي، كان مقيما بمكة، وسمع أصحابنا الكوفيين وأكثر منهم.

وصنف كتبا وقع إلينا منها: كتاب المعرفة، كتاب فضل المؤمن، كتاب تاريخ الرجال، كتاب مثالب الرجلين والمرأتين۔[3]

(1)تنقیح المقال جلد 3 صفحہ 69

(2)کشف الاستار عن وجہ الکتب والاسفار، جلد 2 صفحہ 125

(3)رجال النجاشی، الرقم 196

ان کی کتاب الرجال علامہ حلی تک پہنچی ہے اور انہوں نے ان کے رجالی اقوال کو اپنی کتاب "خلاصۃ الاقوال" میں بھی جگہ جگہ نقل کیا ہے اور ان پر اعتماد کیا ہے۔

محقق عبدالنبی کاظمی نے علی بن احمد العقیقی کا ابان سے متعلق قول نقل کیا ہے:

انه كان فاسد المذهب ثم رجع۔

یہ پہلے فاسد المذہب تھا، پھر رجوع کیا۔[1]

آقائے صالح مازندرانی نے شرح اصول کافی میں علی بن احمد العقیقی کا یہی قول نقل کیا ہے:

قال سيد علي بن احمد: انه كان فاسد المذهب ثم رجع۔[2]

الشیخ آقا محمد بن جعفر بن محمد نے اسی قول کی بنا پر ابان کی توثیق نقل کی ہے۔[3]

یعنی ان علماء نے علی بن احمد العقیقی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے اور ابان کی توثیق نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی محققین امامیہ نے ابان بن ابی عیاش کی توثیق نقل کی ہے اور توثیق کے دلائل میں سے ایک دلیل اصحاب اجماع کا ابان سے روایات نقل کرنا ہے۔

عبداللہ مامقانی ابان کی مدح ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

متشيعاً ممدوحاً۔[4]

اسی کتاب کے حاشیے میں محقق شیخ محی الدین مامقانی ابان سے متعلق لکھتے ہیں:

فأبان ابن أبي عياش بينا كان راوياً جليلاً، وثقة كبيراً۔

پس ابان بن ابی عیاش ہمارے نزدیک جلیل وثقہ کبیر راوی ہے۔[5]

محدث علی نمازی شاہرودی لکھتے ہیں:

(1)تکملۃ الرجال، جلد 1 ص 152

(2)شرح اصول الکافی جلد دو صفحہ 139

(3)اکلیل المنہج ص 284

(4)تنقیح المقال جلد 3 صفحہ 69

(5)تنقیح المقال جلد 3 صفحہ 70

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ومن لاحظ کتاب سلیم یظهرله حسنها وکمالها وثاقتها۔

اور جو شخص سلیم کی کتاب کو دیکھے گا، وہ ابان کے حسنات وکمالات کو جان جائے گا کہ وہ قابل اعتماد ہیں۔[1]

شیخ ہادی نجفی نے موسوعہ احادیث اہل بیت میں ابان بن ابی عیاش کو "حسن درجے کا راوی" قرار دیا ہے اور ان کی روایات کی توثیق کی ہے۔[2]

سید احمد الحسینی الخوانساری نے بھی ابان کی توثیق کی ہے:

وینبغی عدہ من مدائحہ۔[3]

محقق محسن الامین ابان سے متعلق فرماتے ہیں:

واما الاعتماد فی تضعیف الرجال فغریب طریق مع أن بعض المتاخرین السابقة علی حسن حالہ۔[4]

اس کے علاوہ بھی کئی علمائے امامیہ نے ابان کی توثیق کی ہے۔ ان اقوال سے واضح ہوجاتا ہے کہ علمائے امامیہ کی اکثریت کے نزدیک ابان بن ابی عیاش ایک ممدوح راوی ہے۔ جس سے مروی روایات معتبر ہیں۔ مگر فریق مخالف انصاف کا دامن چھوڑ کر ابان کی ان توثیقات کو چھپاتے ہوئے اس پر کئی گئی کمزور جرح پیش کرتا ہے۔

اہلسنت کتب سے ابان پر کی جانے والے جرح کی حقیقت:

اہلسنت کی جانب سے ابان بن ابی عیاش کی تضعیف کے سلسلے میں جن اقوال کو اختیار کیا جاتا ہے ان میں سے چند اقوال کی حیثیت واضح کرتے ہیں۔ ان میں پہلا قول شعبہ بن حجاج کا ہے:

(1)مستدرکات علم رجال، جلد 1 صفحہ 85

(2)موسوعہ احادیث اہل بیت ع، جلد 1 صفحہ 196

(3)کشف الاستار، جلد 2 صفحہ 30

(4)اعیان الشیعہ جلد 5 صفحہ 50

یزید بن ہارون نے کہا: میں نے شعبہ بن حجاج سے سنا کہ مجھے اپنی ماں سے ستر بار زنا کرنا پسند ہے یہ نسبت اس کے کہ میں ابان بن ابی عیاش سے روایات نقل کروں۔[1]

یعنی شعبہ نے ابان پر سخت جرح کی ہے مگر خود شعبہ کا یہ حال ہے کہ اس نے ابان سے روایت بھی لی ہے۔

ہم یہاں ایک روایت اعلاء سنن مولانا ظفر احمد تھانوی کی کتاب سے پیش کرتے ہیں:

عن ابی حنیفة عن أبان بن عیاش عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود عن ام عبد الله رضی الله عنهما قالت رأیت رسول الله ﷺ قنت فی الوتر قبل الرکوع۔

وهذا حدیث حسن۔

مولانا ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں کہ شعبہ کے علاوہ ابان کو کسی نے جھوٹا نہیں کہا، لیکن اس کے باوجود حدیث قنوت سے صبر نہ کرسکے۔

شعبہ کا حدیث ابان بن عیاش پر صبر نہ کرنا بذات خود شعبہ پر سوال ہے۔

ملاحظہ ہو:

قال الذهبی فی المیزان قال یزید بن هارون قال شعبه داری وحیاری الساکین صدقة ان لم یکن ابان یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه قال یصبر عن ذا الحدیث۔

ذہبی کہتے ہیں: یزید بن ہارون کہتے ہیں: میں نے شعبہ سے کہا: اگر ابان جھوٹا ہے تو آپ نے اس سے سماع کیوں کیا؟ شعبہ نے کہا: اس سے کون صبر کرسکتا ہے۔[2]

اب ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ شعبہ نے ابان بن ابی عیاش پر جو جرح کی اس کی دلیل کیا ہے؟

امام عقیلی جو کہ اہلسنت کے جرح وتعدیل کے امام مانے جاتے ہیں، انہوں نے معاذ بن معاذ سے شعبہ بن الحجاج کا ابان کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے:

(1)الکامل فی ضعفا الرجال جلد 2 صفحہ 267

(2)اعلاء السنن جلد 6 ص 83

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

حدثنا معاذ بن معاذ قال قلت لشعبة رأيت وقعتك في أبان بن ابي عياش شئ تبين لك او غير ذلك قال فلن يشبه اليقين۔

معاذ بن معاذ نے کہا: میں نے شعبہ سے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ ابان بن عیاش پر آپ جرح کرتے ہیں۔ کیا آپ پر کوئی چیز آشکار ہوئی ہے یا کوئی اور بات ہے؟ شعبہ نے کہا: یہ ایک ظن ہے جو یقین سے مشابہ ہے۔ (1)

ملاحظہ کریں کہ ابان پر جرح محض شعبہ کے گمان و ظن کا نتیجہ ہے جب ظن کے معنی ہی گمان ہیں تو اس کو یقین پر کیسے منطبق کیا جاسکتا ہے۔

خداوند متعال نے ایسے افراد کی سورہ نجم آیت 28 میں اس طرح مذمت فرمائی ہے:

﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾

حالانکہ انہیں اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے وہ تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور گمان تو حق (تک) پہنچنے کے لیے کچھ کام نہیں دیتا۔ (2)

شعبہ نے بغیر کسی قطعی دلیل کے، فقط ظن کی بنا پر ابان بن ابی عیاش پر جرح کردی، اور قران کی اس آیت کی مخالفت کی جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بعض گمان یقیناً گناہ ہیں۔ (3)

اسی طرح علی بن مسہر کا قول جسے عقیلی نے بھی نقل کیا ہے نیز یہ قول مسلم بن حجاج نے صحیح مسلم کے مقدمے میں نقل کیا ہے۔

وحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، قَالَ: «سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ نَحْوًا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ»، قَالَ عَلِيٌّ: فَلَقِيتُ حَمْزَةَ، فَأَخْبَرَنِي «أَنَّهُ رَأَى

(1)ضعفاء عقیلی ج 1 ص 39 رقم 22)

(2)سورہ نجم آیت 28

(3)سورہ حجرات آیت 13

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ، فَمَا عَرَفَ مِنْهَا إِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا خَمْسَةً أَوْ سِتَّةً»

علی بن مسہر نے بیان کیا، کہا: میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار احادیث سنیں۔ علی نے کہا: پھر (کچھ عرصے بعد) میں حمزہ سے ملا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ احادیث جو ابان سے سنی تھیں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے ان میں بہت معمولی حصے، پانچ یا چھ حدیثوں کے سوا کسی چیز کو نہ پہچانا۔ (1)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر مضحکہ خیز امر ہے کہ خواب کی بنا پر کسی راوی کی توثیق یا جرح کی جائے۔

علی بن مسہر کا یہ قول ایک ظن سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے اور ظن کی بنا پر فیصلوں کی مذمت آیات قرآنی سے واضح ہے۔ عموماً یہی دو اقوال ابان بن ابی عیاش کی مذمت میں نقل کیے جاتے ہیں وگرنہ اہلسنت محققین رجال نے بھی ابان بن ابی عیاش کی شخصیت کے معتبر ہونے پر گواہی دی ہے۔

ابن عدی اپنی کتاب الکامل فی ضعفا الرجال میں ابان سے متعلق لکھتے ہیں:

ابان بن ابی عیاش صالح بندوں میں سے تھے۔ (2)

ابن قتیبہ کتاب المعارف میں ابان بن ابی عیاش سے متعلق لکھتے ہیں:

ابان بن ابی عیاش، الفقیہ، ویکنی: ابا اسماعیل۔ (3)

یعنی ابان بن ابی عیاش فقیہ تھا اور صالح بندوں میں سے تھا۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں ابن حبان کا قول نقل کرتے ہیں:

وقال ابن حبان: كان ابان من العباد الذى يسهر الليل بالقيام، ويطوى النهار بالصيام۔ (4)

ابان ان لوگوں میں سے تھا جو راتوں کو قیام کیا کرتا تھا اور دن میں روزے رکھا کرتا تھا۔

(1)مقدمہ صحیح مسلم

(2)الکامل فی ضعفا الرجال جلد دوم صفحہ 267

(3)المعارف صفحہ 49

(4)میزان الاعتدال

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ ابان بن ابی عیاش اہلسنت علماء کے نزدیک ممدوح بھی رہا ہے یعنی مختلف فیہ راوی ہے۔

کتاب سلیم کو نقل کرنے والے دیگر راویان

ابان بن ابی عیاش کے علاوہ کتاب سلیم بن قیس الہلالی کو کئی راویان نے نقل کیا ہے۔

علامہ عضائری نے کتاب سلیم کی مختلف اسناد کا ذکر کیا ہے:

وأسانيدُ هذا الكتابِ تختلفُ: تارةً بروايةِ عُمَر بن أُذَيْنة، عن إبْراهيم بن عُمَر الصَّنْعانيّ، عن أبان بن أبي عياش، عن سُلَيْم. وتارةً يَرْوِي عن عُمَر، عن أبانٍ، بلا واسطةٍ۔[1]

اور اس کے علاوہ اس کتاب کی اسانید مختلف ہیں۔ کبھی عمر بن اذینہ کی روایت سے، جس نے ابراہیم بن عمر صنعانی سے جس نے ابان بن ابی عیاش سے جس نے سلیم سے روایت کی ہے۔ اور کبھی وہ عمر سے مروی ہے جس نے ابان سے بلاواسطہ روایت کی۔

سلیم بن قیس سے روایات نقل کرنے والے باقی تین راوی:

1. ابراہیم بن عمر الیمانی
2. ابان بن تغلب
3. ابراہیم بن عثمان

ابراہیم بن عمر الیمانی کی سند

شیخ کلینیؒ ایک سند نقل کرتے ہیں:

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ الْيَمَانِيِّ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْهِلَالِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ---[2]

(1)رجال ابن غضائری، رقم 55

(2)الکافی، ج 8، ص 182 رقم 531

یہ سند ابراہیم بن عمر الیمانی کے واسطے سے سلیم تک متصل ہے اور اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دوسری سند شیخ صدوقؒ نے کمال الدین وتمام النعمہ میں نقل کی ہے:

حدثنا محمد بن الحسن بن احمد بن الوليد قال: محمد بن حسن الصفار، عن احمد بن محمد بن عيسى، عن الحسين بن سعيد، عن حماد بن عيسى، عن ابراهيم بن عمر اليماني، عن سليم بن قيس الهلالي، عن امير المومنين علي ابن ابي طالب ﷺ---[1]

یہ سند معتبر ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تیسری سند جسے ابو جعفر محمد بن الحسن بن فروخ الصفار نے بصائر الدرجات میں نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ الْيَمَانِيِّ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْهِلَالِيِّ---[2]

یہ سند بھی معتبر ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں۔

ابراہیم بن عمر الیمانی کی توثیق

شیخ نجاشیؒ نے انہیں "ثقہ" قرار دیا ہے اور انہیں مشائخ امامیہ میں سے قرار دیا ہے۔[3]

شیخ طوسیؒ نے انہیں اصحاب امام باقرؑ اور اصحاب امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے قرار دیا ہے۔[4]

سلیم بن قیس سے کتاب نقل کرنے والے تیسرے راوی ابان بن تغلب ہیں۔

ابان بن تغلب

شیخ نجاشی نے انہیں جلیل القدر مشائخ امامیہ میں سے قرار دیا ہے۔[5]

(1)کمال الدین و تمام النعمہ صفحہ 272

(2)بصائر الدرجات صفحہ 73

(3)رجال نجاشی رقم 26

(4)رجال طوسی صفحہ 123

(5)رجال نجاشی رقم 7

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

ابان بن تغلب کی روایات

ابان بن تغلب نے بھی سلیم بن قیس الہلالی سے کتاب نقل کی ہے اور ان کی مرویات مختلف کتب میں آئی ہیں۔

ان کی سند کو شیخ صدوقؒ نے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْكَانَ عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْهِلَالِيِّ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ۔۔۔[1]

اس کے علاوہ اسی سند سے روایات اپنی دیگر کتب مثلاً الخصال اور عیون الاخبار الرضا میں بھی نقل کی ہیں۔

کتاب سلیم کو نقل کرنے والے چوتھے راوی ابراہیم بن عثمان/عیسیٰ ہیں، جنہوں نے اس کتاب کو سلیم بن قیس الہلالی سے نقل کیا ہے۔

نجاشیؒ نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے:

ثقة، كبير المنزلة۔[2]

ابان بن عثمان سے مروی کتاب سلیم کی سند

شیخ کلینیؒ نقل کرتے ہیں:

علی بن ابراهيم، عن ابيه، عن حماد بن عيسى، عن ابراهيم بن عثمان، عن سليم ابن قيس الهلالي قال:۔۔۔ الخ[3]

(1)كمال الدين و تمام النعمه، جلد 1 صفحه 373

(2)رجال نجاشی رقم 25

(3).الكافی، جلد 8، صفحه 21

یہ روایت معتبر ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ روایت بھی کتاب سلیم کی مختلف اسناد پر دلالت کرتی ہے۔

ان تین راویوں کی مرویات سے واضح ہوجاتا ہے کہ کتاب سلیم بن قیس الہلالی مختلف اسناد سے ہم تک پہنچی ہے اور اگر بالفرض ابان بن ابی عیاش کو ضعیف مان بھی لیا جائے پھر بھی کتاب تک معتبر طریق موجود ہیں جو کتاب کی حجیت کے لیے کافی ہیں۔

اہل تشیع واہل تسنن میں ایک یکساں اصول کے مطابق کسی کتاب یا روایت کے کثیر طرق اس روایت کی حجیت کو ثابت کرسکتے ہیں خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

ملاحظہ کریں کتب اہلسنت سے اس اصول کی وضاحت۔

مشہور سلفی عالم ابن تیمیہ نے بیان کرتے ہیں:

فان تعدد الطرق و كثرتها يقوى بعضها بعضاً۔

روایات کے متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔[1]

اسی طرح مشہور محقق ناصر الدین البانی بیان کرتے ہیں:

يقوى بعضها بعضاً۔[2]

اس کے علاوہ کئی اہلسنت علماء نے اس اصول کو بیان کیا ہے کہ کسی روایت یا کتاب کے کثرت طرق اس کتاب یا روایت پر اطمینان کا سبب بنتے ہیں کیونکہ کثرت طرق ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

اس گفتگو کا حاصل کلام یہ ہے کہ کسی روایت یا کتاب کے کثرت طرق سے اس کتاب و روایت کی حجیت ثابت ہوجاتی ہے اور اگر ابان کی روایات کو قبول نہ بھی کیا جائے تو پھر بھی کتاب کی حجیت دیگر اسناد سے ثابت ہو جاتی ہے۔

(1)مجموعه الفتاوى، جلد 18 صفحه 26

(2)تمام المنه فی التعلق علی فقه السنه 386

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

مولا علیؑ نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک واپس کیوں نہیں لیا؟

مخالفین کتب اہل البیت کی جانب اٹھائے جانے والے اعتراضات میں ایک اعتراض یہ ہے کہ اگر فدک جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حق تھا تو مولا علی علیہ السلام نے اپنے دور خلافت میں اسے واپس کیوں نہیں لیا؟ ان کا کہنا ہے کہ جناب سیدہؑ نے فدک کا مطالبہ سرے سے کیا ہی نہیں۔ یہ سوال مدافعین خلیفہ اول کی طرف سے کیا جاتا ہے تاکہ ان پر تشیع کی جانب سے جو اعتراض کیا جاتا ہے انہیں اس سے بری کیا جاسکے۔

جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا بعد از رحلت رسول خدا ﷺ کئی بار فدک کا مطالبہ کرنے خلیفہ کے دربار میں تشریف لے گئیں اور یہ بات خود کتب اہل سنت میں درج ہے۔ یہاں ہم چند روایات پیش کرتے ہیں:

پہلی روایت

فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ: وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ، وَفَدَكٍ، وَصَدَقَتَهُ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا

جناب عائشہ روایت کرتی ہیں: جناب فاطمہ الزہراؑ بار بار حضرت ابوبکر سے اپنے ترکے کا مطالبہ کرتی رہیں۔[1]

مندرجہ بالا روایت کے عربی متن میں جناب فاطمہؑ کے لیے لفظ "کانت" فعل مضارع کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور عربی گرامر کی رو سے جہاں "کانت" یا "کان" فعل مضارع کے ساتھ استعمال ہو تو یہ استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی کسی کام کا ماضی میں بار بار واقع ہونا (ماضی استمراری)۔

(1) صحیح بخاری، ج4- ح 3093) (1)-

یعنی حضرت فاطمہؑ بار بار اپنے حق کا مطالبہ کرتی رہیں اور جواباً جناب ابوبکر حدیث توڑ سناتے رہے، جس کو یقینی طور پر دختر رسول ﷺ درست نہیں مانتی تھیں، اسی سبب بار بار میراث کا مطالبہ دہراتی رہیں۔

دوسری روایت

4035- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، وَالعَبَّاسَ، أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا، أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا المَالِ» وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ جناب فاطمہؑ اور حضرت عباس (ابن عبد المطلب) ابوبکر کے پاس گئے اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔[1]

اس روایت میں ملتا ہے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت عباس کے ہمراہ میراث کا مطالبہ کیا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہی ہمیں ایک اور روایت ملتی ہے جس میں سیدہ زہراؑ کسی کو ابوبکر کے پاس اپنی میراث کے مطالبے کے لیے بھیجتی ہیں، اس میراث کے لیے جو رسول اللہ ﷺ سے ان تک پہنچی تھی۔

حَدَّثَنَا أَبُو اليَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ، عَلَيْهَا السَّلَامُ، أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ۔[2]

ہم اپنے اہل سنت برادران سے سوال کرتے ہیں کہ آپ جو جناب فاطمہؑ سے محبت کا دم بھرتے ہیں، اسی فاطمہؑ سے جو حضرت عائشہ کی صحیح السند روایت کے مطابق بعد از رسول اللہ ﷺ سب سے سچی اور افضل انسان ہیں، وہ اصدق خاتون کیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو جھٹلائیں گی؟

(1) صحیح بخاری، ح 3810-

(2) صحیح بخاری، ح 3998

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

جبکہ جناب ابوبکر نے ہر بار فدک کا مطالبہ کرنے پر ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش کی اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے پرواہ کئے بغیر بار بار مطالبہ کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر نہیں ہوئی تھی اور جناب فاطمہؑ اسے اپنے بابا کی حدیث نہیں گردانتی تھیں۔

اب بڑھتے ہیں اس سوال کی جانب کہ مولا علیؑ نے اپنے دور خلافت میں فدک واپس کیوں نہیں لیا؟

اگر مولا علیؑ نے فدک واپس نہیں لیا تو کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کو حق پر سمجھتے تھے؟

ایسا ہرگز نہیں ہے اور اس بات کو ہم یہاں کتب اہل سنت کی روایات سے ثابت کریں گے:

فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِن ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ»، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ۔

مولا علی علیہ السلام اور جناب عباس خلیفہ دوم کے پاس جاتے ہیں۔ خلیفہ دوم کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو ابوبکر نے کہا: میں رسول اللہ کا ولی ہوں۔ پھر خلیفہ دوم نے جناب عباس سے کہا: اس کے بعد آپ اپنے بھتیجے کی اور جناب علیؑ اپنی زوجہ کی میراث کا مطالبہ کرنے آ گئے جس پر ابوبکر نے کہا: رسول اللہ نے فرمایا: ہم انبیا میراث نہیں چھوڑتے جو چھوڑ کر جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ جب ابوبکر نے یہ حدیث پیش کی تو اے علیؑ و عباس آپ دونوں نے اسے جھوٹا، گنہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھا جبکہ خدا کی قسم وہ سچا تھا اور تم دونوں مجھے بھی جھوٹا، گنہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھتے ہو۔ (1)

(1)صحیح مسلم جلد 3، ص 1388

ہمارا سوال مولا علیؑ کے ان چاہنے والوں سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پر یقین رکھتے ہیں "علی مع الحق و الحق مع علی" آپ بتائیے کہ یہاں کیا ثابت ہو رہا ہے کہ مولا علیؑ کا خلیفہ اول و دوم کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟ اب آپ مولا علیؑ کو حق پر سمجھیں گے یا شیخین کو؟

امیر المومنینؑ نے اپنی ظاہری خلافت میں فدک واپس کیوں نہ لیا؟

اس کا جواب خود امیر المومنینؑ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْهِلَالِيِّ قَالَ: خَطَبَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فَحَمِدَ اللهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ص ثُمَّ قَالَ أَلَا إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ خَلَّتَانِ۔۔۔ فَقَالَ قَدْ عَمِلَتِ الْوُلَاةُ قَبْلِي أَعْمَالًا خَالَفُوا فِيهَا رَسُولَ اللهِ ص مُتَعَمِّدِينَ لِخِلَافِهِ نَاقِضِينَ لِعَهْدِهِ مُغَيِّرِينَ لِسُنَّتِهِ وَ لَوْ حَمَلْتُ النَّاسَ عَلَى تَرْكِهَا وَ حَوَّلْتُهَا إِلَى مَوَاضِعِهَا وَ إِلَى مَا كَانَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ص لَتَفَرَّقَ عَنِّي جُنْدِي حَتَّى أَبْقَى وَحْدِي أَوْ قَلِيلٌ مِنْ شِيعَتِيَ الَّذِينَ عَرَفُوا فَضْلِي وَ فَرْضَ إِمَامَتِي مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ ص أَ رَأَيْتُمْ لَوْ أَمَرْتُ بِمَقَامِ إِبْرَاهِيمَ ع فَرَدَدْتُهُ إِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَهُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ص وَ رَدَدْتُ فَدَكاً إِلَى وَرَثَةِ فَاطِمَةَ ع.

مجھ سے پہلے خلفاء نے ایسے کام انجام دیے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف تھے۔ آپؐ سے کئے گئے عہد و پیمان کو توڑ دیا۔ آپؐ کی سنت کو بدل دیا۔ اگر میں لوگوں کو کہوں کہ جو فلاں کام تم کر رہے ہو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف ہے، بعد کے خلفاء کے ایجاد کردہ ہیں، ان کو ترک کر دو اور خلفاء کی ایجاد کی گئی بدعتوں کو ان کے اصل مقام کی طرف لے جاؤں تو وہ لوگ جو اس وقت میری بیعت میں ہیں اسے توڑ دیں گے اور متفرق ہو جائیں گے۔ اور بہت ہی قلیل تعداد میں میرے شیعہ باقی رہ جائیں گے، وہ شیعہ جو میرے فضل کی معرفت رکھتے ہیں۔ اگر مجھے ان کے الٹے پاؤں پھرنے کا خوف نہ ہوتا، میں فدک کو فاطمہ کے وارثین کی طرف پلٹا دیتا۔ (1)

(1)روضہ الکافی ج8، ص 63

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

یہاں ایک اعتراض بن سکتا ہے کہ مولا علی شیر خداؑ ہیں وہ کیسے خوف کھا سکتے ہیں اور اگر وہ واقعاً حق پر تھے تو انہیں لوگوں سے خوف نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ اعتراض در حقیقت رسول اللہ ﷺ پر اعتراض ہے۔

اور اس کا جواب بھی اہل سنت کی کتاب ہی میں مل جاتا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: «أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوْا الكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: «لَوْلاَ حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالكُفْرِ لَفَعَلْتُ» فَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أُرَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلاَمَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الحِجْرَ، إِلَّا أَنَّ البَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو بنیاد ابراہیم کو چھوڑ دیا تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ پھر آپ بنیاد ابراہیم پر اس کو کیوں نہیں بنا دیتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر سے بالکل نزدیک نہ ہوتا تو میں بیشک ایسا کرتا۔[1]

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولا علیؑ نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کی ہے کیونکہ مولاؑ نے فرمایا: مجھے لوگوں کے متفرق ہونے کا خوف ہے اور یہاں رسول اللہ ﷺ بھی یہی بات مختلف الفاظ میں فرما رہے ہیں۔

کیا اب بھی مولائے کائناتؑ پر اعتراض کیا جائے گا کہ انہیں لوگوں کا خوف کیوں تھا؟

(1) صحیح بخاری، باب: فضائل مکہ اور کعبہ کی بناء کا بیان، ح1583

اگر ایسا ہی ہے تو پہلے اعتراض رسول اللہ ﷺ پر اٹھے گا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ کو کرنا چاہیے تھا وہ آپ نے لوگوں کے کفر کی طرف پلٹنے کے خوف سے انجام نہ دیا جبکہ ان کے ساتھیوں کی تعداد بھی امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھیوں سے زیادہ تھی۔ کیا کسی میں اتنی ہمت ہے کہ رسول خدا ﷺ پر اعتراض کرے؟

علمائے اہلسنت وباشعور عوام اہلسنت سے ہمارے چند سوالات

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت اور فدک کے مسئلے کو لے کر ہمیشہ مخالفین کی طرف سے مکتب تشیع پر اعتراضات کیے جاتے ہیں جن کا جواب علمائے تشیع ہمیشہ سے دیتے آئے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ حضرات جو ہمیشہ سے اشکالات کرتے آئے ہیں یا جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے حق اور ان پر ہونے والے مظالم کو چھپانے کی کوشش کرتے رہیں ہیں ان کی خدمت میں بھی چند سوالات رکھے جائیں۔ ہم آپ کی خدمت میں فقط چند سوالات رکھتے ہیں اور اپنے برادانِ اہل سنت سے ضرور بالضرور ان کے جوابات کا تقاضا کرتے ہیں۔

1۔ پہلا سوال

آپ کی کتاب صحیح بخاری جو قرآن کے بعد اہلسنت کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر اور سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے اس میں ہمیں یہ روایت دیکھنے کو ملتی ہے۔

وحدثني زهير بن حرب: حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث: حدثنا أبي: حدثنا حسين المعلم، عن إبن بريدة، عن يحيى بن يعمر أن أبا الأسود حدثه، عن أبي ذر أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: : ليس من رجل ادعى لغير أبيه وهو يعلمه إلا كفر، ومن ادعى ما ليس له فليس منا وليتبوأ مقعده من النار، ومن دعا رجلاً بالكفر، أو قال: عدو الله! وليس كذلك، إلا حار عليه۔

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایسی چیز کا دعوی کرے جو اس کی نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔[1]

وہ چیز کہ جس کا دعوی کیا جا رہا ہے وہ چیز کس نوعیت کی ہونی چاہیے؟ اس کے لئے ہم اہلسنت ہی کی شروحات کی جانب رجوع کرتے ہیں:

وقوله: عليه السلام من ادعى ما ليس له يدخل فيه الدعاوى الباطلة كلها ومنها: دعوى المال بغير الحق۔ وقد جعل الوعيد عليه بالنار۔ لأنه لما قال "فليتبوأ مقعده من النار" اقتضى ذلك تعيين دخوله النار۔ لأن التخييرفي الأوصاف فقط يشعربثبوت الأصل۔

یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ومن ادعى ما ليس له اس میں تمام باطل دعوے آجاتے ہیں جن میں سے ایک باطل دعویٰ یہ ہے کہ کوئی کسی مال کا دعویٰ کرے مگر وہ اس کا حق نہ ہو۔[2]

یعنی وہ شخص کسی مال کا مالک نہ ہو مگر اس کا دعویٰ کر دے کہ یہ میرا مال ہے تو رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق وہ جہنم میں جائے گا۔

جب ہم صحیح بخاری میں دیکھتے ہیں تو اس میں ایک مسلم حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے جس کا تمام محدثین اہل سنت نے اقرار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

حدثنا عبد الله بن محمد: حدثنا هشام: أخبرنا معمر، عن الزهرى، عن عروة، عن عائشة رضى الله عنها: أن فاطمة والعباس عليها السلام، أتيا أبابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضيهما من فدك وسهمه من خيبر۔

(1)صحيح البخارى، كتاب الايمان، حديث 112

(2)احكام الاحكام شرح عمدة الاحكام ،الاما م تقى الدين ابن دقيق جلد 2ط دوم 1407

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا خلیفہ اول کے پاس گئیں اور ان سے فدک اور خمس کا جو ان کا حصہ بنتا تھا اس کا تقاضہ کیا۔ جس پر حضرت ابوبکر نے انہیں منع کر دیا۔[1]

۲۔ دوسرا سوال

ہمارا آپ سے سوال ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا خلیفہ اول کے پاس گئیں اور مال کا دعوی کیا۔ اب اگر کہا جائے کہ وہ مال حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا حق تھا اور خلیفہ اول نے نہیں دیا تو اس حدیث "ومن ادعى ما ليس له فليس منا" کے مطابق ابوبکر اس حدیث کا مصداق قرار پائیں گے اور اگر کہا جائے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا گئیں اور اس مال کا دعوی کیا جو ان کا حق نہیں تھا جبکہ وہ اسے اپنا ہی حق سمجھتی تھیں کیونکہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے دعوی کیا اور جناب ابوبکر کے منع کرنے پر غضبناک ہوئیں، اس کا مطلب ہے جناب زہرا سلام اللہ علیہا اس کو اپنا حق سمجھتی تھیں لیکن اگر آپ کہیں نہیں وہ ان کا حق نہیں تھا اور جناب زہرا کا دعوی غلط تھا تو کیا سیدۃ النساء العالمین، فاطمة بضعة منی جو رسول اللہ ﷺ کے وجود کا حصہ ہیں وہ اس حدیث کا مصداق قرار پائیں گی جس کا نتیجہ یہ ہے: "وليتبوا مقعده من النار" یعنی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ایک آسان سا سوال ہے فیصلہ آپ نے کرنا ہے: کیا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا دعوی غلط تھا یا حضرت ابوبکر نے حق دینے سے انکار کیا ہے؟؟

۳۔ تیسرا سوال

حضرت عائشہ سے بخاری میں صحیح روایت ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد: حدثنا هشام: أخبرنا معمر، عن الزهرى، عن عروة، عن عائشة رضى الله عنها: أن فاطمة والعباس عليها السلام، أتيا أبابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضيهما من فدك وسهمه من خيبر۔

(1)صحيح البخارى، كتاب الفرائض، باب 3، روايت 6725

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت عباس نے ابوبکر سے اس میراث کا مطالبہ کیا جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے فدک اور خمس میں سے ملتا تھا لیکن جناب ابوبکر نے منع کر دیا۔[1]

یہاں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت عباس نے اپنے اپنے حصے کا مطالبہ کیا لیکن جناب ابوبکر نے کہا: انبیاء کچھ بھی چھوڑ کر نہیں جاتے وہ جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ جبکہ اسی صحیح بخاری میں ہمیں ایک اور روایت دیکھنے کو ملتی ہے:

و حدثني علي بن حجر العدوي: حدثنا علي وهو ابن مسهر، حدثنا عبيد الله عن نافع، عن ابن عمر، قال: أعطى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خيبر بشطر ما يخرج من ثمر أو زرع، فكان يعطي أزواجه كل سنة مائة وسق: ثمانين وسقاً من تمر، وعشرين وسقاً من شعير، فلما وَلِيَ عُمَر قَسَمَ خيبر، خَيَّرَ أزواج النبي صلى الله عليه (وآله) وسلم أن يقطع لَهُنّ الأرض والماء، أو يمضي لَهُنّ الأوساق كل عامر، فاختلفن، فمنهن من إختار الأرض والماء، ومنهن من إختار الأوساق كل عامر، فكانت عائشة وحفصة مِمن إختارتا الأرض والماء۔

جناب عمر جب خلافت کے منصب پر آئے تو انہوں نے خیبر کو تقسیم کیا اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو زمین اور پانی کو اپنے لیے قبول کر لیں یا ہر سال ایک خاص مقدار میں ان کو جو حصہ دیا جاتا تھا ہم انہیں وہ دیتے رہیں۔ آپ کو اختیار ہے جس چیز کو چاہیں اختیار کریں۔ ازواج نبی میں اختلاف ہو گیا کسی نے پانی اور زمین کو لے لیا اور کسی نے اس حصہ کو لے لیا۔ لیکن جناب عائشہ اور حفصہ نے پانی اور زمین کو اختیار کیا۔[2]

ہمارا آپ تمام برادران اہلسنت سے سوال ہے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے جب اس خیبر سے اپنے حصے کا مطالبہ کیا تو جناب ابوبکر نے کہا سب صدقہ ہے اور ان کو ان کا حق نہ دیا۔ حضرت عباس نے مانگا

(1) الصحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب 3: قول النبي صل الله عليه وآله وسلم: لا نورث ما تركنا صدقة، الامام محمد بن اسماعيل بخاري، حديث 6725

(2) الصحيح البخاري، كتاب المساقاة و المزارعة، روايت 3963-

ان کو بھی ان کا حق نہیں دیا گیا۔ لیکن جب حضرت عمر کی خلافت آئی تو ازواج النبی کو ان کا حق دے دیا گیا۔ اس تضاد کا آپ کیا جواب دیتے ہیں کہ جب وہ صدقہ تھا اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت عباس کا حق نہیں تھا تو ان ازواج مطہرات کا حق کیسے بن گیا اور وہ صدقہ ان کو کیسے دے دیا گیا؟ حضرت ابوبکر و حضرت عمر دونوں نے مختلف عمل انجام دیے، پس ان میں سے کس کا عمل درست تھا؟ آیا خلیفہ اول کا عمل درست تھا یا خلیفہ دوم کا؟ آپ برادران اہلسنت اس تناقض اور تضاد کا کیا جواب رکھتے ہیں؟؟

۴۔ چوتھا سوال

اہلسنت عالم فخر الدین رازی، سورۃ النساء کی تفسیر کے ذیل میں اہل تشیع کی زبانی ایک سوال پوچھتا ہے، البتہ وہ اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ راقم ہے:

أَحَدُهَا: أَنَّهُ عَلَى خِلَافِ قَوْلِهِ تَعَالَى حِكَايَةً عَنْ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ [مَرْيَمَ: 6] وَقَوْلِهِ تَعَالَى وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ [النَّمْلِ: 16] قَالُوا: وَلَا يُمْكِنُ حَمْلُ ذَلِكَ عَلَى وِرَاثَةِ الْعِلْمِ وَالدِّينِ لِأَنَّ ذَلِكَ لَا يَكُونُ وِرَاثَةً فِي الْحَقِيقَةِ بَلْ يَكُونُ كَسْبًا جَدِيدًا مُبْتَدَأً، إِنَّمَا التَّوَرُّثُ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا فِي الْمَالِ عَلَى سَبِيلِ الْحَقِيقَةِ، وَثَانِيهَا: أَنَّ الْمُحْتَاجَ إِلَى مَعْرِفَةِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ مَا كَانَ إِلَّا فَاطِمَةُ وَعَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ وَهَؤُلَاءِ كَانُوا مِنْ أَكَابِرِ الزُّهَّادِ وَالْعُلَمَاءِ وَأَهْلِ الدِّينِ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ مَا كَانَ مُحْتَاجًا إِلَى مَعْرِفَةِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ الْبَتَّةَ، لأنه ما كان ممن يخطر بباله أنه يَرِثُ مِنَ الرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَكَيْفَ يَلِيقُ بِالرَّسُولِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يُبَلِّغَ هَذِهِ الْمَسْأَلَةَ إِلَى مَنْ لَا حَاجَةَ بِهِ إِلَيْهَا وَلَا يُبَلِّغَهَا إِلَى مَنْ لَهُ إِلَى مَعْرِفَتِهَا أَشَدُّ الْحَاجَةِ، وَثَالِثُهَا: يُحْتَمَلُ أَنَّ قَوْلَهُ: «مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ» صِلَةٌ لِقَوْلِهِ: «لَا نُوَرَّثُ» وَالتَّقْدِيرُ: أَنَّ الشَّيْءَ الَّذِي تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، فَذَلِكَ الشَّيْءُ لَا يُوَرَّثُ.

یہ مسئلہ کہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے اس فرمان کی حاجت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس کو تھی۔ حضرت

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

ابوبکر کا اس سے بالکل کوئی ربط نہیں بنتا تھا کیونکہ ان کے ذہن میں کوئی گمان ہی نہیں تھا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز وراثت میں ملے گی تو یہ کیسے ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ مسئلہ اس کو تو بتادیں جسے اس مسئلے کی حاجت ہی نہیں تھی لیکن انہیں نہ بتائیں جنہیں اس مسئلے کی حاجت تھی؟(1)

آپ برادران سے ہمارا سوال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کام وحی کا ابلاغ تھا۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک مسئلہ جو کسی شخص کے ساتھ مربوط ہو اور وہ شخص اس مسئلے کی احتیاج بھی رکھتا ہو مگر رسول اللہ ﷺ اس مسئلے کو اس شخص تک نہ پہنچائیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ ایسا کر سکتے ہیں کہ جس شخص کو اس مسئلے کی احتیاج ہی نہیں تھی آپؐ اسے تو بتادیں مگر جسے احتیاج تھی اسے نہ بتائیں؟ یعنی حضرت ابوبکر جن کو اس مسئلے کی حاجت ہی نہیں رسول اللہ ﷺ انہیں ابلاغ کریں لیکن جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس جن کا اس مسئلے سے تعلق تھا ان کو اس مسئلے سے متعلق کوئی خبر نہ دیں؟ فخر الدین رازی نے اہل تشیع کی زبانی یہ دلچسپ سوال اٹھایا ہے لیکن وہ خود اس سوال کا جواب نہیں دے پایا کیا آپ اہلسنت اس کا جواب دے سکتے ہیں؟؟

۵۔ پانچواں سوال

جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے خلیفہ اول سے جاکر رسول اللہ ﷺ سے ارث میں ملنے والے فدک و خمس کے حصے کا مطالبہ کیا، جناب ابوبکر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے لیکن جب ہم ابن تیمیہ کی کتاب مجموعہ الفتاوی میں دیکھتے ہیں تو وہ کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:

وكان النبي صل الله عليه (وآله) وسلم لما مات دفن في حجرة عائشة، وكانت هي وحجر نسائه في شرقي المسجد وقبيله، لم يكن شيء من ذلك داخلا في المسجد، واستمر الأمر على ذلك إلى أن انقرض عصر الصحابة بالمدينة. ثم بعد ذلك في خلافة الوليد بن عبد

(1)تفسير الفخر الرازي، ج 9- ص 217

الملك بن مروان بنحو من سنة من بيعته وسع المسجد، وأدخلت فيه الحجرة للضرورة؛ فإن الوليد كتب إلى نائبه عمر بن عبد العزيز أن يشتري الحجر من ملاكها ورثة أزواج النبي ﷺ، فإنهن كن قد توفين كلهن - رضي الله عنهن، فأمره أن يشتري الحجر ويزيدها في المسجد، فهدمها وأدخلها في المسجد، وبقيت حجرة عائشة على حالها وكانت مغلقة لا يمكن أحد من الدخول إلى قبر النبي صل الله عليه وآله وسلم.

ولید بن مالک بن مروان نے اپنے نائب عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا کہ جن حجروں میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی بیویاں رہتی تھیں اور جو ان کو بطور ارث ملے تھے، اب چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں وفات پاچکی ہیں اس لیے ان حجروں کے مالکان سے وہ حجرے خرید لو اور ان کو مسجد میں شامل کردو۔(1)

جناب ابوبکر کہہ رہے ہیں میراث نہیں ہوتی اور ابن تیمیہ اعتراف کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو وہ کمرے بطور ارث ملے تھے۔ جبکہ دوسری طرف شیعہ و سنی کتب سے کوئی ایک مستند علمی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں یہ حجرے بطور ہدیہ اپنی ازواج کو دیے ہوں۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ جناب ابوبکر کہہ رہے ہیں: انبیاء کی میراث نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ پھر وہ حجرے ازواج مطہرات کو ارث میں کیسے ملے؟ اور اگر وراثت میں نہیں ملے تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات کس حق سے ان حجروں میں رہتی تھیں؟ اور جب سب صدقہ تھا تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو اس جگہ پر دفن ہونے کی اجازت کیسے ملی؟ حضرت عائشہ نے کس حق سے انہیں وہاں دفن ہونے دیا کیونکہ وہ جگہ ان کی اپنی ملکیت تو تھی نہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی میراث چھوڑی تھی تو کیا وہ حضرات ایک غصبی جگہ پر دفن ہیں؟ بالآخر اس معمے کی حقیقت کیا ہے؟

۶۔ چھٹا سوال

صحیح بخاری میں ایک حدیث دیکھنے کو ملتی ہے:

(1)مجموع الفتاوى، شيخ الاسلام احمد ابن تيميه، جلد 27

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

حدثنا عبدالله بن يوسف: أخبرنا مالك، عن ابن شهاب، عن انس بن مالك، أن صلى الله عليه و آله وسلم قال: لاتَباغَضوا، ولاتَحاسَدوا، ولاتَدابَروا، وكونوا عِبادَ اللّه إخوانا. ولايَحِلُّ لِمُسلِمٍ أن يَهجُرَ أخاهُ فَوقَ ثَلاثَةِ ليال۔

رسول اللہ نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ گفتگو کو ترک کرے۔[1]

یعنی اگر آپ کسی سے ناراض ہوجائیں اور تین دن تک اس سے بالکل کوئی کلام نہ کریں کوئی گفتگو نہ کریں، تو یہ آپ کے لئے جائز نہیں ہے۔ دوسری جانب ہم حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت ابوبکر کے ساتھ روار کھا رویہ ملاحظہ کرتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے۔ اسی صحیح بخاری میں سے ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

فقال لها أبو بكر: إن رسول الله صل الله عليه وآله وسلم قال: "لا نورث ما تركنا صدقة"، فغضبت فاطمة بنت رسول الله، فهجرت أبا بكر، فلم تزل مهاجرته حتى توفيت، وعاشت بعد رسول الله ستة أشهر. قالت: وكانت فاطمة تسأل أبا بكر نصيبها مما ترك رسول الله من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة، فأبى أبو بكر عليها ذلك وقال: لست تاركا شيئا كان رسول الله يعمل به إلا عملت به، فإني أخشى إن تركت شيأ من أمره أن أزيغ۔

جب ابوبکر نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ ہم انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی تو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوگئیں، گفتگو کو ترک کردیا، تا حیات حضرت زہراؑ نے جناب ابوبکر سے کوئی گفتگو نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت زہرا سلام اللہ علیہا 6 ماہ تک حیات رہیں۔[2]

سوال یہ ہے کہ۔۔۔ ایک جانب رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ کلام کو ترک کرے۔ اور یہاں تین دن نہیں بلکہ 6 ماہ تک جناب زہراؑ

(1) الصحيح البخاری، باب الأدب، حديث 6076

(2) الصحيح البخاری، باب فرض الخمس، روايت 3093

سلام اللہ علیہا زندہ رہیں، لیکن حضرت ابوبکر سے کوئی کلام نہیں کیا۔ کیا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان اور قرآن کی مخالفت کی اور اپنے ایک مسلمان بھائی سے گفتگو نہ کی؟ یا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ جو عبارت میں لفظ ہے کہ "مسلمان بھائی سے"۔ جناب زہرا سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر کے حوالے سے اس طرح کی فکر نہیں رکھتی تھیں اور ان کو اس انداز سے نہیں دیکھتی تھیں جس کی وجہ سے انہوں نے ابوبکر سے گفتگو کو ترک کردیا۔ آپ اہلسنت برادران اس پر کیا فیصلہ کرتے ہیں کہ جناب زہراؑ نے ان سے اپنی وفات تک گفتگو کیوں ترک فرمادی تھی؟؟

۷۔ ساتواں سوال

صحیح بخاری میں ایک روایت ہے، بالخصوص ہم تشیع کے نزدیک یہ روایت مولائے کائناتؑ کے مصائب میں سے ایک مصیبت ہے کہ وہ مولائے کائنات جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لیے اس قدر خدمات انجام دیں اور اسلام کو درپیش ہر خطرے نیز رسول اللہ ﷺ کو درپیش ہر مشکل میں ان کا ساتھ دیا چاہے جنگ خیبر ہو، چاہے جنگ بدر ہو، چاہے جنگ خندق ہو چاہے جنگ احد ہو یا دیگر معاملات۔۔۔ نیز اسلام کی سربلندی کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی اور ایثار وخدمت سے گریز نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد انہی مولائے کائنات کے ساتھ کیا رویہ اپنایا گیا؟ وہی مولائے کائنات جن کے بے شمار فضائل خود علمائے اہلسنت بھی نقل کرتے۔ احمد ابن حنبل کہتا ہے: رسول خدا کے اصحاب میں سے جتنے فضائل مولائے کائنات کے ہیں کسی اور صحابی کے نہیں ہیں۔ مگر اتنے زیادہ فضائل کے مالک امیر کائنات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کیا سلوک کیا گیا؟

ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا يحى بن بكير: حدثنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب الزهرى، عن عروة بن الزبير، عن عائشة أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم: أرسلت إلى أبي بكر الصديق تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه من المدينة وفدك وما بقى من خمس خيبر، فقال أبو بكر: إن رسول الله صلى الله عليه

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۔ امیر المومنینؑ نے اس کے بعد خانہ نشینی اختیار کرلی اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق قرآن کی جمع آوری اور تفسیر میں مشغول ہوگئے۔ کیونکہ ابوبکر نے جب آپ تک پیغام بھجوایا کہ بیعت کریں امیر المومنینؑ نے فرمایا: میں قرآن کی جمع آوری میں مشغول ہوں اور قسم کھائی ہے کہ قرآن کی جمع آوری تک فقط نماز کے لیے عبا اپنے کاندھوں پر ڈالوں گا اور کوئی دوسرا کام انجام نہیں دوں گا۔۔

لہذا چند روز حضرت علیؑ کے معاملہ میں انہوں نے سکوت اختیار کیا۔

چند دن گزرنے اور قرآن کی جمع آوری کا کام ختم ہوجانے کے بعد اور تاویلات آیات قرآنی لکھنے کے بعد امیر المومنینؑ نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹا اور مسجد لے گئے تاکہ لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اس ضمن میں لوگوں کے درمیان اپنے حق کے لیے آواز بلند کریں اور اپنے حق کی یاآوری کرواتے ہوئے مدد طلب کریں لیکن کسی نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اس وقت عمر کھڑا ہوا اور کہا: ہمارے پاس بغیر تاویل و تفسیر کے جو قرآن موجود ہے وہ ہمیں اس سے جس کی طرف تم دعوت دے رہے ہو بے نیاز کردیتا ہے پس امیر المومنینؑ گھر واپس آگئے۔

حضرت علیؑ کے گھر واپس آجانے کے بعد عمر نے ابوبکر سے کہا: کسی کو علیؑ کے پیچھے بھیجو تاکہ وہ بیعت کرے کیونکہ جب تک علیؑ بیعت نہیں کرے گا ہمارے کام کی کوئی حیثیت نہیں۔ فقط اسی وقت ہمارا منصب محفوظ رہ سکتا ہے جب علیؑ ہماری بیعت کرے۔

پس ابوبکر نے مولا کے پیچھے نمائندہ بھیجا تاکہ بیعت کا مطالبہ کرے۔ لیکن مولا علیؑ نے قبول نہ کیا اور یہ واقعہ کئی بار رونما ہوا۔ یہاں تک کہ معاملہ گھر جلانے کی دھمکی تک آن پہنچا۔ عمر نے اس دھمکی کو عملی صورت دی اور قنفذ کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر حملہ آور ہوا، گھر کا محاصرہ کیا، مولا علیؑ کو گرفتار کیا اور آپؑ کی گردن میں رسی ڈالی۔۔

اس دوران حضرت فاطمہؑ ان لوگوں کے درمیان آئیں تاکہ مولا علیؑ کو لے جانے میں حائل ہوں، قنفذ نے تازیانہ سے یا تلوار کے غلاف سے آپؑ کے بازوؤں پر ضرب لگائی اور آپ کو دروازہ کی طرف دھکیل کر اس قدر دروازے کو دھکیلا کہ آپ سلام اللہ علیہا کا پہلو زخمی ہوگیا اور آپکا فرزند محسنؑ سقط ہوگیا۔ یہی سبب بنا سیدہؑ کچھ عرصہ بعد شہادت کے مقام پر فائز ہوئیں۔۔

احتمال ہے کہ یہ واقعہ فدک کے غصب ہوجانے کے بعد رونما ہوا ہو اور ابوبکر و عمر کا بیعت کے لیے اصرار کرنا خطبہ فدک کے بعد انہیں ہونے والی ناکامی کی وجہ سے تھا۔

چونکہ (ابوبکر و عمر کے مطابق) ممکن تھا کہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ کے ساتھ مل کر لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کریں۔

امیر المومنینؑ کو زور زبردستی سے بیعت کے لیے لے گئے چونکہ آپؑ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔

ابوبکر نے کہا: (شیعہ روایات کے مطابق) ہم ان سب چیزوں کو قبول کرتے ہیں اور ہم نے خود پیغمبر گرامیؐ سے سنا ہے لیکن اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نے ہم اہل بیت کے لیے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی ہے اور نبوت و امامت میری اہل بیت میں جمع نہیں ہوسکتے۔ جیسے ابوبکر نے یہ بیان کیا عمر، ابو عبیدہ جراح، سالم (مولی ابی حذیفہ) اور معاذ بن جبل نے بھی ابوبکر کی بات کی تصدیق کی[1] اور ان دونوں کے مابین گفتگو کے تبادلہ کے بعد بالآخر ابوبکر نے امام علیؑ کے ہاتھ کو بیعت کے لیے اپنی طرف کھینچا اور بیعت لے لی۔ اس کے بعد شیعوں سے بھی اجباری طور پر بیعت لی اور زبیر نے چونکہ منع کردیا اس کے ساتھ لڑائی کی اور اسکی تلوار کو توڑ کر اسے بھی بیعت پر مجبور کردیا۔

آگے ہم ہجوم و حضرت محسنؑ کے سقط ہونے پر کتب اہل سنت سے اسناد پیش کریں گے۔

گھر جلانے کی دھمکی

اہل سنت کتب میں چار معتبر روایات ہیں جن میں فقط گھر جلانے کی دھمکی موجود ہے۔ ان روایات میں اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا:

(1) شیعہ روایات کے مطابق، ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ جراح، معاذ بن جبل، و سالم مولی ابی حذیفہ اصحاب ملعونہ میں سے ہیں جنہوں نے حجۃ الوداع میں پیمان باندھا کہ علیؑ کو خلافت تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ حدیث صحیفہ ملعونہ اگرچہ اہل سنت کتب میں نقل نہیں ہوئی (کیونکہ اس سے کتب سقیفہ کی بنیاد ملیامیٹ ہوجاتی) لیکن اس پر تائیدی روایات موجود ہیں۔ جب عمر سے کہا گیا: خلیفہ کا تعین کرو۔ اس نے کہا: کسے بناؤں؟ ابو عبیدہ جراح مرگیا، معاذ بن جبل بھی مرگیا اور سال، مولی ابو حذیفہ بھی، اگر یہ زندہ ہوتے تو شوریٰ تشکیل نہ دیتا۔ اخبار المدینة ج 2 ص 61 ح 1496 حکم برنامه جوامع الکلم: إسناده حسن / البداية والنهاية ج 6 ص 356

https://downloadshiabooks.com/

وسلم قال: " لا نورث، ما تركنا صدقة، إنما يأكل آل محمد في هذا المال" وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليها، ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت: وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا. كان لعلي بن الناس وجهه حياة فاطمة. فلما توفيت استنكر علي وجوه الناس فالتمس مصالحة أبي بكر و مبايعته و لم يكن بايع تلك الأشهر فأرسل إلى أبي بكر: أن ائتنا ولا يأتنا أحد معك كراهية ليحضر عمر، فقال عمر: لا والله لا تدخل عليهم وحدك، فقال أبو بكر، وما عساهم أن يفعلوا بي؟ والله لآتينهم فدخل عليهم أبو بكر فتشهد علي۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جناب ابوبکر سے ناراض ہو جاتی ہیں اور ان سے کوئی کلام نہیں کرتیں۔ رسول اللہ کے بعد 6 ماہ تک زندہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وفات پا جاتی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام جناب زہرا سلام اللہ علیہا کو رات کی تاریکی میں دفن کرتے ہیں اور ابوبکر کو سرے سے کوئی اطلاع نہیں دی جاتی۔ جناب ابوبکر نماز جنازہ میں شرکت بھی نہیں کرتے۔ جب تک حضرت فاطمہؑ قید حیات میں تھیں لوگوں کے سامنے حضرت علیؑ کی ایک آبرو تھی اور لوگ ان کا احترام کرتے تھے، لیکن جب حضرت زہراؑ وفات پا گئیں لوگ حضرت علیؑ سے روگردان ہو گئے اور منہ پھیر لیا۔[1]

آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ حضرت زہراؑ کی زندگی میں لوگ مولائے کائناتؑ کا احترام کرتے تھے مگر جونہی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا وفات پاتی ہیں لوگ مولائے کائنات سے منہ موڑ لیتے ہیں؟ اور ان کا احترام کرنا چھوڑ دیتے ہیں؟ اس روایت کے ذیل ابراہیم القرطبی لکھتا ہے:

(1) صحیح البخاری، کتاب المغازی، روایت 4240 -4241

و (قوله: وكان لعلي من الناس جهة حياة فاطمة) جهة؛ أي: جاه و احترام، بيعة على أي كان الناس يحترمون عليا في حياتها كرامة لها، لأنها بضعة من رسول الله، وهو أبابكر مباشر لها، فلما ماتت وهو لم يبايع أبابكر، انصرف الناس عن ذالك الاحترام؛ ليدخل فيما دخل فيه الناس، ولا يفرق جماعتهم. ألا ترى أنه لما بايع أبابكر أقبل الناس عليه بكل إكرام وإعظام؟!

لوگوں کی نظر میں حضرت علی علیہ السلام کی ایک آبرو تھی۔ جب تک حضرت زہراؑ زندہ تھیں ان کی زندگی میں لوگ مولائے کائنات کا احترام کرتے تھے۔ پس جب حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس دنیا سے رخصت ہوگئیں اور مولائے کائنات علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت نہ کی تو لوگ جو مولائے کائنات علیہ السلام کا احترام کرتے تھے اس احترام سے منصرف ہوگئے اور انہوں نے مولائے کائنات علیہ السلام کا احترام کرنا چھوڑ دیا[1]۔"

ہم اہل تشیع کا آپ برادران اہلسنت نیز علمائے اہلسنت و بزرگان اہلسنت سے ایک نہایت سادہ سا سوال ہے کہ کیوں لوگ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد مولائے کائنات کے احترام سے روگردان ہو گئے تھے؟

یہاں تک کہ علمائے شیعہ نے نقل کیا ہے کہ لوگوں کا رویہ امیر کائنات کے ساتھ اس قدر برا تھا کہ مولائے کائنات سلام کرتے تھے مگر لوگ ان کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے تھے اور خود آپ کے علمائے اہلسنت، محدثین اور شارحین اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ وہ احترام جو جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی میں لوگ مولائے کائنات سلام اللہ علیہا کا کرتے تھے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد لوگوں نے مولائے کائنات علیہ السلام کا وہ احترام کرنا چھوڑ دیا آخر کیا وجہ تھی؟ کیا اس وجہ سے کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے ان کے آباؤ اجداد کو قتل کیا تھا؟ آخر لوگوں کی مولائے کائنات علیہ السلام سے ایسی کیا دشمنی تھی کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد لوگوں نے آپؑ کا احترام کرنا چھوڑ دیا؟؟

(1) کتاب المفہم، ابراهیم القرطبی م606ھ، جلد 3

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

۸۔آٹھواں سوال

ابن تیمیہ منہاج السنہ میں ایک بحث کرتا ہے:

ولهذا قال العلماء إن الإمام الراتب لا يقدم عليه من هو أفضل منه وكانت السنة أولا أن الأمير هو الذي يصلي بالناس۔ و تنازع الفقهاء فيما إذا اجتمع صاحب البيت والمتولي أيهما يقدم؟ على قولين: كما تنازعوا في صلاة الجنازة هل يقدم الوالي او الولي، واكثرهم قدم الوالي.

نماز میت کے اوپر امام راتب مقدم ہے یا امیر مقدم ہے؟ اکثر اہلسنت کا نظریہ ہے کہ والی مقدم ہے۔[1]

یعنی ولی کے ہوتے ہوئے والی (حاکم) جنازہ پڑھائے گا۔ ابن تیمیہ کے اس نظریہ کی وضاحت کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے جناب زہرا سلام اللہ علیہا خلیفہ اول پر غضبناک ہوئیں اور ان کا غضبناک ہونا فقط ان کی زندگی تک نہ تھا بلکہ تاقیامت جاری ہے۔ کیونکہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ان سے کلام کو ترک کر دیا تھا اور اپنی تمام حیات میں حضرت ابوبکر سے راضی نہیں ہوئیں یہاں تک کہ وفات پاگئیں یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کو نماز جنازہ کی اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ بلکہ جنابِ سیدہ علیہا السلام نے مولائے کائنات علیہ السلام کو وصیت کی کہ انہیں رات کی تاریکی میں دفنایا جائے تاکہ یہ خلفاء و حاکم وقت اور ان کے ساتھی جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکیں۔ ابن بطال یہ بات نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

قال ابن المنذر: أجاز اكثر العلماء الدفن بالليل، فممن دفن بالليل أبوبكر الصديق، عمر بن الخطاب بعد صلاة العشاء، ودفنت عائشه و عثمان بن عفان بالليل ايضا، ودفن علي بن أبي طالب زوجته فاطمة ليلا، فربما من أبي بكر أن يصلي عليها؛ كان بينهما شيء۔

امام علی علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو رات کی تاریکی میں دفن کیا تاکہ ابوبکر ان پر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور نہ نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں کیونکہ ان کے درمیان کوئی معاملہ تھا۔[2]

(1)منهاج السنة، شيخ الإسلام احمد بن تيميه، جلد 4

(2)شرح صحيح البخاري ابن بطال، جلد 3، باب دفن بالليل۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیا معاملہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہیں اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالخصوص خلفاء کہ جن کے بارے میں آپ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت اور ان کے درمیان بہت اچھے معاملات تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی کی نماز جنازہ میں سرے سے شریک ہی نہ ہو سکے؟ اور انہیں نماز جنازہ کی خبر تک نہ دی گئی۔ آخر انہیں نماز جنازہ کی خبر نہ دینے کی کیا وجہ تھی؟

ابن بطال اسی روایت کو آگے بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

رواه ابن جريج عن عمرو بن دينار، أن حسن بن محمد أخبره بذلك وقال: أوصته فاطمة بذلك۔

جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے وصیت کی تھی کہ ان کو رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے اور فلاں فلاں شخصیت ان کے جنازے میں شریک نہ ہو۔

آخر ایسے کون سے معاملات تھے جو جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے وصیت کی کہ یہ لوگ ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان کو رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے؟؟

۹۔نواں سوال

اسی سوال کے ذیل میں ہے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ میں یہ لوگ شریک نہ ہوں اور ان کو رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے اور مولائے کائنات علیہ السلام نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا۔ اس انداز سے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کو بھی مخفی رکھا گیا یعنی ان خلفاء کو اولاً تو اطلاع نہیں دی گئی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کے جنازے میں شرکت کریں، ثانیاً جناب زہراء سلام اللہ علیہا کی قبر کو بھی مخفی رکھا گیا اور کسی کو بھی اطلاع نہیں دی گئی کہ جناب سیدہ علیہا السلام کی قبر کہاں ہے؟ آخر ایسے کون سے معاملات تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے نہ انہیں جنازے میں شریک ہونے کا حق دیتی ہے اور نہ ہی اپنی قبر سے آگاہ کرنا چاہتی ہے؟ اسی سوال کے جواب میں سمہودی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

وإنما أوجب عدم العلم بعين قبر فاطمة رضي الله تعالى عنها وغيرها من السلف ما كانوا عليه من عدم البناء على القبور وتجصيصها، ومع ما عرض لأهل البيت رضي الله تعالى عنهم من معاداة الولاة قديما وحديثا۔

جناب زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کو مخفی رکھا گیا۔ اسی وجہ سے ان کی قبر کے اوپر کوئی تعمیر نہیں کی گئی نیز کوئی نشان بھی نہیں رکھا گیا اور یہ اس لیے ہوا کیونکہ اہلبیت علیہم السلام اور اس وقت کے حاکموں کے درمیان دشمنی تھی۔ (1)

سوال یہ ہے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا اور حاکم وقت کے درمیان دشمنی کیوں تھی کہ انہیں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ کے متعلق بھی آگاہ نہیں کیا گیا؟ ان کی قبر کو بھی مخفی رکھا گیا اور حاکم وقت کو کسی امر سے متعلق اطلاع ہی نہیں دی گئی؟ برادرانِ اہل سنت میں موجود وہ افراد جو اہلبیت علیہم السلام سے محبت کے دعویدار ہیں، وہ اس سوال کا کیا جواب رکھتے ہیں؟؟

۱۰۔ دسواں سوال

صحیح بخاری میں ایک نہایت دلچسپ روایت موجود ہے جو ہر باشعور شخص کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

روایت کچھ یوں ہے:

حدثنا مسدد، عن عبد الوارث، عن الجعد، عن أبي رجاء، عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: من كره من أميره شيأ فليصبر، فإنه من خرج من السلطان شبرا مات ميتة جاهلية۔

اگر کوئی شخص اپنے حاکم کی طرف سے کوئی بری چیز دیکھتا ہے تو اس کو صبر کرنا چاہیے کیونکہ اگر کوئی اپنے حاکم کے خلاف خروج کرتا ہے حتی کہ ایک بالشت بھی چلتا ہے تو وہ اس دنیا سے جاہلیت کی موت جاتا ہے۔ (2)

(1) كتاب وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفى، على بن احمد السمهودى المتوفى 911ھ باب الخامس/ الفصل السادس فى تعيين قبور بعض من دفن بالبقيع من اصحابة و أهل اهلبيت۔

(2) صحيح البخارى، كتاب الفتن، باب 2، حديث 7053۔

یعنی حاکم کی طرف سے کچھ بھی برا دیکھے تو اسے اس پر صبر کرنا چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا سے جب ان کا حق غصب کیا گیا، تو انہوں نے اپنے حق کا مطالبہ کیا اور حاکم وقت کے خلاف نکلیں، صبر نہیں کیا اور جب ان کو ان کا حق نہیں دیا گیا تو غضبناک ہوئیں۔ اس طرح کہ حاکم وقت سے کلام کو ترک کر دیا اور وصیت کی کہ وہ ان کے جنازے میں شریک نہ ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: آپ نے حاکم وقت کے خلاف خروج نہیں کرنا بلکہ صبر کرنا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس حاکم وقت کی خلافت کی مشروعیت کو جائز و درست نہیں سمجھتی تھیں اور اس خلافت کی مشروعیت کی قائل نہیں تھیں تبھی انہوں نے خروج کیا اور اپنے حق کا مطالبہ کیا؟ یہاں تک کہ غضبناک ہوئیں اور وصیت کی کہ مسند رسول ﷺ پر بیٹھا حاکم میری نماز جنازہ میں شرکت نہ کرے۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کو جائز نہیں سمجھتی تھیں کیونکہ یہاں دو ہی باتیں ہیں یا یہ کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کو شرعی و جائز نہیں سمجھتی تھیں یا یہ کہ جناب زہرا سیدۃ النساء العالمین بضعة رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم العیاذ باللہ جاہلیت کی موت اس دنیا سے رخصت ہوئی ہیں۔ آپ ان میں سے کسی ایک آپشن کا خود سے انتخاب فرما لیجیے۔ اسی حوالے سے احمد ابن حنبل نے صحیح سند سے معاویہ سے روایت نقل کی ہے:

حدثنا أسود بن عامر أنا أبوبكر، عن عاصم عن أبي صالح عن معاويه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: من مات بغير امام مات ميتة جاهلية.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر امام کے مرجائے وہ دنیا سے جاہلیت کی موت رخصت ہوتا ہے۔ (1)"

ہمارا آپ برادران سے سوال ہے کہ جناب زہرا سلام اللہ علیہا کس کی بیعت میں تھیں کیا ابوبکر کی بیعت میں تھیں؟ نہیں! کیونکہ آپؑ تو ان کے خلاف نکلی تھیں اور ان پر غضبناک ہوئی تھیں یہاں تک کہ وصیت کی تھی کہ وہ ان کے جنازے میں شریک نہ ہوں۔ اگر ان کے امام ابوبکر نہیں تھے تو کون تھے؟ اگر العیاذ باللہ آپ اہلسنت یہ مانیں کہ جناب فاطمہ علیہا السلام کا کوئی امام نہیں تھا اس کا مطلب ہے: مات ميتة جاهلية؟

(1) المسند الإمام احمد بن حنبل، روايت 16819

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

یا پھر یہ کہ آپ اہلسنت کو ماننا پڑے گا کے ان کے امام، جناب ابوبکر نہیں تھے بلکہ مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے اور جناب زہرا سلام اللہ علیہا ان کی بیعت میں تھیں۔ آپ ان میں سے کون سی آپشن کا انتخاب فرمائیں گے ؟؟ نہایت آسان سا سوال ہے ہم آپ برادران سے اس کے جواب کا تقاضا کریں گے۔

ایک اور اعتراض کا جواب

کچھ معاندین و مخالفین کتب اہل البیت علیہم السلام کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات میں ایک حق زہرا علیہا السلام سے انکار ہے۔

جب حضرت زہرا علیہا السلام خلیفہ اول کے پاس گئی، تو جناب ابوبکر نے کیا کیا؟ اس حوالے سے ایک حدیث پیش خدمت ہے:

ایک روایت جسے ہمیشہ مخالفین پیش کرتے ہیں، اور اس باب میں ہم اسی روایت پر گفتگو کرینگے۔

حدیث صحیح بخاری کی ہے:

فَقَالَ: لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: آنحضرت ﷺ نے (اپنی حیات میں) فرمایا تھا کہ ہم (گروہ انبیاء علیہم السلام کی) میراث نہیں ہوتی۔[1]

روایت یہ تھی کہ ہماری (انبیاء کی) میراث نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر حضرت زہراؑ ناراض ہوگئیں۔ یہ بھی ایک سوال ہے جو ہم بارہا اہلسنت سے پوچھ چکے ہیں کہ اگر واقعا یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث تھی اور حضرت ابوبکر کی بات پر اور جو انہوں نے نقل کیا اس پر حضرت زہرا علیہا السلام یقین رکھتی تھیں تو ان کو غضبناک نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اگر ہم حضرت زہرا علیہا السلام کی شان و منزلت کو مد نظر رکھیں نیز حضرت زہرا علیہا السلام کی ناراضگی کو بھی نظر انداز نہ کریں تو بات واضح ہو جائے گی۔

(1)صحیح بخاری، ح3093

باضمیر برادرانِ اہل سنت اپنے ضمیر کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں تو کسی دوسرے قاضی کی ضرورت لاحق نہ ہوگی نہ کسی اور طرف جانے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ فقط "فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ" کا جملہ ہی کافی ہے اور یہی بات اس روایت لانورث پر مہر بطلان ثبت کر دیتی ہے کہ یہ کلام رسول ﷺ نہیں ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

سورۃ البقرۃ:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[1]

درج بالا آیت تابوت سکینہ کے متعلق ہے، جسے تابوت سکینہ، تابوت احد اور مختلف الفاظ اور ناموں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک مشہور تابوت تھا۔ اس تابوت کے متعلق مفسرین اہلسنت نے بیان کیا ہے:

الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز:

وكان تابوتا أنزله الله تعالى على آدم عليه السلام فيه صور الأنبياء عليهم السلام كانت بنو إسرائيل يستفتحون به على عدوهم فغلبتهم العمالقة على التابوت فلما سألوا نبيهم البينة على ملك طالوت قال إن آية ملكه أن يرد الله تعالى التابوت عليكم فحملت الملائكة التابوت حتى وضعته فى دار طالوت وقوله (فيه سكينة من ربكم) أى طمأنينة كانت قلوبهم تطمئن بذلك فمن أى مكان كان التابوت سكنوا هناك وكان ذلك من أمر الله تعالى (وبقية مما ترك آل موسى وآل هارون)

یہ تابوت وہ تابوت ہے جسے اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام پہ نازل کیا۔ جس میں انبیاء کی تصاویر تھیں۔

اگلی تفسیر ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر طبری:

(1)بقرۃ: 248

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

فقال بعضهم: بل كان ذلك عندهم من عهد موسى وهارون يتوارثونه۔[1]

یعنی یہ وہ تابوت تھا جو انبیاء ایک دوسرے سے بطور ارث پاتے تھے

تفسیر بغوی میں نقل ہوا ہے:

وَكَانَتْ قِصَّةُ التَّابُوتِ أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَنْزَلَ تَابُوتًا عَلَى آدَمَ فِيهِ صُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَكَانَ مِنْ عُودِ الشِّمْشَاذِ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ فِي ذِرَاعَيْنِ، فَكَانَ عِنْدَ آدَمَ إِلَى أَنْ مَاتَ، ثُمَّ [بَعْدَ ذلك] عند شيث، ثم توارثه أَوْلَادُ آدَمَ إِلَى أَنْ بَلَغَ إِبْرَاهِيمَ، ثُمَّ كَانَ عِنْدَ إِسْمَاعِيلَ لِأَنَّهُ كَانَ أَكْبَرَ وَلَدِهِ، ثُمَّ عِنْدَ يَعْقُوبَ ثُمَّ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَى أَنْ وَصَلَ إِلَى مُوسَى، فَكَانَ مُوسَى يَضَعُ فِيهِ التَّوْرَاةَ، وَمَتَاعًا مِنْ مَتَاعِهِ، فَكَانَ عِنْدَهُ إِلَى أَنْ مَاتَ موسى عليه السلام۔[2]

جو تابوت کا قصہ ہے کہ اللہ تعالی نے تابوت حضرت آدم علیہ السلام پہ نازل کیا جس میں انبیاء کی تصاویر تھیں، (پھر اس کے سائز کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں) پھر کہتے ہیں پہلے یہ آدم علیہ السلام کے پاس تھا۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت شیث علیہ السلام کو منتقل ہوا۔ اس کے بعد یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو وراثت میں ملتا رہا۔ پھر یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تک کیوں پہنچتا؟ کیونکہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچتا۔ پھر بنی اسرائیل میں رہا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچ گیا۔ اور یہ بطور ارث تمام انبیاء کو پہنچتا رہا۔

بغیر کوئی حاشیہ لگائے، فقط ایک ہی بات کہیں گے (وہی روایت) کہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی اور یہ تین چار تفاسیر جو کچھ بیان کر رہی ہیں، کیا ان میں تعارض نہیں ہے؟

اس کے بعد قرآن کی اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں:

﴿يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۗ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾

(1) ج۵ص۳۱۳

(2) ج۱، ۳۳٤

جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور میرے رب! اسے (اپنا) پسندیدہ بنا۔

(1)

حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک فرزند کا مطالبہ کیا، جو اُن سے ارث پائے (جو ان سے میراث پائے)۔ اب اس آیت کے ذیل میں دیکھتے ہیں مفسرین اہلسنت کیا نقل کرتے ہیں کہ یہاں کس میراث کی بات ہو رہی ہے اور یہاں میراث سے کیا مراد ہے:

تفسیر سفیان الثوری:

سفیان فی قوله ویرث من آل یعقوب يَرِثُنِي الْمَالَ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يعقوب النبوة[2]

اس تفسیر میں سفیان ثوری صاحب کے اقوال کو نقل کیا گیا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں کہتے ہیں:

مجھ سے کیا چیز میراث میں پہنچے گی؟ مال (یعنی جناب زکریا علیہ السلام سے جو ملے گا وہ مال ہے) مال کی بات ہو رہی ہے۔ اور جو چیز آل یعقوب سے بطور ارث پہنچے گی وہ کیا ہے؟ وہ نبوت ہے۔

جبکہ جناب ابوبکر نے کہا تھا کہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی!!

اس کے بعد اگلی تفسیر ملاحظہ فرمائیں: السمرقندی کی دوسری جلد میں اس آیت کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

(یرثنی ویرث من آل یعقوب) وقال عکرمة یرثنی مالی ویرث من آل یعقوب النبوة وهكذا قال الضحاك۔[3]

عکرمہ سے روایت ہے: مجھ سے ارث میں کیا چیز پہنچے گی؟ مال۔ یہاں ارث مالی کی بات ہو رہی ہے اور آل یعقوب سے نبوت بطور میراث پہنچے گی اور اسی طرح مفسر ضحاک بھی یہی بیان کرتے ہیں۔

اب اگلی تفسیر کی طرف بڑھتے ہیں۔ تفسیر الماوردی میں ہم دیکھتے ہیں:

(1) مریم، 6

(2) الآیة 6

(3) ج:2، ص:368

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

أحدها: يرثني مال ويرث من آل يعقوب النبوة، قاله أبو صالح[1]

یہ جو آیت ہے اس میں چار وجوہات ہیں، اس کی چار صورتیں بنتی ہیں مجھ سے پہلی چیز جو میرا بیٹا لے گا وہ مال ہے اور آلِ یعقوب سے جو ارث میں لے گا وہ نبوت ہے۔

اگلی تفسیر ملاحظہ فرمائیں: تفسیر البغوی؛ ہم تفسیر البغوی میں حسن بصری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ اہلسنت کہتے ہیں انبیاء کی میراث نہیں ہوتی کیونکہ جناب ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ وہ کوئی میراث چھوڑ کر نہیں جاتے۔ آپ بتائیں کہ وہ میراث چھوڑ کر جاتے ہیں یا نہیں اور اگر چھوڑ کر جاتے ہیں تو کیا مال و دولت کو بطور میراث چھوڑ کر جاتے ہیں یا کچھ اور بھی؟

قال الحسن: معناه يرث مَالِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ النُّبُوَّةَ والْحُبُورَةَ.[2]

جناب حسن بصری کہتے ہیں: جی ہاں! انبیاء مال بطور ارث چھوڑ کر جاتے ہیں۔ زکریاؑ کے ارث سے مراد مال ہے اور آلِ یعقوبؑ کے ارث سے مراد نبوت ہے۔

یہ تمام تفاسیر اہلسنت ہیں۔ ہم نے آپ کی خدمت میں کسی شیعہ تفسیر سے کوئی مطلب بیان نہیں کیا۔

اس کے بعد اگلی تفسیر ملاحظہ فرمائیں: زاد المسیر فی علم التفسیر:

وفي المراد بهذا الميراث أربعة أقوال: أحدها: يَرِثُنِي مالي، ويرث من آل يعقوب النبوَّة، رواه عكرمة عن ابن عباس، وبه قال أبو صالح. والثاني: يَرِثُنِي العِلْم، ويَرِث من آل يعقوب المُلْكَ، فأجابه الله تعالى إلى وراثة العِلْم دون المُلْك.[3]

کہتے ہیں یہاں پر جو میراث کی بات ہو رہی ہے وہ کس ارث کی بات ہو رہی ہے؟ ان چار اقوال میں سے پہلا قول ہے: مجھ سے جو چیز بطور ارث پہنچے گی وہ کیا ہے؟ مال ہے، اور جو آلِ یعقوب سے پہنچے گی وہ نبوت ہے۔

(1) ج:3، ص: 355
(2) ج:2،ص227
(3) ج:٣، ص:١١٨

تو یہاں پر بھی ارث مالی کی بات ہو رہی ہے۔ اس کے بعد قارئین، ہم اگلی تفسیر کی طرف چلتے ہیں:

المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز:

والأكثر من المفسرين على أنه أراد وراثة المال.[1]

یعنی بیشتر مفسرین اس آیت سے وراثت مالی مراد لیتے ہیں۔

جناب ابوبکر نے کہا تھا: ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی، لیکن اہلسنت کے سب مفسرین بیان کر رہے ہیں کہ انبیاء کی میراث ہوتی ہے اور مالی میراث بھی ہوتی ہے۔

اس کے بعد قرآن کی تیسری آیت ملاحظہ فرمائیں، جو سورہ نمل کی نہایت ہی مشہور آیت ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ﴾

اور سلیمان داؤد کے وارث بنے۔[2]

وہ کس چیز میں اُن کے وارث ہیں۔ اس میں بھی ہم برادران اہلسنت کی تفاسیر کی طرف چلتے ہیں۔ تفسیر سمرقندی میں حسن بصری صاحب فرماتے ہیں:

وقال الحسن ورث المال والملك لا النبوة والعلم لأن النبوة والعلم فضل الله تعالى ولا يكون بالميراث.[3]

یہاں جس وراثت کی بات ہو رہی ہے وہ مال مُلک ہے، نبوت و علم کی بات نہیں ہو رہی۔ کیونکہ نبوت و علم فضلِ الٰہی ہے، میراث میں نہیں بٹتا۔

حسن بصری صاحب واضح طور پر بیان کر رہے ہیں کہ یہاں جس وراثت کی بات ہو رہی ہے وہ مال ہے مُلک ہے نہ کہ نبوت اور علم۔

(1) ج:٤، ص:٥
(2) سورہ نمل، آیت16
(3) ج:٢, ص:٥٧٥

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

نہایت واضح اور بڑا ظریف نکتہ ہے: علم اور نبوت خدا کی طرف سے ہے یہ کوئی ارث میں ملنے والی چیز نہیں ہے کہ ایک جائے اور اپنے پیچھے بیٹا چھوڑ جائے کہ میرے بعد میرا جانشین ہوگا!

یہ خدا کی طرف سے ہے خدا کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ یہاں پر بھی جناب ابوبکر کی روایت کا واضح بطلان ہمیں نظر آتا ہے۔ اس کے بعد اگلی تفسیر معاصرین میں سے ایک اہلسنت کی ہے بنام: الاحادیث الشکیۃ الواردۃ في تفسیر القرآن الکریم، وہ راقم ہیں:

أنّه قد صحّ عن النبی - صلی الله علیه وسلم - أنه قال: "إنّا مَعْشَرَ الأَنْبِيَاءِ لاَ نُوْرَثُ"، وهذا اللفظ عامٌ في جميع الأنبياء ولا يَحْتَمِلُ التخصيص، ولا يجوز تفسير الآيات بمعنى يخالف هذا الحديث.(1)

رسول اللہ ﷺ کی یہ روایت بالکل درست ہے، ہم انبیاء کی کوئی میراث نہیں ہوتی، اور یہ لفظ تمام انبیاء کے لیے عام ہے، یہاں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

موصوف کہتے ہیں کہ ان آیات کی حدیث لانورث کے مخالف جاکر تفسیر کرنا جائز نہیں۔

قرآن کی آیات کہتی ہیں: انبیاء کی میراث ہوتی ہے، موصوف کہتے ہیں: معاملہ برعکس ہونا چاہیے۔ قرآن کی حاکمیت کو سلب کرکے جو تفسیر حدیث سے متضاد ہوگی ہم اس کو رد کردیں گے!

یعنی ہم احادیث کو قرآن پر پیش کرکے انہیں قرآن سے تطبیق دے کر ان کی تائید حاصل کریں گے، ایسا کچھ بھی نہیں ہے!

اب کیا برادران جناب ابوبکر کی اس حدیث کو رد کریں گے؟ ایسا بالکل نہیں کرنا کیونکہ جہاں پھنس گئے اس مقام پہ آکر اور انہوں نے دیکھا کہ مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے تو کہتے ہیں یہ تفسیر جائز نہیں ہے جو آپ یہ تفسیر بیان کر رہے ہیں وہ اس حدیث کے مخالف ہے۔ چونکہ جناب ابوبکر کی اس حدیث کو بچانا ہے تو علمائے اہلسنت وہ تفسیر بیان کریں گے جو اس حدیث کے مخالف نہ ہو۔

(1): ۱, ص: ۳۴۵

یہاں تک ہم نے تین مراحل میں بیان کیا کہ انبیاء کی میراث ہوتی ہے۔ اور انبیاء کی میراث کوئی نبوت وعلم نہیں بلکہ وہ اپنی اولاد میں مال بھی چھوڑ کر جاتے ہیں۔ انبیاءؑ کی اولاد ان سے میراث میں مال بھی پاتی ہے۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا رسالت انجام دے چکے تو اس میں ایک چیز اہلسنت کے مطابق مسنگ ہے۔ یعنی جو نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے انجام نہیں دی۔ وہ ایک مخصوص پیغام تھا جو مربوط تھا مخصوص افراد سے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں نہیں بتایا۔ حضرت علیؑ، حضرت عباسؓ، حضرت زہراؑ، اور ازواج مطہرات اُن کے ساتھ میراث کا مسئلہ مربوط تھا کہ رسول اللہ ﷺ بتاکر جاتے کہ ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی اس لیے آپ کوئی توقع نہ رکھنا، کہ آپ کو کوئی چیز بطور ارث ملے گی۔ لیکن نہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو بتایا نہ حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر ازواج سے ذکر کیا، تعجب ہے حضرت علیؑ کو بھی نہیں بتایا، کون حضرت علیؑ؟ جو صحابہ میں سب سے زیادہ اعلم ہیں اور روایت کے مطابق "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" یعنی جو دروازہ ہیں مدینۃ العلم کا انہیں بھی نہیں معلوم۔۔۔

خود جناب ابوبکر کی اس روایت کو پیش کرنے کے بعد نہ امیر المومنینؑ نے یقین کیا نہ جناب زہراؑ نے نہ جناب عباسؓ نے۔

ملاحظہ کریں: صحیح مسلم کی روایت:

فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ»(1)

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوجاتی ہے، ابوبکر نے کیا کہا میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں۔ (یہاں ولی کا مطلب خلیفہ، جانشین ہوجائے گا لیکن جہاں پر ولی امام علیؑ کے لیے آجائے وہاں پر دوست اور دوسرے پچاس معنی مراد لے لیں لیکن جانشین نہیں ہوسکتا۔ قسمت سے ایک مقام پر جناب ابوبکر کے ساتھ ولی آگیا تو یہاں پر برادران ترجمہ جانشین رسولؐ کرتے ہیں) حضرت عباس اور علیؑ آگئے، حضرت عباس کو جو چیزیں

(1) صحیح مسلم، 1757

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

رسول اللہ ﷺ سے وراثت میں ملنی تھیں، ان کا مطالبہ کیا کہ میری جو وراثت بنتی ہے جو چیزیں مجھے ارث میں ملنی تھیں وہ مجھے دی جائیں۔ اور امام علیؑ نے مطالبہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زہراؑ کو جو چیزیں ارث میں ملنی تھیں، حضرت علیؑ نے اپنی بیوی کی میراث کا مطالبہ کیا"۔

یہاں تک یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ حضرت زہراؑ نے یقین کیا، نہ حضرت علیؑ نے اور نہ جناب عباس نے یقین کیا، اور اُن کو اس چیز کا علم بھی نہیں تھا۔ یہ واقعاً تعجب آور بات ہے کہ جن سے یہ مسئلہ مربوط تھا ان کو علم ہی نہیں ہے اس کے بعد قارئین اگلی روایت ملاحظہ کریں:

مسند امام احمد ابن حنبل میں جب ہم جاتے ہیں،

أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ» وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، (1)

روایت ہے کہ جناب زہراؑ اور جناب عباس، ان دونوں شخصیات نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی اور جناب ابوبکر نے نہیں دی۔

اس کے بعد نہایت بہترین روایت کی طرف توجہ کریں!

صحیح بخاری میں کتاب الفرائض میں، بیان ہو رہا ہے:

(1) مسند حنبل، 12167

أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ (1)

کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو اُن کی بیویاں کہتی ہیں کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم عثمان کو ابوبکر کی طرف بھیجیں اور اپنی میراث کا مطالبہ کریں۔

یہاں پر رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو بھی علم نہیں ہے، رسول اللہ کی وفات ہوگئی ہے اور ان کی بیویوں کو علم نہیں ہے کہ انکو کوئی چیز میراث میں نہیں ملنی۔ اور وہ ارادہ رکھتی ہیں کہ جناب عثمان کو بھیجا جائے تاکہ وہ انکی میراث جناب ابوبکر سے لے کر آئیں۔

یہ روایت نہایت وضاحت کے ساتھ دوبارہ صحیح بخاری میں کتاب المغازی میں درج ہے:

أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلُنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ: أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ، يَقُولُ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيدُ بِذَلِكَ نَفْسَهُ (2)

کہ رسول اللہ کی بیویوں نے جناب عثمان کو بھیجا، ابوبکر کی طرف تاکہ وہ اس حصہ کا مطالبہ کریں جو ازواج کا رسول اللہ ﷺ سے بنتا ہے"

اس کے بعد جناب عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے منع کر دیا، میں نے کہا یہ کیا کر رہے ہو، تم میں کوئی تقویٰ نام کی چیز نہیں ہے خدا سے ڈرو!

قارئین محترم توجہ فرمائیں!

گرائمر کی رو سے، عربی قواعد کے مطابق، فعل مضارع کان کے ساتھ آرہا ہے۔ کان جب فعل مضارع کے ساتھ آجائے تو اس وقت یہ استمرار پہ دلالت کرتا ہے۔ یعنی ایک بار نہیں وہ کام جو بار بار کیا گیا ہو یعنی

(1) کتاب الفرائض: ح، 6730

(2) کتاب المغازی، 4034

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

رسول اللہ ﷺ کی بیویاں بار بار اپنی میراث کا مطالبہ کرتی تھیں اور جناب عائشہ انکو واپس پلٹا دیتی تھیں۔ اور کہتی تھیں خدا کا خوف کرو، کیا تم لوگ نہیں جانتیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی"

تو قارئین یہاں تک یہ بات واضح ہوگئی جس حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف دی گئی ہے اس کی اصلاً کوئی تائید ہمیں قرآن سے نہیں ملتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہمیں جو چیز قرآن سے ملتی ہے اور مفسرین اہلسنت نے جسے بیان کیا ہے کہ انبیاء کی میراث ہوتی ہے اور میراث مالی بھی ہوتی ہے۔ آخر میں جو چیز ہم نے بیان کی کہ یہ مسئلہ جن افراد سے مربوط تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا ہی نہیں، کیا یہ ایک طعن نہیں؟ جو رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر کیا گیا ہے کہ ایک مسئلہ جن سے مربوط تھا ان کو بتایا ہی نہیں گیا۔

اب ایک اہم اور جذاب بات کیطرف توجہ فرمائیں؛

ابن حجر عسقلانی کتاب فتح الباری میں کیا نقل کرتا ہے:

لَئِنْ وَرِثْتَهُنَّ لَمْ يَرِثْنَ عَنْهُنَّ مَنَازِلَهُنَّ وَلَوْ كَانَتِ الْبُيُوتُ مِلْكًا لَهُنَّ لَانْتَقَلَتْ إِلَى وَرَثَتِهِنَّ وَفِي تَرْكِهِنَّ وَرَثَتِهِنَّ حُقُوقَهُمْ مِنْهَا دَلَالَةٌ عَلَى ذَلِكَ وَلِهَذَا زِيدَتْ بُيُوتُهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ بَعْدَ مَوْتِهِنَّ لِعُمُومِ نَفْعِهِ لِلْمُسْلِمِينَ[1]

وہ حجرے کہ جن میں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں رہا کرتی تھیں انکا بیان ہے۔ یہ چیز تو واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں جن حجروں میں رہا کرتی تھیں وہ اُن کی ملکیت نہیں تھے۔ ایک ضعیف روایت بھی موجود نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں وہ حجرے بیویوں کو ہبہ کر دیے ہوں۔

اور جب میراث کی بات آتی ہے، تو ابن حجر عسقلانی نقل کرتا ہے، ملاحظہ کریں:

یہ حجرے رسول اللہ کی ازواج کی میراث نہیں تھے ان کو بطور ارث نہیں ملے تھے۔

یہ بات اس لیے بیان کی جا رہی ہے تاکہ اُس روایت کو درست ثابت کیا جائے جو جناب ابوبکر نے پیش کی تھی کہ ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی اور کہتا ہے یہ حجرے بیویوں کی میراث میں نہیں تھے۔

(1) ج6، ص211

کہتا ہے: اسکی دلیل کیا ہے اگر وہ حجرے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو بطور ارث ملے ہوتے تو رسول اللہ کی بیویوں کے بعد جو ان کے آنے والے ورثاء ہیں ان کو بھی یہی ملے ہوتے جبکہ ایسا نہیں ہوا نہ انہوں نے مطالبہ کیا نہ ان کو ملے۔

اسی لیے وہ کمرے مسجد نبوی میں اضافہ کر دیے گئے۔

اب قارئین ایک نکتہ جو نہایت اہم ہے جس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہیں گے، ابن حجر نے کہا کہ وہ کمرے نبی پاک ﷺ کی بیویوں کو بطور ارث نہیں ملے تھے۔

وہ نکتہ، یہ کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی بیویاں زندہ رہیں ان کمروں میں انہوں نے رہائش رکھی سکونت اختیار کیے رکھی اور جب وہ اس دنیا سے چلی گئیں اس کے بعد مسجد میں اضافہ کر دیے گئے۔

یہاں پر برادران اہلسنت سے نہایت سادہ سوال یہ ہے کہ کس مجوز کی بنا پر اور کس حق شرعی کی بنا پر وہ اُن کمروں میں رہا کرتیں تھیں جبکہ رسول اللہ کی وراثت نہیں ہوتی وہ جو کچھ بھی چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور انہی میں سے ایک کمرے میں جناب ابوبکر و عمر دفن ہوئے، کس کی اجازت سے وہاں پر دفن ہوئے؟

کیونکہ نہ جناب ابوبکر و عمر کی وہ جگہ ملکیت تھی اور نہ انکی بیویوں میں سے کسی کی۔

اس کے بعد قارئین چونکہ ابن حجر نے اس حدیث کا دفاع کرنا تھا تو آگر یہ تاویل دی کہ اُن کو بطور ارث نہیں ملے تھے۔

دوسری طرف ابن تیمیہ اپنی کتاب مجموع الفتاوی میں لکھتا ہے،

ابن تیمیہ یہاں آگر 90 ڈگری ° کا اختلاف کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی کے برعکس نقل کرتا ہے،

کہتا ہے نہیں وہ حجرے رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کو وراثت میں ملے تھے۔

ملاحظہ کریں!

ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ بِنَحْوٍ مِنْ سَنَةٍ مِنْ بَيْعَتِهِ وُسِّعَ الْمَسْجِدُ وَأُدْخِلَتْ فِيهِ الْحُجْرَةُ لِلضَّرُورَةِ: فَإِنَّ الْوَلِيدَ كَتَبَ إلَى نَائِبِهِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ

https://downloadshiabooks.com/
CamScanner

أَنْ يَشْتَرِيَ الْحُجَرَ مِنْ مُلَّاكِهَا وَرَثَةِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُنَّ كُنَّ قَدْ تُوُفِّينَ كُلُّهُنَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتَرِيَ الْحُجَرَ وَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ (1)

جب خلافت آتی ہے ولید بن ملک بن مروان کی، ولید اپنے نائب عمر بن عبد العزیز کو خط لکھتا ہے کہ ان کمروں کو خرید لے ان کے مالکوں سے، جو ورثا ہیں رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے (جن کی ملکیت میں یہ حجرے ہیں ان سے خرید لیا جائے۔

کیوں؟ کیونکہ وہ بطور ارث ملے تھے جبکہ رسول اللہ کی میراث نہیں ہوتی۔ وہ اپنے بعد جو چھوڑ کر جاتے ہیں صدقہ ہوتا ہے لیکن ابن تیمیہ کیا بیان کر رہا ہے، نہایت واضح ہے۔ تاکہ ان حجروں کو مسجد میں اضافہ کیا جائے کیون کہ اس وقت کی ضرورت تھی کہ مسجد کو وسعت دی جائے، اس وقت کی ضرورت کے مطابق ان حجروں کو مسجد میں اضافہ کرنا تھا۔

اب یہاں پر نہایت آسان اور معصومانہ سوال ہمارا یہ ہے کہ ابن تیمیہ کہتا ہے کہ وہ کمرے بطور ارث ملے تھے کس کو، بیویوں کو جبکہ ابن حجر عسقلانی کہتا ہے قطعا ایسا نہیں ہے۔ وہ حجرے ان کی میراث نہیں تھے۔

یہ جو آپ کا تناقض اور اضطراب ہے، جس مشکل کے آپ لوگ شکار ہیں اس کو خود حل کریں اور ہمیں آکر جواب دیں یا تو کوئی ایسی دلیل لے کر آئیں کہ وہ حجرے رسول اللہ نے انہیں بخش دیے تھے۔

یا پھر اس میراث کو حل کریں ایک کہتا ہے میراث نہیں تھے دوسرا کہتا ہے نہیں، میراث تھے۔ اگر میراث نہیں تھے تو کس وجہ سے کس مجوز شرعی کی بنا پر بیویاں وہاں پر رہتی تھیں۔ اور کس مجوز شرعی کی بنا پر دونوں (ابوبکر و عمر) وہاں دفن ہوئے۔

ان سب سوالات کے جوابات کے ہم منتظر ہیں!

ملاحظہ کریں! مسند احمد ابن حنبل کی یہ روایت:

(1) ج۲۷، ص ۳۲۳

أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَهُ مِنْ فَدَكَ، وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُمْ أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ" وَإِنِّي وَاللهِ لَا أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ۔ (1)

کہ جب جناب ابوبکر کے پاس حضرت زہراؑ جاتی ہیں اور اپنی میراث کا مطالبہ کرتی ہیں تو وہ نہیں دیتے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو چیز بھی چھوڑی ہے وہ صدقہ ہے

جناب زہراؑ اور جناب عباس جاتے ہیں جو اُن کا خیبر اور فدک سے حصہ بنتا تھا اس کا مطالبہ کیا، ابوبکر نے منع کر دیا، کہتا ہے قطعا میں آپ کو یہ نہیں دے سکتا کیوں کہ رسول اپنے پیچھے کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جاتے۔

کیا فقط فدک اور خیبر کا معاملہ تھا؟ نہیں کچھ دیگر اموال بھی تھے۔

ملاحظہ کریں اسی مسند احمد ابن حنبل میں،

ان فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ۔ (2)

خیبر سے بھی کچھ حصہ تھا، مدینہ سے بھی اور فدک بھی۔ یعنی یہ وہ اموال تھے جن کا جناب زہراؑ نے مطالبہ کیا لیکن ابوبکر نے نہیں دیا۔

جبکہ صحیح مسلم میں دیکھیں تو جناب عمر یہاں پر خلیفہ اول سے اختلاف کرتے ہوئے خیبر کو تقسیم کر دیتے ہیں:

وحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ

(1) ج:1، ص: 188

(2) ج:1، ص:222

https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

مِنْ تَمْرٍ أَوْ زَرْعٍ، فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ كُلَّ سَنَةٍ مِائَةَ وَسْقٍ، ثَمَانِينَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ»، «فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ قَسَمَ خَيْبَرَ، خَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ الْأَرْضَ وَالْمَاءَ، أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ الْأَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ، فَاخْتَلَفْنَ، فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَالْمَاءَ، وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ، فَكَانَتْ عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ مِمَّنِ اخْتَارَتَا الْأَرْضَ وَالْمَاءَ۔ (1)

اور ازواج نبیؐ کو اختیار دیا کہ آپ کو بھی اختیار ہے آپ چاہیں تو یہ پانی اور زمین لے لیں یا وہ جو ایک خاص مقدار میں آپ کا حصہ بنتا ہے وہ آپ تک پہنچ جایا کرے گا۔ اور وہاں پر اختلاف ہو جاتا ہے بیویوں میں، جناب عائشہ اور حفصہ نے پانی اور زمین کا انتخاب کیا،

جناب عمر بن خطاب ان کے حوالے کر دیتے ہیں، خیبر سے زمین اور پانی انکی ملکیت میں دے دیتے ہیں مگر جب جناب زہراؑ آجاتی ہیں تو ابو بکر کچھ نہیں دیتے۔!

ملاحظہ کریں صحیح ابن حبان میں صحیح السند روایت:

ثُمَّ جِئْتُمَانِي، جَاءَنِي هَذَا - يَعْنِي الْعَبَّاسَ - يَبْتَغِي مِيرَاثَهُ مِنِ ابْنِ أَخِيهِ، وَجَاءَنِي هَذَا - يَعْنِي عَلِيًّا - يَسْأَلُنِي مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ، فَقُلْتُ لَكُمَا: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»، ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ أَدْفَعَهُ إِلَيْكُمَا، فَأَخَذْتُ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَأَنَا مَا وَلِيتُهَا، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا عَلَى ذَلِكَ، تُرِيدَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ هَذَا، وَالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا فِيهَا بِقَضَاءٍ غَيْرِ هَذَا، إِنْ كُنْتُمَا عَجَزْتُمَا عَنْهَا، فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ، قَالَ فَغَلَبَ عَلِيٌّ عَلَيْهَا، فَكَانَتْ فِي يَدِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، ثُمَّ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، قَالَ مَعْمَرٌ: ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ۔ (2)

(1) صحیح مسلم، 3963

(2) ج:14، ص 575

خلیفہ اول اور جناب عمر کے عمل میں یہاں پر بھی آپکو تناقض اور اعتراض نظر آئے گا۔ حضرت علیؑ اور جناب عباس جاتے ہیں جناب عمر کے پاس، اور مطالبہ کرتے ہیں اپنی اپنی میراث کا، یعنی جو حضرت عباس کی میراث بنتی تھی اور جو حضرت علی کی زوجہ کی میراث بنتی تھی وہ دونوں مطالبہ کرتے ہیں اور جناب عمر کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ سے سن رکھا ہے کہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی وہ جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر مجھے بداء حاصل ہوگئی۔

اہل تشیع پر اعتراض کی جاتا ہے کہ بداء کا عقیدہ رکھتے ہیں یہاں پر خلیفہ دوم کو بداء ہو رہی ہے۔

ان کے لیے کوئی چیز ظاہر ہو رہی ہے جو خلیفہ اول کے لیے ظاہر نہ ہوئی وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ دونوں کو دے دیا اور آپ دونوں سے وعدہ لیا کہ آپ بالکل ویسا ہی عمل کریں گے ان زمینوں سے متعلق جیسے رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔

اب یہاں سادہ سا سوال یہ ہے کہ جب حضرت زہراؑ گئی ہیں تو کچھ نہیں دیا گیا۔ کیا اسی شرط کے ساتھ انہیں نہیں دیا جا سکتا تھا؟

کیا وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے برخلاف عمل کرتیں؟

اب جناب عمر بن خطاب نے جو عمل کیا وہ درست ہے یا جو جناب ابو بکر نے کیا وہ درست تھا؟

یہ جو تناقض و اختلاف ہے برادران اہلسنت آئیں اور ان مسائل کا حل ہمارے سامنے پیش کریں، بجائے اس کے کہ اسی حدیث کو سوشل میڈیا پر پیش کیے جائیں۔

ہم منتظر ہیں!



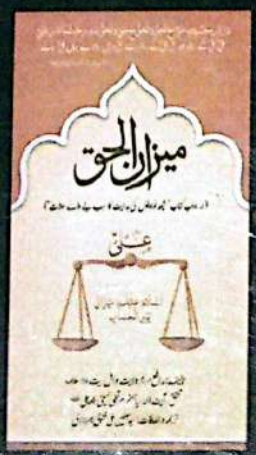
https://downloadshiabooks.com/

CamScanner

دار الصدیقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ دار الصدیقہ (س) جس
ہستی (سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ سلام
اللہ علیہا) کے نام پر قیام عمل میں لایا گیا، اُنہی شخصیت کی
مظلومیت کے اثبات پر ایک جامع و مدلل کتاب آپ
قارئین کی خدمت میں پیش کرنے میں کامیاب ہوا۔
ادارہ کی پہلی کتاب "میزان الحق" جو وہابیت کی طرف سے
اٹھائے گئے 203 اعتراضات کے متقن و مسکت جوابات پر مشتمل
تھی اسے اردو زبان طبقہ کی طرف سے نہایت پذیرائی ملی اور دو
ماہ میں ہی کتاب کا پہلا ایڈیشن تمام ہو گیا۔
امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب بھی قارئین کے معیار حسن
انتخاب پر پورا اترے گی اور وہ ادارے ہذا کی ترقی
کے لیے دعا فرمائیں گے۔



https://downloadshiabooks.com/
CamScanner